فہرست

اداریہ 1

مُلاطَفَۃُ الْیَتِیْمِ وَالْبَنَاتِ (مجلس ۱) 11

اقتباس 12

عنوان کا خلاصہ 14

مؤمنین کے سامنے بچھ جایئے 17

کسی یتیم پر چڑھ مت بیٹھیے 18

سوال کرنے والوں سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں 19

یتیموں کو دھکے دینا کافروں کا کام ہے 21

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) کے مناقب 23

انسان بھی جانور ہے 25

انسانیت کے اصل جوہر 26

اخلاق کا تعلق قلب سے، اور ظہور افعال سے 27

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک خاص علامت 28

غریبوں کو ہٹائیے 30

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعوتی جذبہ 31

آپ غریبوں کو مت ہٹائیے 32

جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے صہیب (رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے معافی مانگی 33

مُلاطَفَةُ الْيَتِيمِ وَالْبَنَاتِ (مجلس ۲) 37

یتیم کی پرورش کرنے والوں کے لئے بڑی بشارت 38

اسلام نے یتیموں کو ان کے حقوق دلوائے 39

قرآن کا حکم؛ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمل 40

حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قرب حاصل کرنے کا بہترین طریقہ 41

اپنا یتیم 41

رسمیت نہ ہو 42

اپنے یتیم کی مختلف شکلیں 43

نیت درست کرلو 44

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اصلی اور نقلی مسکین کی پہچان..46
مانگنا کب حرام اور کب جائز؟..47
حقیقی مسکین..49
ضرورت مند کی تحقیق کس کے ذمہ ؟..50
زکوٰۃ بنامِ ہدیہ 51
زکوٰۃ کا اعلیٰ مصرف 52
یہ نکتہ ذہن میں رہے..53
ایک عارف کا عارفانہ قول 54
احسان سائل کا ہے 54
بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والا..55
دس سال کے اعتکاف کا ثواب 57
رشتہ داریوں کا پہچاننا..58
نسب اور عرب..59
ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے 59

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بدترین دعوتِ ولیمہ 61

صرف مالداروں کو دعوت نہ دیں........ 62

کھانا بھی خراب،خانہ بھی خراب 63

مُلاطَفَةُ الْيَتِيمِ وَالْبَنَاتِ(مجلس ۳) 65

بچیوں کے بارے میں اہلِ عرب کا طرزِ عمل........ 66

”مِنْ اِمْلاقٍ“ اور ”خَشْيَةَ اِمْلاقٍ“ کا فرق........ 67

بچیوں کو قتل کرنے کا جاہلانہ نظریہ 69

رائج الوقت گالیاں 70

غیر اختیاری چیز میں عورت ہی قصوروار کیوں ؟ 71

ہم تو زمین ہیں جو بیج ڈالا جاتا ہے اسی کو اُگا دیتے ہیں 72

بچیوں کے ساتھ کیسا ناروا سلوک 73

بچی کو زندہ درگور کرنے کا دردانگیز واقعہ........ 74

قیامت کے دن خود بچی سے پوچھا جائے گا 76

دو بچیوں کی پرورش کرنے والوں کے لئے بشارت 77

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جہنم سے آڑ 78

ماں باپ کے لئے تمام اولاد برابر ہے 79

یہ دو پیمانے کیسے ہیں ؟ 80

ایک کھجور جنت میں جانے کا ذریعہ بنی 81

اس کا مددگار ”اللہ“ ہے 82

تمہارے کمزوروں کی وجہ سے مدد کی جاتی ہے 83

معاشرے کی دُکھتی رَگ 84

کھڑے کھڑے اور پڑے پڑے 85

تو پھنستا ہی چلا جاتا ہے 86

نوجوانوں کو ایک اہم نصیحت 87

ماں باپ کو اپنے ساتھ لو 88

مجھے کمزوروں میں ڈھونڈو 88

اَلْوَصِیَّۃُ بِالنِّسَآءِ (مجلس ۱) 90

حقوق دو طرح کے ہیں 91

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو جاتا ہے 93
کیوں ہمیں عبادات کا ثمرہ حاصل نہ ہوا؟........ 94
کہیں ہمارا ایمان تو ختم نہیں ہو رہا؟ 95
شراب پینے سے زیادہ خطرناک ہے 95
غیبت کی مثالی صورت........ 96
غیبت کو زنا سے زیادہ خطرناک کہنے کی وجہ 97
...ہم اتنی اہمیت نہیں دیتے 98
احسان کی کیفیت........ 98
نماز میں اس کیفیت کا حاصل ہونا ابتدائی درجہ ہے........ 100
فَأَيْنَ اللہ؟ 101
بندوں کے حقوق کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے 102
قرآن وحدیث سے فقہی احکام کیسے نکلے؟ 103
امت پر سب سے بڑا احسان کس کا ہے؟........ 104
مثال سے تقلید کی ضرورت کا اثبات........ 105

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تقلید کی حقیقت کیا ہے ؟ 107

غیر مقلدین بھی درحقیقت مقلد ہی ہیں 108

فقہ اسلامی بڑی عظیم نعمت ہے 109

احمقانہ سوال 109

بندر کو ادرک کی گرہ مل گئی 110

باب کا عنوان 111

عورتوں کے حقوق میں بیداری اسلام کے بعد آئی 112

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی 113

میانہ روی ہی اصل چیز ہے 114

عورتوں کے حقوق کا بیجا شور 115

اَلْوَصِيَّةُ بِالنِّسَآءِ (مجلس ۲) 116

حسنِ اخلاق کے ساتھ زندگی گزارو 117

اللہ تعالیٰ کی سفارش 118

پھر سے علوم کا سلسلہ شروع ہوگیا 119

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ایسے گھرانے پر کیسے اتریں ؟............................... 120
کام کیوں بگڑتے ہیں ؟.. 121
ہماری نگاہ محدود ہے 121
قرآن کا انداز اصولی ہے لیکن.. 122
گھر جنت یا جہنم 124
مغربی معاشرہ کا بڑا المیہ.. 125
اراکین دارالامراء کا رپورٹ 126
ان کے پاس کوئی حل نہیں ہے.. 126
وہ باریک بین اور باخبر ہے.. 127
تعددِ ازواج پر اعتراض کیوں ؟.. 128
یہ کہاں کا انصاف ہے؟.. 129
ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ 130
محبت تو غیر اختیاری چیز ہے.. 132
اے اللہ ! یہ میری تقسیم ہے 133

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جیسا گناہ ؛ویسی سزا 134
”کَالْمُعَلَّقَةِ“کی تفسیر 134
ازدواجی تعلقات کی درستگی کا راز 135
اپنی لڑکی کس کو دوں ؟ 135
انسانی فطرت کا لحاظ 136
یہ میری وصیت ہے 137
”عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے“کا مطلب 138
عورت کا ٹیڑھا پن ہی اس کی خوبی ہے 139
ایک ہی چیز خوبی بھی اور عیب بھی 140
مرد کی خوبی الگ ،عورت کی جدا 141
برائی کے انداز میں تعریف 142
ٹیڑھا پن تو اس کی فطرت ہی ہے 143
فطری کج ادائیوں کے ساتھ ہی زندگی بسر ہوگی 144
جیسا چل رہا ہے چلنے دو 144

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہرایک ہی اپنے آپ کو اصلاحی کہتا ہے 145

اَلْوَصِیَّۃُ بِالنِّسَآءِ 147

شرم کی بات ہے!.. 148

ایسی حرکت شریف انسان گوارا نہیں کرسکتا 150

بعض کام عورتیں ہی کر سکتی ہیں.. 151

نظام درہم برہم ہوجاتا ہے 152

میری آنکھوں میں آنسو آگئے 153

اللہ اوراس کے رسول کی سفارش 154

اُلٹی چال... 155

بس ! اللہ تعالیٰ نے اسی پر میری مغفرت کردی 155

بیوی کے ساتھ کبھی لہجہ بدل کر بھی بات نہیں کی.............................. 156

یہ حضوراکرم(ﷺ) کے اعلیٰ اخلاق ہیں 157

اپنی بیوی سے پوری زندگی میں پانی بھی نہیں مانگا 158

قومِ لوط کی ایک برائی.. 159

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیاکی ساخت ہی اس انداز کی ہے 160

ہر چیز میں خیر اور شر کاپہلو ہے 161

تعلیمات بذریعہ دعوات 162

نفرت کو دور رکھنے کا بہترین طریقہ 163

اللہ کے رجال اوران کاکمال 163

جس ہاتھ سے پوری زندگی میٹھی چیزیں کھاتارہا 165

...تب ہی زندگی گذر سکتی ہے 165

وفاداری سے اونچی چیز اور کیاہوسکتی ہے؟ 167

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانہ میں 168

اَلْوَصِيَّةُ بِالنِّسَآءِ 169

حجۃ الوداع کامختصر پس منظر 171

نبی کریم (ﷺ) کو اندیشہ تھا 172

عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں 173

قابلِ غور مضمون 174

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اپنے گھر سے کس کو تعلق نہیں ہوتا؟ 175

...تو ہمارے دل پر کیا گذرے گی؟ 176

ہمارے لئے بہت بڑا سبق ہے 176

کوئی بھی اس کا حمایتی نہیں 177

نکاح سے صرف ملکِ متعہ حاصل ہوتی ہے 178

کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے 179

نفل روزہ کے لئے شوہر کی اجازت لازم ہے 180

چاہے روٹی جل جائے 181

غیر اسلامی معاشرہ اور رسموں کی تباہی 181

سماج کی خطرناک صورتِ حال 182

صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں 183

زنا کی سزا اتنی سخت کیوں؟ 184

"ملکِ متعہ" کا مطلب 185

نکاح کیوں کروایا جاتا ہے؟ 185

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْوَصِیَّةُ بِالنِّسَآءِ 187

کھانا پکانا عورت کے ذمہ نہیں 188

عورتیں دو طرح کی ہوتی ہیں 189

تب صرف اپنا کھانا پکائے گی 190

ساس خسر کی خدمت عورت پر فرض نہیں 190

حضرت عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) کا واقعہ 192

دنیا میں جنت کی حوریں 193

یہ شوہر کا حق ہے 194

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کا سبق آموز عمل 194

اگر بیوی کھلی نافرمانی کرے... 195

مرد کے حقوق عورتوں پر 196

عورتوں کے حقوق مرد پر 197

رہائش، آسائش، آرائش اور نمائش 198

کیا یہ بھی کبر ہے؟ 199

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نمائش ناجائز 200

بیوی کا کیا حق ہے؟ 200

اس میں بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ ہے.. 201

تنبیہ وتادیب کا طریقہ 202

شوہر چار مہینے سے زیادہ گھر سے باہر نہیں رہ سکتا.. 203

سب سے کامل ایمان والا 204

ظاہر داری کا نام اخلاق نہیں ہے 205

اخلاق کی حقیقت.. 206

یہ اخلاق تھوڑے ہی ہیں.. 207

اللہ کی بندیوں کو مت مارو 208

خبرِ واحد کا حکم صحابہ کے حق میں 209

حضور(ﷺ) کے زمانہ میں ہونے کی تمنا.. 210

یہ عورتیں شیر بن گئیں.. 211

عورتوں کو مارنا سنت نہیں.. 211

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ اچھے لوگ نہیں ہیں 212

دنیالذت اندوزی کی چیز ہے 213

تین لفظوں کی تحقیق 213

نیک بیوی کی چار نشانیاں 214

حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ 216

اسلام کا خاص انداز 217

اربابِ اموال اور عمال 219

وصول یابی کے لئے جانے والوں کو ہدایات 220

اربابِ اموال کو ہدایات 221

پھر تو دنیا میں کبھی کوئی جھگڑا ہی نہ ہو 222

کیا ایسی کوئی انجمن قائم ہوئی؟ 223

مرد عورتوں کے اوپر نگران ہیں 224

مرد کو حاکم کیوں بنایا گیا؟ 224

کیا عورت اس سے دست بردار ہو جائے گی؟ 226

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آزادیٔ نسواں ؛صرف لیبل 227

خواتین پریشان ہیں 228

مرد کو عورت پر نگران مقرر کرنے کی ایک وجہ 228

دوسری وجہ 229

کسی ایک کو امیر ضرور بنایا جاتا ہے 230

امیر کی حیثیت اور مقام 231

مرد کی امارت جنت سے چلی ہے 231

ایسی عورت پر فرشتے لعنت کرتے ہیں 232

فرشتوں کی لعنت کی وجہ 233

یہاں تک کہ شوہر راضی ہو جائے 234

شوہر کی اجازت ضروری ہے 235

ہر ایک اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے 236

اپنے اعضاء کا بھی ذمہ دار ہے 237

روٹی جلتی ہے تو جل جانے دے 237

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے 239

جنت کا پروانہ........ 240

حورِ عین کا خطاب 240

مردوں کے لئے سب سے زیادہ سخت فتنہ 241

اَلنَّفَقَةُ عَلیٰ الْعَیَالِ........ 243

اہل وعیال کی کفالت........ 244

بیوی کے جیتے مرتے ساری ذمہ داری شوہر پر ہے........ 245

خرچہ دینے میں کس کی حیثیت کا اعتبار ہو گا؟........ 247

عورتوں کی کمائی کھانا 248

جیب خرچ بھی دو 248

جو خرچ کرو گے؛ اس کا بدلہ پاؤ گے 249

گھر والوں کے لئے تھکنا........ 250

عورت کو حق ہے کہ وہ انکار کر دے 251

ہمارے اور اسلاف کے درمیان بڑا فرق 251

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ مشتبہ کھجور 252
اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرنی چاہیے 252
اکابر کا اہتمام 253
ایک ایک قطرہ کتنا قیمتی ہے 254
لوحِ دل پر نقش کرنے کی بات 255
حرام لقمہ کا نقصان 257
اس کی کوئی نماز قبول نہیں 258
ایک سوال 258
تب ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں 260
جواب 260
امام صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا مشتبہ سے احتیاط 262
حرام آلود غذا زہر سے زیادہ خطرناک ہے 263
حلال اور حرام کا طبعی اثر 264
اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ 264

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نیک عمل کی توفیق نہ ملنے کا ایک بڑا سبب 265
دیوبند کا گھسیارا 265
ایک مشتبہ لقمہ کا ایک ولی پر اثر 266
فطری اصول 267
اللہ والوں پر بھی اثر ہوتا ہے 267
تقویٰ کا نبھانا 268
تقویٰ کا ہیضہ 269
ماتحتوں کی نافرمانی کا ایک سبب 270
پانچ لاکھ روپے صدقہ کر دیے 271
اَلنَّفَقَةُ عَلَى الْعِيَالِ 273
جو کچھ بھی خرچ کروگے؛ اس کا بدلہ پاؤگے 274
کون سا خرچ افضل ہے؟ 274
نیت درست کرلیں 276
نیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے 277

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرق نیت سے ہوتا ہے 278
اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاناہی عبادت ہے.. 278
یہ بھی عبادت ہے.. 280
فرض کاثواب نفل سے زیادہ ہے.. 280
حدود کی رعایت ضروری ہے 281
ام المؤمنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) 282
بچوں کواپنے ساتھ کھانے بٹھاناچاہیے 283
حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصیحت اورحضرات ِصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین................ 284
حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) کے مناقب.. 286
مال جیسا آرہا ہے؛ویسا جا رہا ہے 287
جنت سے ایک بالشت دور جہنمی 288
ایک لقمہ پر بھی ثواب ہے.. 289
صحبت پرثواب 289
بیوی کے منہ میں لقمہ دینے پرثواب کیوں ؟ 290

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تونے سب سے عمدہ کام کیا 291

یہ صرف طلاق ہی نہیں ہے 292

ایسابیگانہ پن بھی کیا؟ 292

نیت درست کرلی جائے 294

بیکارلوگ 295

روپیہ خرچ کرنے سے گھٹنے والانہیں ہے 296

روپیہ بچانے والاخوش فہمی میں ہے حالانکہ... 297

کھڑکی کھولیے 298

اوپر والاہاتھ اورنیچے والاہاتھ 299

ایسی سخاوت مطلوب نہیں ہے 300

بہترین صدقہ 301

بچنے پر بچایاجائے گا 302

اَلْاِنْفَاقُ مِمَّا یُحِبُّ وَمِنَ الْجَیِّدِ 304

محبوب اورعمدہ چیزاللہ کے راستہ میں دو 305

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سلام پھیرنے کا انتظار نہ کیا 306

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا عمل 307

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کا واقعہ 309

حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کی زریں نصیحت 311

آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا؟ 312

دوسرے کے مال کی نگرانی 313

ایک حماقت 313

اصل بے وقوف تو یہ خود تھا 314

اللہ تعالیٰ طَیِّب چیز ہی کو قبول فرماتے ہیں 314

ہمارا مزاج 316

حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کا باغ 317

اپنا مال بڑوں سے خرچ کروائے 319

زہے عز و شرف 320

وُجُوبُ أَمْرِهٖ أَهْلَهٗ وَأَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ 321

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمۃ الباب.. 322

نفقۂ جسمانی اور نفقۂ روحانی... 324

تعلیم وتربیت... 325

تعلیم وتربیت کی ایک بہترین مثال 326

دعوتِ غوروفکر... 327

جیسے وہ فرض ہے ؛یہ بھی فرض ہے 328

کیاہمارادل ایساہی کڑھتاہے؟ 328

ہمارے زمانہ کاالمیہ 330

ہم سے بڑابے غیرت کون ہوگا... 332

ہماری فکریں کیاہیں ؟.. 332

میرے بعدتم کس کی عبادت کروگے؟ 333

ہمیں کیافکر رکھنی چاہیے؟ 334

آج ہمیں یہ منظربکثرت دیکھنے ملتاہے 335

دین پر کوئی زدتونہیں پڑرہی ہے... 336

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھوڑاسا بے دین ہو گیا ہے 336

تب ہی اثر ہو گا 337

وُجُوبُ أَمْرِهٖ أَهْلَهٗ وَأَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ 339

ماتحتوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ضروری ہے 340

حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) کے مناقب 341

بچوں کے ساتھ محبت کا مطلب 342

خاندانِ بنوہاشم کے لئے صدقات جائز نہیں 343

حضرت سلمان کی جانچ 344

موقع سے جو تعلیم دی جائے وہ بڑی مؤثر ہوتی ہے 345

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ یہی تھا 347

محبت تعلیم و تربیت سے آڑے نہیں آئی 348

بچے کی ذہن سازی کا طریقہ 349

غفلت سے باز آیا جفا کی 350

بچوں کو اپنے ساتھ کھانے بٹھایئے 351

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تین آداب 353

حضراتِ صحابہ کی ایک خصوصیت 354

ہر شخص ذمہ دار ہے 355

تربیت نہ کرنے پر سزا ہوگی 358

تعلیم وتربیت کی عمر 359

پھر اس سے چھٹی ملنے والی نہیں 360

پٹائی کے لئے بھی حدود متعین ہیں 361

اب ان کے بستر بھی الگ کردو 362

بچوں کو نماز سکھاؤ 363

میرے والد کا طرزِ تربیت 364

حاجی یوسف صاحب کا عجیب وغریب معمول 364

یہ بہانے بازیاں فضول ہیں 365

حَقُّ الْجَارِ وَالْوَصِیَّةُ بِهٖ 366

انسانی فطرت 367

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے 368
معاشرت 369
دین کے کل پانچ شعبے ہیں 370
اسلام کا اہم شعبہ 371
آیت کا ترجمہ و تفسیر 372
قریب اور دور کے پڑوسی 373
تین قسم کے پڑوسی 374
قرآن کی باریک بینی 374
پڑوسی کو وارث بناڈالیں گے 376
شوربہ میں پانی زیادہ ڈالو 377
ہنڈیا کی بھاپ بھی چغلی کھاتی ہے 378
میاں صاحب کا عجیب طرزِ عمل 379
ہمارے اکابر دوسروں کا کتنا زیادہ خیال رکھتے تھے 382
اللہ کی قسم !وہ آدمی مؤمن نہیں 383

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایمان کے جانچنے کا اصل معیار 384

ایک نرالی تعلیم 385

پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کا تقاضہ 387

پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچانا ایمان کا تقاضہ ہے 389

جب رہبر ہی رہزن بن جائے 390

پڑوسی کو راحت پہنچانے کی کوشش کرو 391

کون سے پڑوسی کا حق زیادہ ہے؟.. 392

بہترین پڑوسی 393

تو پڑوسی کے لئے کیسے پسند کروں ؟ 393

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اداریہ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ - أَمَّا بَعۡدُ:-

جب انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ رہتا ہے تو بے شمار مسائل بھی ساتھ ہی جنم لیتے ہیں،اس طرح مختلف انسانوں اور خاندانوں کے ساتھ رہنے ہی کو ہم ''سماج'' کہتے ہیں، اسی سماج کو قرآن کی زبان عربی میں ''معاشرہ'' کہا جاتا ہے۔اور مذہب اسلام نے معاشرت کے جو آداب انسانیت کو سکھائے ہیں وہ یقیناً کوئی اور مذہب کبھی بھی نہیں سکھا سکتا۔

ہمارے درمیان ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو عبادات کو بہت اہتمام سے ادا کرتے ہیں اور معاشرت کو یکلخت نظر انداز کر دیتے ہیں،عبادات والے پہلو میں فرائض کے علاوہ نوافل بھی خوب انجام دیتے ہیں اور معاشرت کے پہلو میں فرائض ہی سے پہلو تہی کی جاتی ہے، حالانکہ جس شریعت نے عبادات کا اہتمام سکھایا ہے،اسی شریعت نے معاشرت پر بھی زور دیا ہے۔

أفتؤمنون ببعض الكتاب...

''حدیث کے اصلاحی مضامین''کی اس جلد خامس میں جو مختلف عنوانات آپ کے مطالعہ میں آئیں گے،ان سب کو اگر ایک مجموعی عنوان دینا ہو؛تو شاید احکامِ معاشرت بہت موزوں ہو گا کیونکہ اس کا:-

(۱)پہلا عنوان ہے''یتیم اور لڑکیوں کے ساتھ نرم روی و مہربانی''

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(۲)دوسرا عنوان ہے”عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید“

(۳)تیسرا عنوان ہے”بیوی پر شوہر کے حقوق“

(۴)چوتھا عنوان ہے”اہل وعیال پر خرچ کرنا“

(۵)پانچواں عنوان ہے”محبوب اور عمدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا“

(۶)چھٹا عنوان ہے”تعلیم وتربیتِ اولاد“

(۷)اور ساتواں عنوان ہے”پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید“

حقوق کی دو قسمیں ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد۔حقوق اللہ میں اگر انسان سے کمی کوتاہی رہ جائے تو اسے معاف کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے،انسان اس کے سامنے روئے گڑگڑائے، دو آنسو گرادے؛وہ مَن جاتا ہے اور معاف فرما دیتا ہے۔لیکن جہاں تک بندوں کے حقوق کی بات ہے تو اسے جب تک خود صاحبِ حق بندہ معاف نہ کردے؛تب تک اللہ تعالیٰ بھی اس میں دخل اندازی نہیں کرتے،اس معنیٰ کر حقوق العباد والا پہلو بے حد اہمیت رکھتا ہے۔

انسان اگر چاہتا ہو کہ اس کا گھر جنت کا نمونہ بن جائے،محلہ اور پڑوس میں اپنائیت، پیارو محبت کی فضا قائم رہے،کسی نوع کا کھچاؤ،تناؤاور کشیدگی باقی نہ رہے، آدمی بلا جھجھک کہیں بھی چلا جائے،کہیں بھی ٹھہر جائے،کسی سے بھی مل لے؛تو یہ سب تبھی ممکن ہے جب مذکورہ بالا تمام مضامین پر سو فیصد عمل پیرا ہوا جائے،ورنہ مصیبتیں گھر ہی سے شروع ہو جاتی ہیں۔بیوی کو شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے شکایتیں ہیں۔جس بیوی کو اللہ تعالیٰ نے دلی سکون حاصل ہونے کا ذریعہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بنایا تھا وہی بے سکونی اور بے چینی کا سرچشمہ نظر آتی ہے، بیوی سے سکون تب حاصل ہوگا جب آپ اس کے ساتھ قرآن وحدیث کے مطابق برتیں گے،نہ کہ اپنی مرضی کے مطابق۔ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے: کتنی شرم کی بات ہے کہ انسان اپنی بیوی کو جانور کی طرح مارے اور جب اس کی ضرورت پڑے تو اسے لپٹا لے۔

حضور پرُنور (ﷺ) نے آدمی کی بہتری کا تھرمامیٹر یہ بتایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی اور اہلِ خانہ کے لئے اچھا ہو، وہ تم میں سب سے اچھا ہے۔انسان آج سب کے لئے اچھا ہے اور بیوی ہی کو خاطر میں نہیں لاتا، جس کی سفارش اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں فرمائی ہے: ان (بیویوں) کے ساتھ دستور کے مطابق سلوک کرو۔آج انسان بیوی کی نازبرداری (نخرے اُٹھانے) کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، جبکہ آنحضرت (ﷺ) اپنی چہیتی پاک بیوی حضرت صدیقہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو حبشیوں کا کھیل دکھاتے ہیں اور جب تک ان کا جی نہیں بھرجاتا تب تک آپ بنفسِ نفیس پردہ اور آڑ کے طور پر کھڑے رہتے ہیں۔

حضرت صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی باری میں دوسری پاک بیوی کے گھر سے کوئی پکوان آپ (ﷺ) کے لئے آتا ہے، حضرت صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی غیرت اسے برداشت نہیں کرپاتی اور وہ اس برتن کو زور سے ہاتھ مار کر گرادیتی ہیں، کھانا بھی گر جاتا ہے اور برتن الگ ٹوٹتا ہے، ایسے میں باوجود باندی کے موجود ہونے کے حضورِ پاک (ﷺ) خود گرا ہوا کھانا اُٹھاتے ہیں اور بجائے غصہ ہونے کے فرماتے ہیں ”تمہاری اماں کو غیرت آگئی“۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آیئے !اب ذراہر عنوان کوالگ الگ دیکھیں:-

﴿۱﴾”یتیم اورلڑکیوں کے ساتھ نرم روی ومہربانی“ :-اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے مخلوقات کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں،بے باپ کے بچوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنااور اپنی بیٹیوں سے شفقت کرنا بھی ان میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ کی دادودہش کا یہ عالم ہے کہ آپ صرف یتیم کے سرپر شفقت سے ہاتھ پھیر دیں تواس کے سر کے بالوں کے برابر نیکیاں ملتی ہیں، بیٹیوں کوپال کربڑاکردیا،اچھی تربیت کرکے شادی کردی، جنت میں جانے کاسامان ہوگیا،جس کے یہاں مسلسل لڑکیاں پیداہوں اسے بددل ہونے کی ضرورت نہیں ہے ،یوں سمجھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ جنت میں بھیجناچاہتے ہیں۔

مصنفِ کتاب نے حسبِ عادت موضوع کی مناسبت سے ۴/آیات اور ۱۳/روایات جمع فرمائی ہیں،حضرت اقدس دامت برکاتہم نے اس موضوع کے تحت خوب علمی فوائد،عملی نصائح اور روحانی نورانی باتیں ارشادفرمائی ہیں،ان کالطف پڑھ کرہی محسوس کیا جاسکتاہے۔

﴿۲،۳﴾”عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید“اور”بیوی پرشوہرکے حقوق“ یہ دونوں عنوانات ایک ساتھ جڑے ہوئے ہیں،امام نوویؒ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکیدوالے مضمون کومقدم رکھ کرقرآن کااتباع کیاہے،سورۂ بقرہ میں ارشادِ ایزدی ہے ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾یعنی جیسے بیویوں کے حقوق ہیں،ان کے ذمہ بھی (شوہر)کے حقوق ہیں۔جس میں شایداس طرف لطیف اشارہ فرمایاہے کہ ویسے تومیاں بیوی میں سے ہرایک کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسرے پر حقوق ہیں، لیکن شوہر کی ذمہ داری تھوڑی زیادہ ہے یہیں سے نازبرداری والی بات نکالی جاسکتی ہے جو آنحضور(ﷺ) نے عملی طور پر انجام دے کر بتائی جس کی کچھ تفصیل پیچھے گذری۔حاصل یہ ہے کہ مرد کو چاہیے کہ بیوی کی نازبرداری بھی کرے، صرف حقوق کی ادائیگی پر بس نہ کرے، اور یہ وہ نسخہ ہے جو دونوں کے آپسی تعلقات کو صرف قانونی اور (Formal) سے بڑھ کر خوشگوار اور پیار و محبت سے لبریز بنادیتا ہے، پھر گھر جنت کا نمونہ نظر آتا ہے، اور یہی وہ بات ہے جو دونوں کو ایک دوسرے سے ایسا بندھا ہوا رکھتی ہے کہ پھر دل میں کسی اور کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی، اور اسی سے ایک پاکیزہ سماج تعمیر ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت دامت برکاتہم کا یہ ارشاد شاید پہلے بھی کسی اداریہ میں لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترتیب یہ ہے کہ انسان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ تمہارے ذمہ فلاں کا یہ حق ہے؛ تم اسے ادا کرو۔اور ہمارا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہارے ذمہ میرا یہ حق ہے تم ادا کرو۔اور یہیں سے ساری بات بگڑتی ہے، ہر آدمی دوسروں سے اپنے حقوق مانگنے میں لگا ہوا ہے، اس کے ذمہ دوسروں کے کیا حقوق ہیں اس کی اسے کوئی پرواہ نہیں۔

اور معاشرہ کی اصلاح فرد کی اصلاح سے ہوتی ہے، کیونکہ معاشرہ کئی افراد کے باہم رہنے کا نام ہے، اگر ہر فرد اپنی اصلاح کرلے تو گویا پورا معاشرہ درست ہوگیا اور اصلاحِ معاشرہ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آج سے ہم یہ معلوم کرنا شروع کردیں کہ ہمارے ذمہ دوسروں کے کیا حقوق ہیں، اور انہیں ادا کرنے میں لگ جائیں۔دوسرا ہمارا حق ادا کرتا ہے یا نہیں، اس کی پرواہ ہی چھوڑدیں۔صحاح کی ایک حدیث میں صراحۃً یہ مضمون موجود ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آج کے دور کا ایک بڑا فتنہ غیر مقلدیت ہے،اس عنوان کے تحت غیر مقلدین کو منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔حضرت والا دامت برکاتہم نے فقیہانہ شان سے آسان پیرایہ میں تقلید کی حقیقت کو الہامی مثال دے کر ایسے دلچسپ انداز سے سمجھایا ہے جس کے مطالعہ سے دماغ کی گتھی سلجھ جاتی ہے،اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں۔

اس باب کی پہلی روایت کی تشریح قابلِ مطالعہ ہے جس سے قاری کے ذہن سے ان شاء اللہ بہت سی غلط فہمیاں دور ہوں گی۔

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے تحت بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت کے انمول نمونے آپ کو دیکھنے ملیں گے،اس کو ضرور پڑھیے اوراپنی زندگیوں میں اس کو جگہ دیجیے؛ تاکہ ازدواجی زندگی کی حقیقی خوشیاں پاسکیں۔

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ کی روایت کے ذیل میں حضرت دام مجدہٗ نے عورت کی قربانیوں کو نہایت مؤثرانداز میں پیش فرماکر مردوں کے لئے ایک چشم کشا حقیقت بیان فرمائی ہے،تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کو بیویوں پر کتنا اختیار حاصل ہے،اوروہ ان پر کتنا رعب چلاتے ہیں، حالانکہ اس صنفِ نازک کی خدمات اس قابل ہیں کہ ان کو خوب خوب سراہا جائے۔

ان دونوں عنوانات کے ذیل میں علامہ نوویؒ نے کل ۳/ آیات اور۱۶/ احادیث پیش فرمائی ہیں،جن میں سے ہر حدیث کے ذیل میں بہت سارے فوائدونصائح ہیں جو پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿۴﴾ ”اہل وعیال پر خرچ کرنا“:-بظاہر یہ دنیاکا دستور نظر آتاہے کہ انسان اپنے بیوی بچوں کا ذمہ دار ہے،ان کا روٹی کپڑااور مکان مرد کے ذمہ ہے اوراکثر لوگ اسے دستورِ دنیا سمجھ کر ہی نیکی کاکام سمجھے بغیرانجام بھی دیتے ہیں اورزندگی بھر لاکھوں روپیہ بیوی بچوں کے پیچھے خرچ کرنے کے باوجود آخرت میں وہ کسی بدلہ کے حقدار نہیں ہوتے۔اس مضمون کوپڑھنے سے ہمیں اندازہ ہوگاکہ یہ دنیاکادستوربعد میں ہے؛ شریعت کا حکم پہلے ہے۔شریعت نے باقاعدہ مرد پر ذمہ داری ڈالی ہے،اسے انجام دینے سے جہاں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتاہے،وہیں وہ فضائل کا مستحق بھی ہوتاہے۔اور اس کے دلائل اس مضمون کے تحت بیان ہوئے ہیں۔

بہت سی وہ باتیں جنہیں ہم مرد کی ذمہ داری سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ اس پر فرض نہیں ہیں،کچھ وہ چیزیں جن کاذمہ دارمردکونہیں سمجھاجاتالیکن وہ شریعت نے اس کے ذمہ رکھی ہیں،بعض وضاحت طلب امور ہیں مثلاًیہ کہ خرچ اعلیٰ دیاجائے،اوسط دیا جائے یاادنیٰ دیاجائے،اس کی تفصیلات ہیں،یہ ساری باتیں اس موضوع میں آگئی ہیں۔ علم میں اضافہ کرنےوالی چیزیں،غلط فہمیاں دورکرنے والے امورہیں،قرآن وحدیث سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ان سب باتوں کی توضیح وتشریح ہے۔المختصر !اسلامی شریعت وسنت کی وہ باتیں جن کو معلوم کرنے کے لئے سینکڑوں کتابیں کھنگالنی پڑتی ہیں اوربڑی باریک بینی اورحاضردماغی سے جن باتوں کوسمجھناپڑتاہے ؛وہ ساری باتیں”تیارحلوے“ کی طرح ہمیں گھربیٹھے حاصل ہورہی ہیں۔ فجزیٰ اللہ مرشدناعنا خیراً۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک بہت ہی اہم مضمون پورے اٹھارہ صفحات میں ضمناً آگیاہے، جوانتہائی توجہ سے پڑھنے اور عمل کئے جانے کاحق رکھتاہے؛اوروہ ہے حلال وحرام والا مضمون۔اس مضمون کو حضرت اقدس دامت برکاتہم نے جس تفصیل، وضاحت، سنجیدگی، فصاحت وبلاغت اور شفقت و محبت سے سمجھایاہے وہ اللہ تعالیٰ کا آنحضرت دامت برکاتہم کو خصوصی عطیہ ہے۔عمل کرکے اس کی قدر کی جائے؛تب بات ہے۔پہلے سے نیت کرکے پڑھیں توان شاء اللہ عمل کی توفیق بھی ضرور ہوگی۔

اس باب میں کل ۳/ آیات اور۸/ روایات ہیں،ان میں سے ایک روایت حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی ہے جس کا مضمون نہایت ہی قابلِ غورہے کہ مال کوبچابچاکر جمع کرنے والا مال بڑھانے کی فکرمیں لگاہواہوتاہے،حالانکہ روازنہ ایک فرشتہ بددعادیتاہے؛پھرمال میں برکت کہاں ہوگی؟

﴿۵﴾"محبوب اورعمدہ چیزکواللہ کے راستہ میں خرچ کرنا":-خرچ کی ابتداء اہلِ خانہ سے ہونی چاہیے۔ان کے حقوق ونوافل کی مکمل ادائیگی کے بعد دیگر مواقع میں خرچ کرنے کا مزاج ہوناچاہیے۔عمومی مزاج یہ ہے کہ جب ہمارے پاس کچھ چیزیں ہماری ضرورت سے زائدجمع ہوتی ہیں، کسی چیزکواستعمال کرتے کرتے دل اس سے بھر جاتاہے توخیال آتاہے کہ کسی کودیدی جائے،بالکل نہ خرچ کرنے سے تویہ اچھاہی ہے،لیکن شریعت ہمارا مزاج ایسا بنانا چاہتی ہے کہ ہم اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔

اس عنوان کے تحت بھی دیگرعناوین کی طرح اسلامی تعلیمات منفرد،ٹھوس اورنرالی ہیں۔اس کام کے لئے بندۂ مؤمن کومختلف طریقوں سے ابھاراگیاہے۔جذبۂ عمل کے ساتھ اگر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان فضائل کو سنا اور پڑھا جائے، نیز ایسے بندگان خدا سے خود کو وابستہ پیوستہ کیا جائے، جنھوں نے یہ وصف اپنے بزرگوں سے میراث میں پایا ہے، تو آہستہ آہستہ یہ وصف انسان میں آنے لگتا ہے۔ ہمیں جب کسی کی طرف سے (Second Hand) چیز ملتی ہے تو ہم جس تأثر سے دوچار ہوتے ہیں، ٹھیک وہی تأثر اس انسان کا بھی ہوتا ہے جسے ہم کوئی ایسی چیز دیتے ہیں۔ جو چیز ہم اپنے لئے پسند نہیں کرتے، وہ دوسرے کے لئے کیوں پسند کرتے ہیں؟ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان یہ بھی نہ کرے۔ بالکل نہ خرچ کرنے سے تو یہ بہتر ہی ہے۔ لیکن انسان کو ترقی کرنی چاہیے۔ دھیرے دھیرے ہمت جمع کر کے پسندیدہ (Fresh) اور (Packed) چیزیں بھی خرچ کرنے کی ابتداء کرنی چاہیے۔ اسلاف کی زندگیوں میں اس کی مختلف ترتیبیں ملتی ہیں جن سے حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ ان اوصاف میں سے نہیں ہے جو ایک مرتبہ کہنے سننے سے پیدا ہو جائے۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں۔

اس سلسلہ میں علامہؒ نے ۲/ آیتیں اور ۱/ روایت پیش کی ہے۔

﴿۶﴾ ’’تعلیم و تربیتِ اولاد‘‘:- یہ حضرت اقدس دامت برکاتہم کا شاید سب سے پسندیدہ عنوان ہے۔ اس مضمون کے تحت تقریباً ابتدائی ۱۴/ صفحات تو حضرت والا کے بیان پر مشتمل ہیں جو درحقیقت پورے مضمون کا لبِ لباب اور نچوڑ ہیں۔ ادارہ اس پر زیادہ کچھ لکھنے کے بجائے صرف اتنا لکھنے کو ترجیح دیتا ہے کہ اس مضمون کی ایک ایک سطر کو بغور پڑھ کر اس پر صد فیصد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عمل کریں۔بچوں سے لاڈپیار ضرور کرناچاہیے لیکن حد میں ہونا چاہیے۔یہ نہیں کہ آپ ان کی ہر جائزوناجائز فرمائش پوری کریں،کوئی آپ کی اولاد کو تنبیہ کرے تو آپ ان کی بیجا جانبداری کریں اورآپ اورآپ کی اولاد کے حقیقی خیر خواہ سے جھگڑامول لیں۔

اپنی تربیت بھی اللہ والوں سے کروائیں تاکہ ہماری خامیاں،نقائص وعیوب ہمارے بچوں اور ماتحتوں میں منتقل نہ ہوں،امام نوویؒ نےاس عنوان کے ذیل میں ۲/ آیات اور ۵/احادیث کے حسنِ انتخاب کا بہترین نمونہ پیش فرمایاہے ،حضرت دامت برکاتہم نے ترجمہ و تشریح فرمائی ہے۔

{۷}"پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید":-مذہبِ اسلام کی جامعیت ومانعیت کا یہ ایک نمونہ ہے کہ انسان کوبیوی بچوں کے علاوہ پڑوسی کے بھی حقوق بتائے،اس کے ساتھ اچھاسلوک کرنے کا حکم دیا،ادنٰی درجہ یہ ہے کہ اس کوہم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

ہمارے اسلافِ عظام نے شریعت کی اس تعلیم پر کتنی باریکی سے عمل کیا، معاشرت کی کیااہمیت ہے،قرآنی ونبوی ارشادات کوبزرگوں کےواقعات سےحضرت دام مجدہم نے سمجھایا ہے،علماءِ دیوبندکے واقعات پڑھنے سے دل ان کی عظمت وعقیدت سے لبریز ہوجاتا ہے۔اس باب میں کل ۱/آیت اور۹/احادیث لائے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ابوزاہر

۸/ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ

۱۷/ ۱۰/ ۲۰۱۰ شب یکشنبہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مُلَاطَفَةُ الْيَتِيمِ وَالْبَنَاتِ

(مجلس ۱)

یتیم اور بچیوں کے ساتھ مہربانی

مجلس (۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اقتباس

(۱)اس باب میں خاص طور پر جن افراد کو شمار کیا گیا ہے ان میں یتیم لڑکیاں، تمام کمزور مسکین وشکستہ دل لوگ ہیں؛ان تمام انواع کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے، بھلائی و احسان کا سلوک کرنا چاہیے،شفقت کا معاملہ کرنا چاہیے، تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آنا چاہیے، بلکہ ان کے سامنے بچھ جانا چاہیے۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جو یتیم ہوتا ہے، لوگ اس کے مال وجائداد پر قبضہ کر لیتے ہیں اس کے حقوق مارنے کی کوشش کرتے ہیں،جو آتا ہے اس کے ساتھ زیادتی کرتا ہے، اس پر تسلط جمانے کی،اس پر غالب آنے کی اور اس پر چڑھ بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔باری تعالیٰ نبی کریم(ﷺ) کو خطاب فرماتے ہیں اورآپ کے واسطے سے پوری امت کو یہ تعلیم دی جارہی ہے،اور جو شخص یتیمی کے دور سے گذرچکا ہو،اس کو اگر کہا جائے کہ بھائی!یتیموں کے اوپر چڑھ مت بیٹھو، اس کے ساتھ زیادتی مت کرو؛تووہ اس کی اہمیت کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔

(۲)نبی کریم(ﷺ) کی جب بعثت ہوئی اس وقت لڑکیوں کے ساتھ جو نازیبا اور ناروا سلوک کیا جاتا تھا وہ ناقابلِ بیان ہے، قرآنِ پاک میں اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے کہ ان میں سے کسی کو جب بچی کی پیدائش کی خوش خبری سنائی جاتی ہے تو یہ سن کر ان کا چہرہ کالا پڑجاتا ہے اور وہ اپنے دم کو اندر ہی اندر گھٹتا ہوا محسوس کرتا ہے۔اوروہ اپنی قوم سے منہ چھپائے پھرتا ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گویااس کولوگوں کے سامنے آتے ہوئے شرم آتی ہے اور پھر سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ اس بچی کو اپنے گھر میں رہنے دے یا مٹی میں دبا دے اور زندہ دفن کر دے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔ أما بعد:-

أعوذ باللہ من الشّیطان الرّجیم ۔ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الحجر ۔۸۸)

وقال اللہ تعالیٰ: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ (الکھف ۔ ۲۸)

وقال اللہ تعالیٰ: فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ‌وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۔ (الضحیٰ ۔۹،۱۰)

وقال اللہ تعالیٰ: أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۔ (الماعون)

عنوان کا خلاصہ

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے باب کا نیا عنوان قائم کیا ہے ﴿مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ وَالْبَنَاتِ﴾ یتیم کہتے ہیں اس بچے کو جس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو، چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی؛ بشرطیکہ وہ نابالغ ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب تک کہ وہ نابالغ ہے وہاں تک شریعت نے اس کو یتیم کہا ہے اور جب بالغ ہوجائے گا توپھراس کویتیم نہیں کہیں گے،چاہے لوگ اس پرلفظ یتیم بولیں، لیکن حدیث ِپاک میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نےارشاد فرمایا﴿لایتم بعداحتلام (ابوداود شریف۔۲۸۷۳)﴾بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ہے۔اس لئے وہ نابالغ بچہ جس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو؛اس کو یتیم کہا جائے گا، اوروہی بچہ جب بالغ ہوگیا تواب وہ یتیم نہیں رہا۔

دوسرا لفظ ہے[اَلْبَنَات]چونکہ زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا تھا، گویالڑکیوں کووہ اپنے لئے عیب سمجھتے تھے،اگرکسی کے یہاں بچی پیداہوئی تواس کا کیا حال ہوتا تھاقرآنِ پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا نقشہ کھینچا ہے ﴿وَاِذَابُشِّرَ اَحَدُھُمۡ بِالۡاُنۡثٰی ظَلَّ وَجۡھُہٗ مُسۡوَدًّاوَّھُوَ کَظِیۡمٌ.یَتَوَارٰی مِنَ الۡقَوۡمِ مِنۡ سُوۡٓءِ مَابُشِّرَ بِہٖ.اَیُمۡسِکُہٗ عَلٰی ھُوۡنٍ اَمۡ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ﴾ان میں سے جب کسی کو بچی کےپیدا ہونے کی بشارت سنائی جاتی ہے تواس خبر کو سن کراس کاچہرہ مارے شرم اورغیظ کےکالاہوجاتاہے، اوروہ اپنے غصہ و ناراضی کودباتاہے،آج کل کی زبان میں کہیں تووہ اپ سیٹ(upset) ہوجاتاہے۔گویاوہ اپنے آپ کوسنبھالنے کی کوشش کرتاہے۔ساتھ ہی ساتھ اس خبرپراس کواتنی زیادہ شرم آتی ہے،اوروہ ایسی عار محسوس کرتاہے کہ لوگوں سے اپنا منہ چھپاتاپھرتا ہے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔گویاکوئی بہت بڑا جرم کیاہو۔پھروہ اس لڑکی کے متعلق یہ سوچتاہے کہ اس ذلت کے ساتھ کیااس لڑکی کو زندہ رہنےدےیاپھر مٹّی کےاندردبادے؟ باری تعالیٰ نے لفظ استعمال فرمایا﴿یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ﴾ ''دسَّ، یدُسُّ'' کامعنیٰ ہے کسی کو دبا دینا۔زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب بچی پیدا ہوتی تھی تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسے زندہ در گور کر دیا جاتا تھا، گویاوہ ایسامعاشرہ تھاجس میں بچیوں کے ساتھ اوریتیموں کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا تھا، یتیم بچے کے حقوق مارے جاتے تھے۔ آج بھی ہمارے سماج میں ایسا ہی ہوگیا ہے، یتیموں اور بچیوں کے ساتھ نارواسلوک ہوتاہے ،اسی لئے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے عنوان میں بچی کو بھی پیش کیا۔

﴿وَسَائِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُنْكَسِرِيْنَ﴾ پچھلے باب میں گذر چکاہے کہ کمزور سے کیا مراد ہے۔ جسمانی، مالی، یاعہدہ ومنصب کسی بھی کے اعتبار سے کمزوری ہو، تمام کمزوروں، مسکینوں اور منکسرین یعنی شکستہ حال وشکستہ دل لوگوں کے ساتھ ملاطفت اور نرمی کا معاملہ کرنا اور اچھا سلوک کرنا۔

یہاں نرمی کے ساتھ بات کرنے کے لئے کہاگیا،اس لئے کہ عام طورپر ایسوں سے جب باربارملناہوتاہے توان کودیکھ کرطبیعت میں طیش آجاتاہے،اوربلاوجہ ان پر ناراض ہوتے ہیں اورغصہ کرتے ہیں جیسے کوئی غریب مانگنے آگیاتوبس تیوری ہی چڑھ جاتی ہے۔اسی طرح بعض لوگوں کاحال ہوتا ہے کہ لڑکی جب سامنے آتی ہے تو اس کو دیکھ کرغصہ ہوجاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتاہے کہ گویااس بے چاری نے کوئی جرم کر دیاہے۔اس لئے پہلی بات تو یہ بتلائی کہ ایسوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے،اورمزید ترقی کرتے ہوئے کہا ﴿وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ﴾ ان کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرو۔یہ ایک قدم اور آگے ہے کہ ان پر محبت و شفقت کا معاملہ ہو﴿وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ﴾اور آگے بڑھ کر کہا جارہا ہے کہ ان کے ساتھ تواضع و انکساری کا سلوک کرنا۔بہت سے لوگ نرمی سے بھی پیش آتے ہیں اوراحسان بھی کرتے ہیں لیکن ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے ساتھ تواضع کیا معنیٰ رکھتا ہے؟﴿وَخَفِضِ الْجَنَاحَ لَهُمْ﴾یہ اور آگے کی چیز ہے کہ ان کے لئے بازو کا جھکانا، گویا ان کے لئے اپنے آپ کو بچھادینا، جیسے وہ ان کے لئے بچھتے ہیں، یہ بھی ان کے لئے بچھ جائیں۔

اس باب میں خاص طور پر جن افراد کو شمار کیا گیا ہے ان میں یتیم لڑکیاں، تمام کمزور، مسکین وشکستہ دل لوگ ہیں؛ان تمام انواع کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے، بھلائی و احسان کا سلوک کرنا چاہیے،شفقت کا معاملہ کرنا چاہیے، تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آنا چاہیے، بلکہ ان کے سامنے بچھ جانا چاہیے۔

مومنین کے سامنے بچھ جایئے

آگے قرآنِ پاک کی آیتیں اور احادیث پیش کرتے ہیں﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾یہ ایک آیت کا آخری ٹکڑا ہے،اس میں باری تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم(ﷺ) کو خطاب کرکے کہا گیا۔پوری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ مختلف قسم کے مشرک: یہود ونصاریٰ، مشرکین وہنود،اللہ ورسول کو نہ ماننے والے اور ایمان نہ لانے والے؛ان سب پر دنیا کی زیب وزینت کھول کر رکھ دی ہے اور ان کو نوازر کھا ہے،آپ ان کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی نہ دیکھو۔ پھر فرمایا کہ ایمان والوں کے سامنے آپ اپنے بازو کو جھکا دیجیے اوران کے سامنے بچھ جایئے۔ ﴿للمؤمنين﴾ ایمان والوں میں سب آگئے، چاہے یتیم ہوں، کمزور ہوں، مسکین ہوں؛سب ہی اس میں آگئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ﴾ والی آیت اگلے باب میں آچکی ہے اور اس کی تفصیل بھی وہاں گذر چکی ہے۔

کسی یتیم پر چڑھ مت بیٹھیے

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باری تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر خطاب کر کے کہا گیا ﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پایا تو آپ کو پناہ دی ، آپ کو مال و دولت کا ضرورت مند اور محتاج پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا۔اسی پر آگے آپ کو تاکید کی جا رہی ہے﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ ''قَهَر''کا معنیٰ کسی کے اوپر مسلط ہو جانا، غالب آجانا اور چڑھ بیٹھنا۔تو معنیٰ ہوئے کہ آپ کسی یتیم پر چڑھ مت بیٹھیے۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جو یتیم ہوتا ہے، لوگ اس کے مال وجائداد پر قبضہ کر لیتے ہیں،اس کے حقوق مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔جو آتا ہے اس کے ساتھ زیادتی کرتا ہے، اس پر تسلط جمانے ، اس پر غالب آنے اور اس پر چڑھ بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔تو باری تعالیٰ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خطاب فرماتے ہیں اورآپ کے واسطے سے پوری امت کو یہ تعلیم دی جارہی ہے۔پہلے آپ کو اپنی یتیمی یاد دلائی گئی کہ اے نبی ! آپ تو یتیمی کا دور دیکھ چکے ہیں اورجو آدمی کسی حالت سے گذرچکا ہو اس کو بخوبی معلوم ہوتا ہے اور اس کو اس سلسلہ میں کوئی بات کہی جاتی ہے تو اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔جو شخص یتیمی کے دور سے گذر چکا ہو،اس کو اگر کہاجائے کہ بھائی!یتیموں کے اوپرچڑھ مت بیٹھو،اس پر غالب نہ آجاؤ،اس کے ساتھ زیادتی مت کرو۔تووہ اس کی اہمیت کوبہت اچھی طرح سمجھتاہے۔گویاباری تعالیٰ نے نبی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کریم (ﷺ) کو خطاب فرما کر پوری امت کو اس بات کی تعلیم دی کہ یتیموں پر چڑھ مت بیٹھیو، ان کی حق تلفی نہ کیجیو، اور ان کی جائیداد پر قبضہ نہ کرلیجیو، ان کے حقوق نہ ماریو۔

سوال کرنے والوں سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں

﴿وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ اور سوال کرنے والے کو جھڑکیے مت۔ ''نَهَرَ، يَنْهَرُ'' کا معنیٰ جھڑکنا۔ سائل سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک تو یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی ضرورت کی وجہ سے مال کا سوال کرتا ہے اور مانگتا ہے تو اس کو جھڑکا نہ جائے، اگر آپ کے پاس ہے تو دیجیے اور اس کی ضرورت پوری کیجیے، اور اگر آپ کے پاس نہیں ہے اور اس کی ضرورت پوری نہیں کرسکتے تو کم از کم اچھے الفاظ کہہ اس کو رخصت کردیجیے، اس کے ساتھ ناروا سلوک کرنے اور اس کو جھڑکنے اور ڈانٹنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

بلکہ سائل کے متعلق تو حدیثِ پاک میں یہاں تک آتا ہے کہ سوال کرنے والے کا تم پر حق ہے ﴿وَإِنْ جَاءَ عَلَىٰ فَرَسٍ (ابوداود شریف۔۱۶۶۵)﴾ چاہے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔ جیسے آج کل اگر کوئی آدمی ماروتی کار میں بیٹھ کر آوے یا موٹر بائک پر سوار ہو کر مانگنے کے واسطے آوے، تو سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے کہ سواری پر آیا ہے اور سوال کرتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں اعلیٰ سواری گھوڑا ہی تھا، اس لئے نبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر سوال کرنے آیا ہے تب بھی اس کا تم پر حق ہے، اس نے آپ سے مانگا ہے تو

اس کو دیجیے، اس لئے کہ کیا ضروری ہے کہ وہ گھوڑا اسی کا ہو۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کسی سے مانگ کر لایا ہو۔ آپ اس کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر فیصلہ نہ کیجیے۔

یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سفر میں نکلا ہو اور اس کا مال چوری ہو گیا ہو۔ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی صاحبِ حیثیت ہے، لیکن سفر کر رہا تھا اور ٹرین میں اس کا سب سامان چوری گیا، پیسے بھی گئے، بلکہ نائٹ ڈریس پہن کر سویا تھا، صرف وہی سوٹ بدن پر رہ گیا۔ کبھی ایسے حالات حوادث کے موقعوں پر پیش آتے ہیں کہ جو لوگ کل تک دینے والے تھے وہ آج لینے والے ہو جاتے ہیں، اس لئے شریعت نے اصولی طور پر ایک تعلیم دی ہے کہ آپ کو اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کو مانگنا چاہیے یا نہیں، بلکہ جب آپ کے پاس آیا اور ہاتھ پھیلایا، تو اب آپ پر حق ہو گیا کہ اس کو دیجیے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ آپ لاکھ دو لاکھ روپے دیجیے، یا وہ ہزار کا مطالبہ کر رہا ہے، تو آپ ہزار ہی دیں، اگر وہ تعین کرتا ہے تو وہ اس کی زیادتی ہے، جیسے بعض مانگنے والے کہتے ہیں کہ بھائی! سو روپے کا سوال ہے، اس سے کم لئے بغیر نہیں جائیں گے، تو ان کو بھی شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بس! آپ تو اپنی حیثیت کے مطابق دے دیجیے، باقی آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ اس سے اُلجھیں، اس کو جھڑکیں اور ڈانٹیں، اگر آپ کے پاس دینے کے لئے نہیں ہے تو محبت کے ساتھ اس کو رخصت کر دیجیے، اس کے بعد بھی وہ نہیں جاتا تو آپ کو اس سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر آپ ان کو نہ دیں تو زور زور سے کہتے ہیں کہ دیکھو تو سہی، اتنا بڑا مکان ہے، اور صرف دو روپے ہی دیتے ہیں، صاحبِ مکان بھی بے چارہ شرمندہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوجاتاہے۔ایسے سائل کے ساتھ اُلجھناتواپنے آپ کواورزیادہ رسوا کرنا ہے،اسلئے آپ اپنا کام کرکے اس سے علاحدہ ہوجایئے۔بہر حال!سوال کرنے والے کونہ جھڑکیے۔

اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی آدمی کسی عالم اور جاننے والے سے کوئی علمی سوال کرتاہے تو اس کو بھی چاہیے کہ اس کو نہ جھڑکے، اگراس کی بات جواب دینے کے قابل ہےتو جواب دیدے ،اور اگر اس قابل نہیں ہے تو محبت سے سمجھا کر کے رخصت کر دے۔

بہر حال!یہاں یتیم کاتذکرہ کیاگیاہے کہ وہ کمزورومسکین ہوتاہے،اس لئے اس سے نرمی سے پیش آناچاہیے۔اور سائل کو جھڑکنے سے منع کیاگیاہے،اس لئے کہ وہ بھی کبھی کمزور اور مسکین ہوتا ہے۔

یتیموں کودھکے دینا کافروں کاکام ہے

باری تعالیٰ کا ارشادہے﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾آپ نےاس کو دیکھاجو اللہ تعالیٰ کی طرف سےبدلہ دئے جانے والے دن کو جھٹلاتا ہے۔ہم سورۂ فاتحہ میں پڑھتے ہیں ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾روزِ جزا ، بدلے کے دن یعنی قیامت کے دن کامالک ہے۔توظاہر ہے کہ جو آدمی اس بات کا یقین و ایمان رکھتا ہو کہ دنیامیں جوکچھ کیا ہے اگراچھا کیاہے تو،اور براکیاہے تو؛سب کا بدلہ کل قیامت کے روزملنے والاہے،تووہ آدمی کوئی بھی کام کرنےسےپہلے سومرتبہ سوچے گا،اورایسا آدمی کبھی بھی کوئی کام ناعاقبت اندیشی سےنہیں کرے گا۔اسی لئے حضور(ﷺ) سے کہاجا رہا ہے کہ آپ نے اس کو دیکھا جو بدلے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے دن کا انکار کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت میں اعمال کا بدلہ ملنے والا ہے اس کو نہیں مانتا۔ یہ ایک مشرک تھا جس کا نام کتابوں میں عاص بن وائل بتلایا گیا ہے۔

﴿فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی ہے وہ شخص جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر لوگوں کو ابھارتا نہیں ہے۔ گویا اس کی یہ سب حرکتیں ہیں۔ یہاں تو اس برے وصف کی وجہ سے یہ آیت پیش کی ہے کہ وہ یتیم کو دھکے دیا کرتا تھا۔ لہٰذا ایک ایمان والے کو چاہیے کہ ایسے اوصاف سے اپنے آپ کو بچائے۔

جیسے کہ تین باتیں منافق کی نشانیاں اور علامت بتلائی گئی ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور امانت میں خیانت کرے۔ گویا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ یہ تین باتیں مؤمن کی شان کے خلاف ہیں اور منافقوں کے کام ہیں، یہ کہہ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) امت کو تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ مؤمن کو چاہیے کہ ان تین کاموں سے اپنے آپ کو بچائے، اس لئے یہ ایمان والوں کے کام نہیں ہیں۔ جیسے بچوں کو سمجھاتے ہیں کہ بیٹا! یہ ہمارا کام نہیں ہے، اسی طریقہ سے اہلِ ایمان کو تعلیم دینے کے لئے ایک اندازیہ بھی اختیار کیا گیا کہ یتیم کو دھکے دینا تو کافروں کا کام ہے، اگر کوئی آدمی مسلمان ہو کر ایسا کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اگرچہ ایمان سے نہیں نکلتا، لیکن اس کی یہ حرکت ایمان کا تقاضہ نہیں ہے۔

اور ایک وصف یہ ہے کہ مساکین کو کھلانے پر ابھارتا نہیں ہے، یعنی خود تو اتنا بخیل ہے کہ کھلاتا نہیں ہے لیکن دوسروں کو بھی کھلانے پر ترغیب نہیں دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جیسے یتیموں اور غریبوں کو خود کھلانا نیکی کا کام ہے اسی طرح دوسروں کو ان امور کی طرف متوجہ کرنا اور ترغیب دینا بھی بڑی نیکی کا کام ہے۔

اب اس سلسلہ میں روایتیں پیش کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) کے مناقب

حدیث ۲۶۰

عن سعد بن أبي وقاص (رضی اللہ عنہ) قال: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) سِتَّةَ نَفَرٍ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ لِلنَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم)، أُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِئُونَ عَلَيْنَا، وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ، وَرَجُلَانِ لَسْتُ أُسَمِّيهِمَا، فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) مَا شَآءَ اللهُ أَنْ يَّقَعَ، فَحَدَّثَ نَفْسَهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تعالى: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ۔

ترجمہ:۔حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم چھ آدمی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے، مشرکین نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ ان کو یہاں سے نکالئے، ہم ان کو اپنے خلاف جرأت کا موقع نہیں دیں گے۔ایک تو مَیں تھا، ایک ابن مسعود تھے، قبیلہ ہُذیل کے ایک آدمی تھے، ایک حضرت بلال تھے اور دو آدمی اور تھے مَیں ان کا نام نہیں لیتا۔نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں بھی وہ بات آگئی جو اللہ تعالیٰ نے سجھائی تو آپ نے جی میں کہا کہ ٹھیک ہے۔تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے نبی! آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو نہ ہٹایئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے والے ہیں ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو بیک وقت ایک ہی مجلس میں حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنت کی بشارت سنائی تھی۔ دیکھئے! جنت کی بشارت دوسرے صحابہ کے متعلق بھی ہے۔لیکن جن کو عشرۂ مبشرہ کہا جاتاہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی موقعہ پرایک ہی مجلس میں کسی مناسبت سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان دس حضرات کا نام لے کرجنت کی بشارت سنائی تھی۔توحضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اورقبیلہ بنوزہرہ سے ان کا تعلق ہے ،اوراسی قبیلہ سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کا تعلق بھی ہے،اسی لئے ان کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماموں یعنی رشتہ کے ماموں بھی کہاجاتاہے،ماں جس خاندان سے ہوتی ہےاس خاندان کے تمام مرد اس بچہ کے ماموں کہلاتے ہیں،بڑے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو شروع میں اسلام لائے تھے،ان کے اور بھی فضائل ہیں۔

خیر!حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم چھ آدمی حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے۔یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہے،یہ چھ آدمی کون تھے،آگے ان ناموں کو بتلارہے ہیں کہ ایک تومَیں تھا،ایک ابن مسعود تھے، قبیلۂ ہذیل کے ایک آدمی تھے، ایک حضرت بلال تھے اوردوآدمی اور تھے لیکن مَیں ان کانام نہیں لیتا۔بعضوں نے کہا کہ وہ حضرت ابو بکراور حضرت عمرتھے۔توہم چھ آدمی تھےاورسب ایسے تھےجوظاہری اعتبار سے زیادہ مال و دولت کے حامل نہیں تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انسان بھی جانور ہے

دیکھئے ! ایک بات یادرہے کہ ہمیشہ سے یہ سلسلہ چلا آرہاہے کہ دنیاکے اندر مال و دولت اورظاہری اسباب و سامان کوزیادہ اہمیت دی گئی ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، انسان کی ایک حیثیت توجاندار ہونے کی ہے جیسے انسان جان رکھنے والاایک جسم ہے ایسے ہی دوسرے جانور بھی ہیں۔اورایک جاندارہونے کی حیثیت سے جوضرورتیں دوسرے جانداروں کو پیش آتی ہیں؛وہی ساری ضرورتیں انسان کوبھی پیش آتی ہیں۔یہ اوربات ہے کہ انسان اپنی ان ضرورتوں کوپورا کرنے کے لئے بہت ترقی کئے ہوئے ہے،باقی تمام جاندار بھی ان ضرورتوں کوپوراکرتے ہیں۔ایساکونساجاندارہے جس کوکھانے،آرام کرنے اور قضائے حاجت کی ضرورت نہیں پڑتی؟تمام جاندارچاہے بیل بھینس ہوں چاہے پالتو جانورہوں یاجنگلی ہوں؛سب کویہ ضرورتیں پیش آتی ہیں۔توانسان کی ایک حیثیت تو جاندارہونے کی ہے۔اور دوسری حیثیت اس کی انسان ہونے کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ و نائب ہونے کی ہے۔

اب قدیم زمانہ سے دنیامیں بسنے والے انسانوں میں اکثریت (majority) ایسے لوگوں کی ہےجویوں سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی کا نصب العین اور مقصدہی یہ ہے کہ جو ضرورتیں ایک جاندارہونے کی حیثیت سے ہیں؛بس ان ہی کوپوراکرناہے۔چنانچہ ان ضرورتوں کوپوراکرنے کےلئےوہ خوب محنت و مشقت اٹھاتے ہیں اوران ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جو اسباب مہیاہونے چاہئیں،مال و دولت اور دوسرے ساز و سامان وغیرہ انہیں کوجمع کرنے کی فکر کرتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں،اورجب وہ سارے اسباب میسر آجاتے ہیں تو وہ یوں سمجھتے ہیں کہ اب ہم نے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کر لیا،اور پھر اسی پیمانے پر لوگوں کوناپنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس کے پاس مال ودولت اورضرورتیں پورا کرنے کے اسباب و سامان زیادہ ہیں؛انہیں کو وہ اہمیت دیتے ہیں۔

انسانیت کے اصل جوہر

حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیاکے اندرانسان کوان ضرورتوں کے واسطے نہیں بھیجا طبعی ضرورتیں ہونے کی وجہ سے ان کاپوراکرناضروری ہے اوران کو پورا کرنے کے لئے انسان کوکوشش کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت بھی دی ہے،لیکن انسان کو پیدا کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے،بلکہ انسان کی انسانیت کے اصل جوہر ایمان و یقین، اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ ہیں، دراصل یہی وہ چیزیں ہیں جوانسان کے انسانیت والے جوہر کو جِلا بخشتی ہیں اوران کی وجہ سے انسانیت کی ترقی ہوتی ہے۔توانسان ہونے کی حیثیت سے یہی اوصاف حاصل کرنا مقصدِزندگی ہے،اسی لئے قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کس کامرتبہ ومقام کیا ہے؟﴿اِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللهِ أَتْقَاکُمْ﴾وہاں یہ نہیں دیکھاجائے گا کہ کس کے پاس مال و دولت زیادہ ہے، زندگی کے اسباب،سازوسامان اور راحت کی چیزیں زیادہ ہیں،کس کے پاس بنگلہ ہے، کس کے پاس فیکٹری ہے،کس کے پاس کاریں ہیں؛بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اورباعزت وہ ہے جواللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والااور گناہوں سے بچنے والاہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اخلاق کا تعلق قلب سے، اور ظہور افعال سے

اخلاق کا تعلق تو آدمی کے قلب سے ہے، تواضع وانکساری اور دوسرے جتنے بھی اخلاق ہیں ان تمام کا تعلق دل سے ہے، اوران کا ظہور آدمی کے اعمال سے ہوتا ہے، جیسے سخاوت ہے، یہ صفت آدمی کے چہرے پر یا اس کی پیشانی پر اورہاتھ پر نظر نہیں آئے گی بلکہ وہ تواس کے دل کی ایک صفت ہے، اوراس سخاوت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مال کو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خوب خرچ کرتا ہے، روکتا نہیں ہے، جہاں جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں اس کے خرچ کرنے میں ذرّہ برابر بھی تامل نہیں کرتا، تو سخاوت دل کا وصف ہے اور اس کا صدور مال خرچ کرنے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح بہادری کا وصف ہے جو قلب کے اندر رکھی ہوئی ایک خوبی ہے، جس کا ظہور افعال سے ہوتا ہے۔ میدانِ جہاد میں جب جان کی بازی لگاکر اسلام کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھلاتا ہے اُس وقت لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ فلاں کے اندر اتنی بہادری ہے۔ اسی طرح دوسرے اوصاف تواضع و انکساری، ایمان ویقین وغیرہ کا بھی حال ہے، یہ سب نظر آنے والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ جب اس سے افعال صادر ہوتے ہیں تو ان کو دیکھ کر لوگ فیصلہ کرتے ہیں کہ فلاں کے اندر کتنا ایمان و یقین مضبوط ہے۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ جن صفات پر اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت ملتی ہے وہ لوگوں کے اندر چھپی ہوئی ہیں، ان کا فیصلہ ظاہری حالت کو دیکھ کر نہیں کیا جاسکتا مثلاً ایک آدمی ظاہری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اعتبار سے کمزور ہے،اس کے کپڑے پھٹے پرانے اورمیلے کچیلے ہیں، ہیئت ٹھیک نہیں ہے،چہرہ حسین وجمیل نہیں ہے،تواس کامطلب یہ تونہیں ہے کہ وہ اوصاف جو عنداللہ مقبولیت کا مدار ہیں وہ بھی اس کے اندر نہیں پائے جاتے۔ہوسکتاہے کہ جس کے کپڑے بہت زیادہ اجلے اور استری کئے ہوئے ہیں اورچہرہ بھی زیادہ حسین وجمیل ہے،اُس آدمی کے مقابلہ میں اِس میں یہ اوصاف زیادہ موجودہوں۔اسی بات کویہاں بتلاناچاہتے ہیں کہ کسی کی ظاہری حیثیت دیکھ کر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک خاص علامت

اورہمیشہ سے ایساہوتارہاہے کہ نبی کی دعوت کو قبول کرنے والے شروع میں اسی طرح کےلوگ رہے ہیں،اوراخیر میں جب پانی سرسے اوپرجاتاہے توپھرسب آتے ہیں لیکن اولین وہلہ میں غرباء اورمساکین قسم کے لوگ ہوتے ہیں،بلکہ یہ تو صداقت کی خاص علامت سمجھی گئی ہے۔بخاری شریف میں روایت ہے کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب دنیاکے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے تو روم کے بادشاہ ہرقل کو بھی ایک خط لکھاجس میں آپ نے اس کواسلام کی دعوت دی،قیصرِ روم اپنے زمانہ کاکتبِ سابقہ کابڑا عالم بھی تھا،اس زمانہ میں دینِ نصاریٰ کاجو سب سے بڑا پادری تھا،قیصرِ روم بھی اسی جیسا بڑا عالم تھا۔جب اس کو یہ بتایاگیاکہ تمہارے نام ایک آدمی نے ایک خط بھیجا ہے جویہ کہتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے اور وہ اپنے آپ کواللہ کے بھیجے ہوئے نبی و رسول بتاتے ہیں تواس نے وہ خط کھولا نہیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بلکہ پہلے پوچھا کہ جس نے یہ خط بھیجا ہے کیا اس کے حالات سے واقفیت رکھنے والے کچھ لوگ ہمارے علاقہ میں ہیں؟ اس وقت وہ بیت المقدس کی زیارت کو آیا ہوا تھا۔ لوگوں نے بتلایا کہ ملکِ شام میں عرب سے تجارتی قافلے آتے ہی رہتے ہیں، ہم تلاش کرتے ہیں۔ اتفاق کی بات کہ وہ زمانہ صلحِ حدیبیہ کے بعد کا تھا اور ابوسفیان جو اس وقت مکہ کے سردار تھے اور اسلام کے خلاف جو قوتیں اُس وقت سرگرمِ عمل تھیں ان سب کے رئیس بھی وہی تھے، جیسے آج کل امریکہ کا کلنٹن ہے۔ آج کل اسلام کے خلاف جتنی قوتیں سرگرمِ عمل ہیں ان میں نمبر اول پر امریکہ ہے۔ تو اُس وقت ابوسفیان کی حیثیت بالکل مدِمقابل کی تھی، اور وہی ایک تجارتی قافلہ لے کر وہاں گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک قافلہ آیا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کو بلاؤ۔ ان کو بلایا گیا اور چونکہ ہرقل عربی زبان نہیں جانتا تھا اس وجہ سے ترجمان (દુભાષ્ય') کے ذریعہ سے ان کے ساتھ بات چیت کی، ابوسفیان کو آگے بٹھایا اور دوسرے ساتھیوں کو پیچھے بٹھایا اور ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو! مَیں ان سے کچھ سوالات کروں گا، اگر یہ غلط بات کہیں تو مجھے بتادینا۔ اس نے کئی سوالات کئے، ایک سوال یہ کیا کہ ان پر ایمان لانے والے کون ہیں؟ قوم میں جو کمزور سمجھے جاتے ہیں وہ ہیں، یا رؤسا اور بڑے لوگ ہیں؟ ابوسفیان نے کہا کہ ہم میں جو گھٹیا اور کمزور قسم کے لوگ ہیں وہی ان پر ایمان لاتے ہیں۔ ابوسفیان نے یہ سوچ کر یہ جواب دیا کہ شاید اس کی وجہ سے ان کے خلاف اثر پڑے گا لیکن سب سوالات کر چکنے کے بعد ہرقل نے اس کا تجزیہ کیا اور اس سوال کے جواب پر ہرقل نے یوں کہا کہ تم نے یوں کہا کہ ان پر ایمان لانے والے اور ان کی دعوت پر لبیک کہنے والے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوران کی طرف لپکنے والے کمزور لوگ ہیں،توتمام انبیاء کرام کا یہی حال رہا ہے کہ جب ان کی دعوت شروع ہوتی ہے تواولین وہلہ میں اس پرلبیک کہنے والے کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔ مَیں یہی عرض کررہاتھاکہ یہی بات صداقت کی علامت سمجھی گئی ہے۔

غریبوں کوہٹائیے

بہر حال!حضرت سعدبن ابی وقاص(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم کمزورقسم کے چھ آدمی تھے، اوران مشرکین نے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) سے یوں کہاکہ آپ ہم کواسلام کی دعوت دیتے ہیں اور آپ کے پاس بیٹھنے والے توایسے گرے پڑے کمزور قسم کے لوگ ہیں،بھلاان لوگوں کے آپ کے قریب ہوتے ہوئے ہم کہاں آسکتے ہیں،اگرآپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بات سنیں اور اس کی طرف توجہ کریں اور اس کولائقِ اعتناء سمجھیں اور آئندہ اس کوقبول کرنے کے سلسلہ میں کچھ سوچیں؛توپھران لوگوں کوپہلے رخصت کیجیے،ہم اکیلے ہی آپ کی مجلس میں ہوں گے۔جیسے بڑے لوگ کمزورلوگوں کوقریب بھی آنے نہیں دیتے،وہ یہی سوچتے ہیں کہ ان کی جرأت بڑھ جائے گی۔ان لوگوں نے بھی یہی کہاکہ اگر ان کے ہوتے ہوئے ہم آپ کی مجلس میں شرکت کریں تو اس کامطلب یہ ہوا کہ ہم ان کو اپنے خلاف جرأت کاموقعہ دیں گے۔ لہٰذاایسا نہیں ہوناچاہیے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ مشرکین نے آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا ابوطالب سے کہاکہ آپ کے بھتیجے ہم کو دعوت تودیتے ہیں لیکن ان کے آس پاس بیٹھنے والے یہی لوگ ہیں، اگروہ چاہتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں کہ ہم ان کی بات کی طرف توجہ کریں تو پھر ان کوچاہیے کہ ان لوگوں کو وہاں سے ہٹادیں،ہم جس وقت پہنچیں توہم ہی ہم ہوں،ان میں کاکوئی نہ ہو؛تب تو ان کی بات سنیں گے؛ورنہ نہیں۔ (روح المعانی)

آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعوتی جذبہ

دیکھو!داعی جوہوتاہے اس کوبڑاشوق وجذبہ ہوتا ہے کہ میری دعوت کوسب لوگ قبول کرلیں،اس کی کوشش یہی ہوتی ہے،وہ یوں سوچتاہے کہ کس طرح لوگ میری سنیں اور کس طرح میں اپنی بات لوگوں کے دل میں اتاروں،جس طرح بھی ہووہ اس کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔بہرحال! روایتوں میں آتاہے کہ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)نے نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کو مشورہ دیاکہ اے اللہ کےرسول!آپ ایک مجلس ان کے لئے الگ سے قائم کیجیے، اس میں کیا حرج ہے، اوراس میں ہم لوگ نہیں آئیں گے،اورپھر یہ سب تواپنے ہی ہیں، ان کواگراس مجلس میں شرکت کا موقعہ نہیں دیاجائے گاتوکوئی بھی برانہیں مانے گا،لہٰذا آپ ایساکرلیں۔اگرہم کو فیصلہ کرنے کا موقعہ آجائے تووہی فیصلہ کریں گے جیسا حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)نےمشورہ دیاتھا۔ہم سوچیں گے کہ یہ تو ہماری بات قبول کرچکے ہیں، اوریہ توگھر کے ہی لوگ ہیں،اگران کو ایک مجلس سے نکال بھی دیں توکیا حرج ہے،ان کو اس مجلس میں آنے دو۔اگر اس طرح بھی ان کے سامنے بات رکھ دی جائےاور وہ غورکریں تو ہوسکتا ہے کہ وہ قبول کرلیں اوراسلام کو ترقی ہوجائے گی۔ حضرت عمرنے بھی یہی سوچااور حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کے جی میں بھی آگیاکہ ایسا کر لیں،کوئی حرج کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بات نہیں ہے، لیکن باری تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں! اس طرح ان کے آپ کی مجلس میں آنے سے اور ان کے اس نظریہ کے ساتھ آپ کی دعوت قبول کرنے سے اسلام کو ترقی ہونے والی نہیں ہے، اسلام روپے پیسے اور سازو سامان کا نام نہیں ہے، آپ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ آئیں گے تو ترقی ہوگی؛ ایسا نہیں ہے، بلکہ اسلام کو ترقی تو اُنہی اوصاف کے ذریعہ سے ہوگی جن کی دعوت اسلام دیتا ہے۔(ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول۔ التحریروالتنویر۔ سورۃ انعام، ۶/ ۱۱۵)

آپ غریبوں کو مت ہٹائیے

مَیں پہلے بھی بتلاچکاہوں کہ بعض ہی مواقع ہیں جہاں باری تعالیٰ کی طرف سے حضور(ﷺ) کو عتاب کیاگیاہے ان میں سے ایک موقع یہ بھی ہے﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ اے نبی! آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو نہ ہٹائیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے والے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ رہتے ہیں، یہاں دونوں چیزیں جمع ہوگئیں، بہت سی مرتبہ آدمی ذکراللہ میں مشغول ہوتاہے لیکن اخلاص نہیں ہوتا لیکن اس آیت میں ﴿يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ کا لفظ بتلاتا ہے کہ وہ اللہ کو اخلاص کے ساتھ پکارتے ہیں، اور یہی تو اصل مقصود ہے۔

﴿مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ یہاں اہلِ علم موجود ہیں جو جانتے ہیں کہ ﴿مِنْ حِسَابِهِمْ﴾ میں ﴿هُمْ﴾ کی ضمیر دونوں کی طرف لوٹائی گئی ہے ﴿الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ﴾ کی طرف بھی اور ان مشرکین کی طرف بھی جنہوں نے مطالبہ کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! ان مشرکین کے ایمان نہ لانے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی وجہ سے ان کا حساب آپ سے نہیں لیا جائے گا جب کہ آپ نے اپنی دعوت ان تک پہنچادی﴿وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾اور آپ ان کی پیش کش کو قبول نہیں کریں گے تو ان پر کوئی زد پڑنے والی نہیں ہے ﴿فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾اگر آپ ان کو اپنے پاس سے ہٹادیں گے تو آپ زیادتی کرنے والے ہوجائیں گے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کو صاف طور پر سختی کے ساتھ روک دیا گیا۔

اس آیت کو لاکر یہی بتانا مقصود ہے کہ دیکھو! جتنے بھی کمزور، یتیم، مسکین اور ایسے شکستہ حال ہیں،ان کی ظاہری حالت کی وجہ سے فیصلہ نہ کیا جائے،اس لئے کہ ظاہری حالت کی وجہ سے آپ کیسے فیصلہ کرسکتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کس مقام پر ہیں، قبولیت کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ تو دلوں کے اندر پوشیدہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان سے بخوبی واقف ہے۔

جب ابو بکر(رضی اللہ عنہ) نے صہیب(رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے معافی مانگی

حدیث ۲۶۱

عن أبي هبيرة عائذ بن عمرو المُزَنِي وهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَان(رضي الله عنه) أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَتَى عَلَى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ، فَقَالُوْا: مَا أَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَأْخَذَهَا۔ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ(رضي الله عنه): أَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ؟ فَأَتَى النَّبِيَّا فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ؟ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ۔ فَأَتَاهُمْ، فَقَالَ: يَا إِخْوَتَاهُ! أَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا: لَا، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أُخَيَّ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت ابوہبیرہ (رضی اللہ عنہ) جو اہلِ بیعت ِرضوان میں سے ہیں،ان سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان حضرت سلمان فارسی،حضرت صہیب رومی،حضرت بلال حبشی اوردوسرے فقراء کے پاس سے گزرے، ان کودیکھ کریہ حضرات کہنے لگے کہ اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں سے ابھی تک اپناحق وصول نہیں کیاہے۔حضرت ابوبکر(رضی اللہ عنہ) نے ان لوگوں سے کہا کہ تم قریش کے ایک بڑے آدمی اور سردار کوایسی بات کہتے ہو؟پھرحضرت ابوبکرصدیق (رضی اللہ عنہ) حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضرہوئے اورآپ کو اطلاع دی۔اس پر حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:اے ابوبکر!شایدتم نے ایساجملہ کہہ کران حضرات کوناراض کردیا،اگرتم نےان کوناراض کردیا تو اللہ تعالیٰ کوناراض کردیا۔حضرت ابوبکر(رضی اللہ عنہ) فوراًان کے پاس گئےاورکہا اے بھائیو!کیا مَیں نے تم لوگوں کو ناراض کردیا؟ان لوگوں نے کہاکہ نہیں اے بھائی!اللہ تعالیٰ آپ کومعاف فرمائے۔

افادات:۔حضرت ابو ہبیرہ (رضی اللہ عنہ) اہلِ بیعت ِرضوان میں سے ہیں،ان سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ صلحِ حدیبیہ کے زمانہ میں ابوسفیان کا مدینہ منورہ آناہوا۔حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی،حضرت بلال حبشی اوردوسرے فقراء مسلمان ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، ابوسفیان وہاں سے گزرے توان کودیکھ کریہ حضرات کہنے لگے کہ اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں سے ابھی تک اپناحق وصول نہیں کیاہے۔ان کی یہ بات حضرت ابوبکر صدیق(رضی اللہ عنہ) کو اچھی نہیں لگی۔ابوسفیان اگرچہ اسلام نہیں لائے تھے لیکن قریش کے سرداراوربڑے آدمی تھے،اور حدیثِ پاک میں حضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے قوم کے بڑے کااکرام کرنے کا حکم دیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے ان لوگوں سے یوں کہا کہ تم قریش کے ایک بڑے آدمی اور سردار کو ایسی بات کہتے ہو؟ گویا انہوں نے ان کی بات پر ناگواری کا اظہار کیا کہ تم نے یہ اچھی بات نہیں کہی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اطلاع دی کہ یارسول اللہ! آج ایسا ہوا کہ ابوسفیان گذر رہے تھے، تو فلاں فلاں نے یہ جملہ کہا اس پر مَیں نے ان کو تنبیہ کی کہ ایسا نہیں بولنا چاہیے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اے ابو بکر! شاید تم نے ایسا جملہ کہہ کر ان حضرات کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا۔ دیکھئے! یہ جملہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو کہا جارہا ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو تنبیہ کر رہے ہیں۔

یہ حضراتِ صحابہ ہی کی شان تھی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جہاں یہ جملہ کہا فوراً حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ان کے پاس گئے، اور کہا اے بھائیو! کیا مَیں نے اپنا وہ جملہ کہہ کر تم لوگوں کو ناراض کر دیا؟ اگر ایسا ہو تو مَیں معافی مانگنے آیا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں حضرت! اگر آپ ایسی بات کہیں تو اس پر ہم کہاں ناراض ہوسکتے ہیں۔ پھر کہا کہ اگرچہ ہم ناراض نہیں ہوئے ہیں پھر بھی ہم آپ کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

دیکھئے! حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے جن کو تنبیہ کی تھی وہ حضرات سلمان، صہیب وبلال وغیرہ (رضی اللہ عنہم) تھے۔ اب ایک امکان ہے کہ اگر یہی جملہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہوتا تو کیا حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ان کو بھی تنبیہ کرتے؟ ممکن ہے کہ نہ کرتے، اس لئے کہ وہ قوی اور صاحبِ حیثیت آدمی تھے، اور یہ حضرات سلمان وصہیب وبلال وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کمزور سمجھے جاتے تھے اور ان کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابو بکر(رضی اللہ عنہ) نے تنبیہ کی، اس لئے حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابو بکر(رضی اللہ عنہ) کو متوجہ کیا اور حضرت ابو بکر(رضی اللہ عنہ) نے بھی اس کو بڑی سنجیدگی سے قبول کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مُلاطَفَةُ الْيَتِيمِ وَالْبَنَاتِ (مجلس ۲)

یتیم اور بچیوں کے ساتھ مہربانی

مجلس (۲)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان چل رہا تھا کہ یتیم بچوں،لڑکیوں اور تمام کمزوروں کے ساتھ نرمی،احسان اور شفقت کامعاملہ کرناچاہیے۔اسی سلسلہ میں روایتیں پیش کرتے ہیں۔

یتیم کی پرورش کرنے والوں کے لئے بڑی بشارت

حدیث ۲۶۲،۲۶۳

وعن سهل بن سعد(رضی اللہ عنہ) قال قال رسول الله(صلی اللہ علیہ وسلم) :أَنَاوَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا۔وَأَشَارَبِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطىٰ وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ:۔حضرت سہل بن سعد ساعدی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والاجنت میں اس طرح ہوں گے۔اور آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔اور دونوں کے بیچ میں تھوڑی جگہ رکھی۔

عن أبي هريرة(رضی اللہ عنہ) قال قال رسول الله(صلی اللہ علیہ وسلم) :كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْلِغَيْرِهِ أَنَاوَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ۔وَأَشَارَ الرَّاوِي وَهُوَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطىٰ۔

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ اپنے یا دوسرے کے یتیم کی پرورش کرنے والااور مَیں جنت میں اس طرح ہوں گے،پھرراوی حدیث (حضرت امام مالک ؒ)نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- اس روایت میں ایک زیادتی ہے﴿كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْلِغَيْرِهِ﴾ یعنی چاہے وہ یتیم اس کا اپنا ہو یا دوسرے کا ہو۔

اسلام نے یتیموں کو ان کے حقوق دلوائے

یتیموں کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں بہت زیادتیاں کی جاتی تھیں کہ ان کے مال کو ہضم کر لیتے تھے،ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنا عام دستور تھا اور کوئی بھی یتیم کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کرتا تھا،اسلام نے آکر جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق والوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی،وہیں خاص طور پر وہ طبقہ جس کو کمزور سمجھا جاتا تھا اور ان کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاکر زورآور اور طاقتور لوگ ان کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت و کوتاہی برتتے تھے،ایسے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی،اور انہیں میں سے ایک طبقہ یتیموں کا ہے۔کمزوروں کا تذکرہ پہلے آچکا ہے، آج یتیم کی بات آئی ہے۔

پہلے بتلا چکا ہوں کہ یتیم اس بچے کو کہتے ہیں جس کے والد کا انتقال ہو چکا ہو اور وہ ابھی نابالغ ہو۔جب تک وہ نابالغ ہے وہاں تک اس کو یتیم کہا جائے گا اور جب وہ بچہ بالغ ہو گیا تو اب شرعی طور پر وہ یتیم نہیں رہا۔یہ بات اور رہی کہ لوگ اس کو عرف میں بعد میں بھی ایک زمانہ تک یتیم سے تعبیر کرتے رہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرآن کا حکم؛آپ(ﷺ) کا عمل

خیر!چونکہ زمانۂ جاہلیت میں یتیموں کے حقوق کی ادائیگی میں بڑی کوتاہی برتی جاتی تھی، اس لئے ضرورت تھی کہ اس طرف متوجہ کیا جاتا،لہٰذااس سلسلہ میں قرآنِ پاک نے ہدایت دی۔پچھلے ہفتہ گذر چکا﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾یتیم کے اوپر چڑھ مت بیٹھو۔دوسری آیتوں میں بھی یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کی بڑی تاکید آئی ہے۔توجہاں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے سلسلہ میں خاص تاکید فرمائی ؛وہیں نبی کریم(ﷺ) نے اپنے ارشادات میں بھی بڑی تاکید فرمائی ہے،اس لئے کہ نبی کریم(ﷺ) خوداپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے ،بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب اللہ میں جواحکام نازل کئے جاتے تھے انہیں کی تشریح اپنے عمل اور اپنے ارشادات سے فرماتے تھے۔گویا جو قرآن پاک کا حکم ہے ؛وہی آپ(ﷺ) کا عمل ہے۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا)سے پوچھا گیا توانہوں نے جواب میں یہی فرمایا ﴿كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن﴾نبی کریم(ﷺ)کے اخلاق قرآن ہی ہیں یعنی اگر آپ کے اخلاق معلوم کرنے ہوں تو قرآن کا مطالعہ کرلو،آپ کی ذاتِ اقدس قرآنِ پاک کا عملی نمونہ تھی اور قرآن ہی کی تشریح کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔قرآن میں فرمایا گیا ہے ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہدایت کے واسطے جو وحی بھیجی گئی ہے آپ(ﷺ) اس کو ان کے سامنے کھول کھول کر واضح کر کے بیان کر دیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضور اقدس (ﷺ) کا قرب حاصل کرنے کا بہترین طریقہ

یتیم کی پرورش کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کھلانے پلانے اور اس کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اپنے سر لے لے، یہاں تک کہ وہ خود کفیل ہو جائے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے تو نبی کریم (ﷺ) نے اس کو کتنا بڑا مقام عطا فرمایا کہ یتیم کی پرورش کرنے والا اور مَیں جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔ اگرچہ کچھ فرق ہے لیکن جو قرب اور نزدیکی اس کو حاصل ہو گی اس کو حضور اقدس (ﷺ) اس انداز سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

جن حضرات کے دل نبی کریم (ﷺ) کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں ان کے لئے تو یہ چیز بہت بڑی بشارت اور بڑی خوشی کی ہے کہ حضور اقدس (ﷺ) کا قرب حاصل کرنے کے جہاں اور طریقے ہیں؛ ان میں ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے۔ کسی ایک یتیم کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کر لیا تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اپنا یتیم

دوسری روایت نے تو معاملہ اور زیادہ آسان کر دیا، اس لئے کہ عام طور پر ہم لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یتیم وہی ہے جو پرایا ہو، حالانکہ اپنے گھروں میں بھی یتیم ہوا کرتے ہیں مثلاً کسی کے والد کا انتقال ہو گیا، بڑا بھائی بالغ ہے، چھوٹے بھائی نابالغ ہیں تو چھوٹے بھائی یتیم ہیں، اب یہ بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائیوں کی نگرانی اور پرورش کرے گا، ان کی خیر خبر رکھے گا تو قرآن و

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث میں یتیم کی پرورش پر جو وعدے بیان فرمائے ہیں ان سب کا وہ حقدار ہوجائے گا، یہ اپنا یتیم ہوا۔ اپنے یتیم کی اور بھی کئی صورتیں ہیں ان میں سے ایک صورت یہ ہے

رسمیت نہ ہو

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ والد کے انتقال کے وقت بھائی بہن چھوٹے ہوتے ہیں تو بڑا بھائی ہی ان کی ذمہ داری نبھاتا ہے۔ لیکن ہم لوگ بہت سی چیزیں معاشرے کے رسم و رواج اور دستور کی وجہ سے کرتے ہیں۔ دیکھو! ہمارے معاشرے کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہی پڑی ہوئی ہے، لیکن ہم لوگ جب ان چیزوں کو انجام دیں تو صرف معاشرے کی رسم و رواج ہمارے پیشِ نظر نہ ہو، بلکہ اس وقت ہماری نگاہوں کے سامنے اللہ تبارک و تعالیٰ اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات ہوں، اس لئے کہ یہ کام تو کرنا ہی ہے، جب بڑے بھائی کے سر پر یہ ذمہ داری اور بوجھ آیا تو وہ لامحالہ کرے گا، لیکن ایسے موقعہ پر جو اہلِ علم ہیں ان کو چاہیے کہ اس کی توجہ اس طرف دلائیں کہ تم جو کام کررہے ہو وہ رسمی نہیں ہے بلکہ قرآنِ پاک میں اس کی تاکید اور اس پر اتنی فضیلتیں آئی ہیں، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر یہ یہ وعدے اور بشارتیں سنائی ہیں، لہٰذا جب تم یہ کام کررہے ہو؛ تو یہ سمجھ کر کرو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کو بجا لا رہا ہوں۔

دیکھو! کسی کام کو کرنا ایک تو رسم و رواج کے طور پر ہوتا ہے اور ایک اللہ و رسول کے حکم کو بجالانے کی نیت سے ہوتا ہے، اور جو ثواب کے وعدے ہیں وہ تو درحقیقت اس دوسری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صورت میں ہی پورے طور پر حاصل ہوں گے۔ویسے ثواب سے تو پہلی صورت میں بھی محروم نہیں رہے گا لیکن جب اللہ ورسول کے حکم کو پورا کرنے کی نیت سے انجام دیں گے تو بہت اونچا مقام حاصل ہوگا اور اس پر تو ہر چیز میں ثواب ہی ثواب ہے۔

اپنے یتیم کی مختلف شکلیں

خیر! اپنے یتیم کی ایک شکل تو یہ تھی جو اوپر گذری۔"اپنے یتیم"کی دوسری شکلیں بھی ہیں کہ بڑے بھائی کا انتقال ہوگیا اور اس کے بچے چھوٹے ہیں،عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ خاندان کے اندر دوسرے چھوٹے بھائی ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور دوسری تمام ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہیں۔یہ بھی اپنا ہی یتیم ہے۔

اسی طرح ایک شکل یہ ہے کہ باپ کی موجودگی میں بیٹے کا انتقال ہوگیا اور وہ شادی شدہ تھا،اس نے دوچار نابالغ چھوٹے بچے چھوڑے،ان کی ذمہ داری دادا کے سر آگئی؛ یہ بھی اپنا ہی یتیم ہے۔

ایک شکل یہ ہے کہ اپنے داماد کا انتقال ہوگیا اور اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے،اب نانا کے سر پران بچوں کی ذمہ داری آگئی۔یا بہن کا انتقال ہوگیا اور اس کے بچے ہیں تو ماموں کے سر پر ذمہ داری آگئی۔عام طور پر ہمارے معاشرے میں یہ سب ہوتا ہے اور یہ سب ذمہ داریاں لوگ نبھاتے ہیں،لیکن یتیم کی کفالت کی نیت سے نہیں کرتے، بلکہ رسمی طور پر انجام دیتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم لوگ یتیم کی کفالت کا مطلب صرف اسی کو سمجھتے ہیں کہ کوئی بچہ پرایا ہو، جس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو اور اس کی ذمہ داری ہم اپنے سر لیں؛تب ہی یہ فضیلت حاصل ہوگی ایسا نہیں ہے۔دیکھو! یہاں صراحت موجود ہے۔نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) صاف صاف فرما رہے ہیں کہ اپنا یتیم ہو یا دوسرے کا ہو۔اپنے یتیم کا مطلب کتابوں میں تمام علماء نے یہی لکھا ہے کہ گھر کے اندر کوئی بچہ یتیم ہوگیا ہو،چاہے وہ بھائی ہو یا بھائی کا بچہ ہو،یا بہن کا بچہ ہو،پوتے پوتیاں ہوں، نواسے نواسیاں ہوں؛یہ سب اپنے یتیم ہیں۔

نیت درست کرلو

اور عام طور پر ہر معاشرہ میں سب لوگ یہ ذمہ داریاں نبھاتے ہیں،لیکن اس وقت یہ چیز ذہنوں میں نہیں ہوتی؛حالانکہ اسی کو احتساب کہتے ہیں اور ہر کام میں شریعت نے یہ چیز خاص طور پر ملحوظ رکھی ہے،جیسے حدیثِ پاک میں آتا ہے﴿مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ﴾ جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور احتساب یعنی ثواب کی امید رکھتے ہوئے رکھے یعنی یہ سمجھ کر رکھے کہ جو کچھ کر رہا ہوں اس پر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے گا؛تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوں گے۔اسی طرح اکثر کاموں میں لفظِ احتساب آتا ہے،اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ جب آدمی وہ کام کر رہا ہو،اُس وقت اس کے ذہن میں یہ نیت ہو؛تب ہی اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہوا کہلائے گا ہم جو کام انجام دے رہے ہیں وہ کس کے لئے ہے،اللہ تعالیٰ تو دلوں کے حال سے بخوبی واقف ہے،وہ دانا وبینا ہے،وہ خوب جانتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے کہ یہ کام کس کے لئے کر رہا ہے۔ اگر کوئی آدمی وہ کام اس لئے انجام دے رہا ہے کہ نہیں کروں گا تو لوگ طعن و تشنیع کریں گے اور برا بھلا کہیں گے کہ دیکھو! ابا کا انتقال ہو گیا لیکن چھوٹے بھائیوں کی ذرا بھی دیکھ بھال نہیں کرتا، یعنی سماج کے طعن و تشنیع کے ڈر سے کرے گا؛ تو یہ ایک رسمی کام ہو جائے گا اور اس پر وہ فضیلت حاصل نہیں ہو گی۔ اس لئے وہ یہ سوچ کر کرے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی ترغیب دی ہے۔

مثلاً ایک آدمی کا آپ کے ساتھ تعلق ہے، اب آپ کا بیٹا اس کے یہاں گیا تو اس نے آپ کی وجہ سے اس کی بہت خاطر مدارت کی اور بہت عزت کا مقام دیا کہ تم ہمارے دوست کے بیٹے ہو اور بڑا اکرام کیا، حالانکہ اس بچے کی تو کوئی حیثیت نہیں تھی، بعد میں بیٹے نے آکر آپ کو بتلایا کہ فلاں صاحب کے یہاں گیا تھا اور ان کو جب معلوم ہوا کہ مَیں آپ کا بیٹا ہوں تو پھر کیا کہنا، وہ تو بچھ گئے اور میری بہت خاطر مدارت کی؛ تو اب آپ ہی بتلائیے کہ آپ کے دل میں اس کے متعلق کیا جذبہ ہو گا؟ جب ہمارا یہ معاملہ ہے کہ کوئی ہماری وجہ سے کسی کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کرتا ہے تو ہم زندگی بھر اس کو نہیں بھولتے، تو پھر اللہ تعالیٰ کا معاملہ کیا ہو گا؟ جب ایک انسان کی شرافت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میری وجہ سے کسی کے ساتھ عزت کا معاملہ ہوا تو میں اس کو بھول جاؤں، تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے سب کو پیدا کیا، سارے انسانوں کا وہ مالک ہے، اس کے کہنے کی وجہ سے کسی کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات اور احادیث کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اچھا سلوک کرنے والے کے مقام کا اندازہ لگاؤ۔ اسی لئے ان کاموں کو کرتے وقت یہ چیز خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قدیم زمانہ میں بہت سے کام ہمارے آباء و اجداد نے اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر کئے تھے اورہمارے معاشرے میں آج بھی وہ سلسلہ چلا آرہاہے،اب ہم اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ناواقف ہونے کی وجہ سےیوں سمجھتے ہیں کہ یہ کام سماج کادستور ہے اس لئےہم کررہے ہیں، لیکن یہ سمجھ کرنہیں کرتے کہ یہ اسلام کی تعلیم ہے،خدا ورسول کا حکم ہے، اس وجہ سے اس میں بڑا فرق ہو جاتاہے۔لہٰذایہ چیز بھی ہمارے مدِّنظر رہنی چاہیے۔

جب بھی کوئی نیا معاملہ پیش آئے اورآپ نہیں جانتے تو کم از کم پوچھ لیجیے کہ ایسی صورتِ حال ہے،کیااس سلسلہ میں شریعت میں کچھ حکم ہے؟آپ کومعلوم ہوجائے گا،اور پھر آپ بہت سی نیتیں کرسکتے ہیں ایک ہی کام کومختلف نیتوں سے کرنے پرثواب میں بھی اضافہ ہوتاچلاجاتاہے۔بہرحال!نبی کریم(ﷺ) نے یتیموں کی پرورش کی خاص تاکید فرمائی ہے۔

اصلی اور نقلی مسکین کی پہچان

حدیث ۲۶۴

وعنه قال قال رسول الله(ﷺ): لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلااللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ،اِنَّمَاالْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَتَعَفَّفُ۔ (متفق عليه)

وفی روایة فی الصحيحين:لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ،تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ۔وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ لاَ يَجِدُغِنًى يُّغْنِيْهِ،وَلا يُفْطَنُ بِهِ، فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ،وَلاَ يَقُوْمُ،فَيَسْأَلَ النَّاسَ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔ حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کہ وہ آدمی مسکین نہیں ہے جس کو ایک یا دو کھجوریں یا ایک دو لقمے واپس کردیتے ہوں،بلکہ مسکین تو وہ ہے جو اپنے آپ کو سوال سے بچاتا ہے۔ صحیحین کی روایت میں ہے کہ وہ آدمی حقیقی مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے دروازوں پر جاکر مانگتاہے،اورایک دو لقمے یاایک دو کھجوریں اس کو وہاں سے واپس لوٹادیتی ہیں،بلکہ حقیقی مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے واسطے کچھ بھی نہیں ہے،اورکسی کو اس کی حالت کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کی مدد کی جائے اور نہ وہ لوگوں سے مانگنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

افادات:-مزید تشریح فرماتے ہیں کہ جو آدمی لوگوں کے دروازوں پر جاتا ہے اورمانگتا ہے کہ بھوکا ہوں،کچھ دیدو،اوراس کوایک دو لقمے یاایک دو کھجوریں وہاں سے واپس لوٹادیتی ہیں؛ تو ایسادر درگھومنے والا حقیقی مسکین نہیں ہے۔بلکہ حقیقی مسکین اور محتاج تو وہ ہے جس کے پاس کوئی چیز بھی موجود نہیں ہے،اس کے پاس اس دن کی روزی بھی نہیں ہے اور کمانے کی بھی کوئی شکل نہیں ہے،اوروہ اپنی حالت بھی ایسی نہیں بناتا کہ لوگ اس کے حالات سے واقف ہوکراس پر صدقہ کریں،اوروہ لوگوں سے سوال کرتا بھی نہیں پھرتا۔

مانگناکب حرام اورکب جائز؟

دراصل شریعت نےسوال کرنےسے منع فرمایاہے۔نبی کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ جوآدمی لوگوں سے سوال کرتاہے،وہ قیامت کے روزایسی حالت میں آئے گاکہ اس کے چہرے پرخراشیں ہوں گی،گویااس نے سوال کرکے اپنے چہرے کوبھدّا بناڈالا۔بعض روایتوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں ہے کہ قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہو گا۔

(شعب الایمان۔۳۵۱۰/۳۵۰۹)

البتہ علماء نے مسئلہ کے طور پر لکھا ہے کہ ایک آدمی کے پاس دوسو درہم یعنی چھ سو بارہ اعشاریہ تین پانچ گرام چاندی یا اس کی قیمت کا زیور، یا اتنے پیسے یا اتنی مقدار کا تجارت کا سامان موجود ہے؛ تو یہ زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ اور اگر کسی کے پاس تجارت کا اتنا سامان تو نہیں ہے لیکن ضرورت سے زائد اتنی مقدار کی چیزیں گھر میں موجود ہیں تو اگرچہ اس کے اوپر زکوٰۃ تو واجب نہیں ہے لیکن قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہے، اور ایسے آدمی کے لئے سوال کرنا حرام لکھا ہے۔

بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ لینا جائز ہے اس لئے مانگتے ہیں، حالانکہ ایک بات سمجھ لینی چاہیے کہ زکوٰۃ لینا جائز ہونا الگ چیز ہے اور مانگنے کی اجازت ہونا الگ چیز ہے، جس کے پاس ضرورت مند والا نصاب نہ ہو اور اس کو زکوٰۃ دیں گے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، لیکن اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ مانگنے کی اجازت تو صرف اسی صورت میں ہے جب اس کے پاس اپنے اور بال بچوں کے لئے اس دن کے دو وقت کے کھانے کا سامان موجود نہیں ہے؛ تو اس صورت میں بھی شریعت نے اتنا ہی مانگنے کی اجازت دی ہے جس سے اس دن کی ضرورت پوری ہو جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حقیقی مسکین

خیر !تو حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کہ وہ مسکین نہیں ہے یعنی حقیقی اور کامل درجہ کا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے دروازوں پر جاکر سوال کرتا ہے۔اس لئے کہ وہ تولوگوں سے کہہ سن کر اپنی ضرورت پوری کررہاہے،اگرچہ اس کےپاس اپناکچھ نہیں ہےلیکن جب لوگوں کے دروازے پر جاکرکہے گاکہ کچھ دے دو،میرے پاس رات کے کھانے کے لئے نہیں ہے اور لوگ دے دیں گے تووہ بھوکاتونہیں رہے گا،اس لئے کہ مانگنے والے کوآپ ایک روٹی دیدو تو وہ لے کرچلاجاتاہے،یہی ایک دولقمے اس کو آپ کے دروازے سے پھیر دیتے ہیں؛ لہٰذا یہ کامل درجہ کامسکین نہیں ہے۔

بلکہ حقیقی معنٰی میں مسکین تووہ ہے کہ اس کے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے واسطےکچھ بھی نہیں ہے،اپنے اور گھر والوں کے آج کے کھانے کا سامان بھی موجود نہیں ہے اوروہ اپنے آپ کو سوال سے بچا رہا ہے یعنی اپنی حالت دوسروں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیتا۔فاقہ چل رہاہے لیکن قریب والوں کوبھی پتہ نہیں چل رہاہے کہ ان کے گھرمیں فاقہ ہے،اپنی صورت ایسی بنا کررکھتاہے کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے۔سوال سے تو بچ ہی رہا ہے لیکن صورتِ سوال سے بھی بچ رہاہے،کسی کو خبر ہی نہیں ہونے دیتا؛اسی کو حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کسی کواس کی حالت کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ مدد کردے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک تو یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی سے مانگتا نہیں ہے لیکن اس کی شکل و صورت سے پتہ چل جاتاہے۔یہاں تواس کی حالت کا بھی پتہ نہیں چلایاجا سکتاکہ اس پر صدقہ کیا جائے، اور وہ خود بھی لوگوں کے سامنے سوال نہیں کرتا؛توحضور(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اب مالداروں کی ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کوتلاش کریں اوران کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا اہتمام کریں۔

ضرورت مند کی تحقیق کس کے ذمہ؟

آج کل ہمارے سماج میں یہ بھی ایک خرابی آگئی ہے۔مانگنے والوں کاسامنے سے جاکر مانگنےکاجب مزاج بنتاگیاتونتیجہ یہ ہواکہ جس کو شریعت نے مکلف کیاتھاکہ تم پر زکوٰۃ واجب ہے،اورتم کواپنی زکوٰۃ محتاجوں کے اندر تقسیم کرنی ہے؛وہ بھی اپنی ذمہ داری سے غافل ہوگئے۔اس لئےکہ شریعت نے یہ نہیں کہاکہ محتاج تمہارے دروازے پر آئیں تو تم ان کو زکوٰۃ دینابلکہ ﴿آتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ کہاکہ تم اپنی زکوٰۃ دو۔

اورمَیں پہلے بتلاچکاہوں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں یہ ہوتاتھاکہ باقاعدہ حکومت انتظام کرتی تھی کہ تمام حالات سے باخبر رہ کرہر ایک کی ضرورت پوری کی جائے، جب بیت المال کا نظام نہیں رہاتواب جو لوگ اپنی زکوٰۃ نکالتے ہیں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے پاس پڑوس میں،اپنی برادری میں،اپنے محلے اوراپنی بستی میں ایسے لوگوں کاپتہ کریں جوواقعتاًضرورت مندہیں لیکن لوگوں کےسامنےاپنی ضرورت کااظہار نہیں کرتے، بلکہ اگر حالات کاپتہ چل جاوےتووہ اس کواپنے لئےعیب سمجھتے ہیں۔اب زکوٰۃ نکالنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ ایسے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوگوں کا پتہ نکال کر ان کی ضرورتیں پوری کریں۔ بلکہ شریعت نے تو یہاں تک بتلایا ہے کہ جن کو آپ دے رہے ہیں وہ ضرورت منداور حقدار ہیں ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، گھر میں فاقہ ہے، مقروض اور پریشان ہیں، لیکن اگر ان کو یہ کہا جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو وہ نہیں لیں گے، اگرچہ ان کے لئے زکوۃ لینا جائز ہے اور ان کو شریعت نے اجازت بھی دی ہے۔ اگر اس نے مانگا نہیں ہے، اور وہ حقدار ہے اور کوئی دے رہا ہے؛ تو لینے کی گنجائش ہے، اور لینے سے انکار کرنا بھی ایک مبالغہ ہی ہے۔ دیکھو! ان کو بھی مانگنے سے تو منع کیا، لیکن کوئی دینے کے لئے آوے تو لینے سے منع نہیں کیا۔

زکوٰۃ بنام ہدیہ

بہر حال! شریعت دینے والے کو یہ کہتی ہے کہ جب آپ نے تحقیق کر لی تو اب آپ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ کہہ کر دیں کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت تو اُس وقت پیش آتی ہے جب معلوم نہ ہو کہ جس کو دیا جا رہا ہے وہ حقدار ہے یا نہیں؟ اگر معلوم نہیں ہے تو آپ یہ بول کر دیجیے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔ اگر وہ حقدار نہیں ہے تو کہہ دے گا کہ مَیں حقدار نہیں ہوں، آپ کسی دوسرے کو دے دیں۔ لیکن آپ کو جب معلوم ہے، آپ نے تحقیق کر لی ہے، اس کے حال سے بخوبی واقف ہیں کہ حقدار ہے پھر کیوں کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ کے پیسے ہیں۔ آپ کو دینے کا حکم ہے اور اس کو لینے کا حکم ہے۔ آپ اس کو یوں کہیں گے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو وہ نہیں لے گا، حالانکہ پریشانی اُٹھا رہا ہے۔ بلکہ اگر آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو اندازہ ہو کہ اس کو بھنک بھی لگ جائے گی کہ یہ زکوۃ کا ہے تو آپ یوں کہہ کر بھی دے سکتے ہیں کہ ہدیہ کی رقم ہے، جب آپ نے دل میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو آپ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ غور کیجئے کہ ضرورت مند کی عزت کا بھی شریعت نے کتنا زیادہ خیال رکھا ہے۔

زکوٰۃ کا اعلیٰ مصرف

بہر حال ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور اکرم (ﷺ) فرما رہے ہیں کہ مسکین وہ نہیں ہے بلکہ مسکین تو یہ ہے۔ یہ ارشاد فرما کر نبی کریم (ﷺ) زکوۃ نکالنے والوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ جب یہ کام انجام دے رہے ہیں تو اعلیٰ طریقے سے انجام دیجیے۔ جیسے آپ مکان بنانا چاہتے ہیں تو آپ کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ عمدہ سے عمدہ بنائیں۔ کھانا تیار کرنا چاہتے ہیں تو خواہش ہوتی ہے کہ بہترین قسم کا تیار کریں۔ تو جب آپ اپنا پیسہ خرچ کرنا چاہتے ہیں تو شریعت نے اس کا جو اعلیٰ سے اعلیٰ مصرف رکھا ہے اس کو کیوں تلاش نہیں کرتے؟ گھر میں کیوں بیٹھے رہتے ہو؟ یہ سوچنا کہ کوئی میرے پاس آئے گا تب مَیں دوں گا؛ یہ غلط نظریہ ہے۔ بلکہ ہمیں زیادہ حقداروں کو تلاش کرنا چاہیے ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرة۔ ۲۷۳)﴾ وہ محتاج جو اللہ کے راستہ میں روک دیئے گئے جو زمین میں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بھی جا نہیں سکتے۔ اور اصل بات یہی ہے کہ جو ناواقف آدمی ہے، جس کو اس کی حالت کی خبر نہیں ہے وہ اس کو دیکھ کر مالدار سمجھتا ہے، کیوں کہ وہ مانگتے بھی نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں اور مانگنے والی صورت بھی نہیں بناتے،اور وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال بھی نہیں کرتے۔ قرآنِ پاک میں کہا گیا کہ ایسوں کو دو۔

یہ نکتہ ذہن میں رہے

اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ دوسروں کو دینے سے منع کیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ایسے لوگوں کو ڈھونڈ کر دیں گے تو حق ادا ہوا سمجھا جائے گا۔اس لئے ہمارے سماج ومعاشرہ میں یہ جو کوتاہی ہو رہی ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔جو صدقات و خیرات نکالنے والے ہیں اورزکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرنے والے ہیں ان کو یہ پوئنٹ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے، اور کچھ حصہ ایسا بھی رکھیں جو اپنے طورپر ایسےلوگوں کو تلاش کرکے ان کی خدمت میں بھیجیں۔وہ نہ آتے ہوں تو ان کے گھر جا کر دیں۔یہی تعلیم حضور(ﷺ) نے دی ہے۔

بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ جب محتاج ہیں تو کیوں گھر میں بیٹھے رہتے ہیں؟ باہر کیوں نہیں نکلتے؟تو دیکھو!زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کی ہے، کیا آپ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نہیں آتے؟جس طرح نمازآپ پر فرض ہے،اسی طرح زکوۃ کی ادائیگی بھی آپ پر فرض ہے،لہٰذا زکوۃادا کرنے کے لئے بھی آپ گھر سے نکلو، اورجو نہیں آتا اس کے گھرجاکر دے آؤ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک عارف کا عارفانہ قول

آج کل ہم لوگ اپنی زکوٰۃ ادا تو کرتے ہیں لیکن ان غریبوں اور مسکینوں کا جو احترام ہمارے دلوں میں ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ عجیب بات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! آپ مسجد کا احترام اور تعظیم کیوں کرتے ہو؟ اسی لئے احترام کرتے ہو کہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک فریضہ ادا کیا جاتا ہے اور اسی لئے ہم اس کو اللہ کا گھر کہتے ہیں اور اس کا احترام و تعظیم کرتے ہیں، اس کے لئے اپنے سر بھی کٹوادیتے ہیں؛ حالانکہ وہ تو اینٹ اور پتھر سے بنائی ہوئی ایک عمارت ہے۔ اسی طرح ایک غریب انسان بھی تو اللہ تعالیٰ کا ایک فریضہ یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا محل اور جگہ ہے وہاں بھی تو آپ اپنا ایک فریضہ ادا کر رہے ہیں اور پھر وہ کوئی اینٹ و پتھر نہیں بلکہ انسان ہے، تو جس طرح آپ مسجد کا احترام کرتے ہو؛ اسی طرح اس غریب کا بھی احترام کیجیے۔ دیکھئے! کیسی عجیب بات اور کیسا قابلِ توجہ نکتہ ارشاد فرمایا۔

احسان سائل کا ہے

اس باب کے عنوان میں یہ بھی ہے کہ غرباء کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے، اس کی غریبی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا مقام و مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا نہیں ہے، اس کی تفصیل پہلے بتلا چکا ہوں کہ آپ کو اس کے مقام و مرتبہ کی تعیین کا کوئی حق نہیں ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے فضائلِ صدقات میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک صاحب مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ہر طواف میں یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے لباس کی ضرورت ہے۔ایک صاحب نے دیکھا تو انہوں نے ان کو لباس کے لئے رقم دیدی۔پھر دوسری مرتبہ دیکھا تو وہ آدمی بہت عمدہ لباس پہن کر آئے ہوئے ہیں۔دینے والے کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ آدمی ایسے ہی سوال کرتا ہے۔ان کے خیال پر مطلع ہو کر انہوں نے اس کو اپنے ساتھ لیا اور کہا کہ نیچے دیکھو۔اس نے جب نیچے دیکھا تو سارے مطاف میں ہیرے جواہرات بکھرے پڑے ہیں۔پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کے بندے! یہ سارے اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں لیکن ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ ثواب دیدے۔اللہ کے ایسے بھی بندے ہوتے ہیں، اس لئے کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے ارے بھائی! اس کا آپ پر احسان ہے کہ اس نے آپ کو خدمت کا موقعہ دیا۔جس روز مال خرچ کرنے والوں میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا تو پھر دیکھنا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا عطا یا ہوتی ہیں، آج کل ان اعمال پر ہمیں جو کچھ ملنا چاہیے وہ نہیں ملتا ، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔اس لئے اس بات کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والا

حدیث ۲۶۵

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعنه عن النبی(ﷺ) قال:اَلسَّاعِیْ علیٰ الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِفِیْ سَبِیْلِ اللهِ۔وَأَحْسَبُهُ قَالَ:وَکَالْقَائِمِ الَّذِیْ لَایَفْتُرُ،وَکَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔ (متفق علیه)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ نبی کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا: جو آدمی بیوہ اور مسکین کے لئے کوشش کرتا ہے(یعنی ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں لگاہوا ہے)اس کاحال ایسا ہے جیساکہ اللہ کےراستہ میں جہادکرنے والا۔(راوی کہتے ہیں) میرا خیال یہ ہے کہ یہ بھی فرمایا: وہ آدمی ایساہے کہ رات بھر نماز پڑھتا ہے اور تھکتا نہیں،اور دن بھر روزہ رکھتا ہے کبھی افطار نہیں کرتا۔

افادات:-دیکھو یہ بھی کتنی بڑی فضیلت ہے!بیوہ کے معاملہ میں کوشش کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں،ایک تو یہ کہ بعض مرتبہ بیوہ مالی اعتبارسے تومضبوط ہوتی ہے لیکن اس کی ضرورتیں پوری کرنے والاگھرمیں کوئی موجود نہیں ہوتا،توجوآدمی اس کی ضرورتوں کوپورا کرنے کی کوشش کرے گاوہ اس ثواب کا حقدارہوگا۔اوربعض مرتبہ ایساہوتاہے کہ بیوہ مالی اعتبارسے بھی کمزور ہوتی ہے تو اس صورت میں دونوں طرح کی باتیں پائی گئیں۔

حدیثِ پاک میں ﴿اَلسَّاعِیْ﴾ کا لفظ آیاہے جس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی ضرورتوں کے لئے کمانے اوردوسری حوائج پوری کرنے کااہتمام کرنے والا۔اس لئے کہ یہ کام ایساہے کہ اس پرمداومت اورہیشگی کوئی آسان چیز نہیں ہے،ایک دودن،چاردن،اورہفتہ تو سب کرڈالتے ہیں ، لیکن ﴿اَلسَّاعِیْ﴾ کا مطلب ہے برابر لگے رہنا؛یہ ہرکس وناکس کا کام نہیں ہے،اللہ تعالیٰ جن کوتوفیق دے ،وہی ان چیزوں کااہتمام کرسکتے ہیں،اور اللہ تعالیٰ نے جن کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

توفیق دی ہو،ان کو اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ادا کرتے رہنا چاہیے کہ ان کو یہ کام عطا فرمایا۔یہ بہت اونچی چیز ہے۔ان کاموں کی طرف حضوراکرم(ﷺ) نے متوجہ کیاہے جو بہت اہم اور ضروری ہیں،اگر یہ چیزیں نہیں کی جائیں گی تو معاشرہ کانظام قائم نہیں رہے گا

دس سال کے اعتکاف کاثواب

آج کل ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی وقرب حاصل کرنے کاایک ہی راستہ سمجھ لیاہے کہ مسجد میں آؤ اور نماز پڑھو،لیکن معاشرے کے دوسرے افعال جیسے حاجتمندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دینا،کمزوروں کی مدد کرنا، یتیموں، بیواؤں کی خبر گیری کرنا وغیرہ؛یہ کام بہت کم لوگ کرتے ہیں،حالانکہ یہ چیزیں زیادہ اہمیت کی حامل ہیں،اس لئے کہ دیکھو!فرائض تواپنی جگہ پر ہیں،لیکن ایک آدمی نفل نماز پڑھنے کے مقابلہ میں کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کے لئے جاتاہے، تو کیااس کامقام کم ہے؟

آپ نے فضائلِ رمضان میں روایت پڑھی اور سنی ہوگی حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ اعتکاف میں تھے ،ایک آدمی اپنی ضرورت لے کر آئے۔اور ضرورت کیا تھی؟ فلاں صاحب کے یہاں آپ میری سفارش کر دیں۔جب وہ آدمی حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے تو آپ نے اعتکاف کی پرواہ نہیں کی اوران کے ساتھ باہر نکل گئے۔حالانکہ اعتکاف کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ کوئی آدمی ایک دن کا اعتکاف کرتاہے تواللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان میں تین خندقیں آڑ فرمادیتے ہیں جن کی مسافت زمین و آسمان کے درمیان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے فاصلہ کے برابر ہوتی ہے۔ تو دریافت کرنے پر حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ایک مسلمان کی حاجت کو پورا کرنے کا ثواب دس سال کے اعتکاف کے برابر ہے۔(أخرجہ الطبرانی والبیہقی۔ حیاۃ الصحابۃ، جلد ۲۔ جزئ ۳/ ۲۹۳۔ الترغیب والترھیب ۲/ ۹۶)

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ یہ چیز ہمارے مزاجوں میں پیدا ہونی چاہیے، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ان تعلیمات کا اثر ہمارے معاشرے اور سماج کے ہر شخص کے دل و دماغ میں پیوست ہوجانا چاہیے۔ ہمارے پرانے لوگوں کی باتیں جب ہم سنتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں حسنِ سلوک، خبر گیری اور رفاہی کاموں کا بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا، اور اب ہمارا یہ دور آیا جس میں ان چیزوں کی طرف سے بہت زیادہ غفلت برتی جاتی ہے۔

رشتہ داریوں کا پہچاننا

اسلام نے تو یہاں تک تعلیم دی کہ آدمی کو اپنی رشتہ داریوں کو بھی پہچاننا چاہیے۔ آج کل کے نوجوانوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ رشتہ داریوں کو بھی نہیں پہچانتے، قریب کی بات تو تھوڑی بہت جان لیتے ہیں کہ یہ چچا ہیں اور یہ ماموں ہیں اور اس کے بعد آگے کا کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا۔ بعضوں کو جب سمجھاتے ہیں کہ یہ تمہارے پھوپھا ہوتے ہیں اور یہ ان کے بھائی کے لڑکے ہیں اور فلاں کی یہ رشتہ داری ہے تو ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ حالانکہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نسب اور عرب

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نسب کے بڑے ماہر تھے۔ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) حج کے موقعہ پر جب قبیلوں میں دعوتِ اسلام دینے کے لئے چلتے تھے توحضرت ابو بکرصدیق (رضی اللہ عنہ) ساتھ ہوتے تھے،اورسارے قبیلوں کاتعارف کرواتے تھے(أخرجہ ابونعیم فی الدلائل۔حیاۃالصحابۃ۱/۸۸)

اورعرب میں تویہ حال تھاکہ وہ اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کے نسب بھی یاد رکھتے تھے کہ میرا گھوڑا کہاں کس گھوڑے سے پیداہواہے،اورآج ہمارے یہاں اپنے نسبوں کاکسی کوعلم نہیں ہوتا۔آج کل کے بچوں کو پوچھئے توبعضوں کوتوداداکابھی نام یاد نہیں ہوتا۔مگرپرداداکانام تو یادہی نہیں ہوتا۔یہ واقعہ ہے،آپ بھی تجربہ کرلیجیے۔پرانے لوگوں میں یہ ہوتاتھاکہ یہ فلاں صاحب ہمارے داداکی اولادمیں سے ہیں، پرداداکے بھائی کی اولادمیں سے ہیں،اور آج کل بھائی کی اولادکی طرف دھیان نہیں ہوتاتوداداور پرادادا کے بھائی کی اولاد کی طرف کون دھیان دے گا، حالانکہ معاشرہ کا قیام اسی کے اوپرموقوف ہے۔

ہرایک کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے

ہمارے یہاں جوبرائیاں پھیل رہی ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کا خیال نہیں رکھاجاتااورضرورت مندکی ضرورت پوری نہیں کی جاتی،نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ پریشانی میں زندگیاں گذارتے ہیں،اگرہرضرورت مندکی ضرورت اس کی اپنی جگہ اوراپنے گھربیٹھے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پوری ہوجایاکرے؛توکوئی بھی پریشان حال نہ رہے۔بھائی! آپ زیادہ نہ دیجیے، مہینہ میں سوروپے ہی دیجیے، آپ جیسے دس آدمی سوسو روپے دیں گے تو اس کی ضرورت پوری ہوجائے گی۔جیسے داداکے بھائی کی اولادہے یاپرداداکے بھائی کی اولادہے اوراس میں سب توغریب نہیں ہوتے،دوچارہی غریب ہوتے ہیں، تواب دادا اورپرداداکی اولاد میں جتنے حیثیت والے ہیں ان میں سے سب اگرسوسو روپے دیں گے، تودوچارافرادکی ضرورتیں تو پوری ہوہی جائیں گی، اورآج کل سوروپے کی حیثیت ہی کیاہے؟آپ یہاں سے اسٹیشن جائیں اورواپس آئیں تورکشہ والاہی پچاس ساٹھ روپے لے لیتاہے۔

اورپھرسب لوگ اس کواپنی ذمہ داری سمجھیں۔ایسانہیں ہوناچاہیے کہ فلاں نہیں دیتا تو مَیں کیوں دوں؟یافلاں صاحب خیال رکھ رہے ہیں، تومَیں کیوں دوں؟ ارے بھائی!وہ کتناخیال کرتے ہیں وہ تو پہلے معلوم کرو۔بعض مرتبہ یہ بھی ایک مصیبت ہوجاتی ہے کہ کوئی کسی کا خیال رکھتاہے تواس کی وجہ سے دوسرے لوگ بے فکرہوجاتے ہیں،حالانکہ وہ اتنا نہیں دیتا جس سے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوجائیں،اوروہ بے چارہ پریشان ہی رہتاہے۔اس لئے بھائی!اگروہ خیال رکھتاہے تووہ اپناکام کر رہاہے،اوراپنافریضہ ادا کررہا ہے،اب ہمیں اپنافریضہ اداکرناچاہیے؛سیدھی سادی بات تویہ ہے۔اس لئے مَیں یہ عرض کررہاتھاکہ یہ چیزیں بڑی اہم ہیں،اس کی طرف توجہ ہونی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بدترین دعوتِ ولیمہ

حدیث ۲۶۶

وعنه عن النبی (ﷺ) قال:شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا،وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا،وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ،فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ (رواہ مسلم)

وفی روایة فی الصحیحین:-عن أبی هریرة من قوله:بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى إِلَيْهَا الْأَغْنِيَاءُ،وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ۔

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم(ﷺ) کاارشادنقل فرماتے ہیں کہ بدترین کھانااس دعوتِ ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو آسکتاہے اس کوتوبلایا نہیں جاتا، اورجوانکار کرتا ہے اس کودعوت دی جاتی ہے۔اورجوآدمی دعوت قبول نہ کرے،اس نے اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کی۔ صحیحین کی روایت میں ہے : بدترین کھانا اس دعوتِ ولیمہ کا کھانا ہے،جس میں مالداروں کودعوت دی جاتی ہے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

افادات:-ظاہرہے کہ فقیرکودعوت دی جائے گی تووہ ضرورآئے گا،اورمالدار کودعوت دو، اور پھراس کویاددہانی کراؤ،اورچارمرتبہ وعدہ لو؛تب بھی بھول جاتاہے،اور دوسرے روز پوچھو توکہتاہے کہ بھول گیاتھایعنی اس دعوت کابھی عجیب دستورہے کہ جو نہیں آرہاہے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اورجوبے چارہ قدردان ہے اس کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آدمی جب دعوت کرے تو اس کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ جس طرح مالداروں کو بلا کر کھلانے کا اہتمام کرتا ہے اسی طرح فقیروں اور غریبوں کو بلانے کا بھی اہتمام کرے۔

صرف مالداروں کو دعوت نہ دیں

اب جب غریبوں کی بات آئی ہے تو مَیں آپ کو بتلادوں کہ ہم لوگ کس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ دیکھو! ہمارے یہاں دعوتیں مختلف حیثیتوں سے دی جاتی ہیں، مثلاً آپ کے یہاں شادی ہے تو رشتہ داری کے لحاظ سے دعوت دیں گے، کاروباری لائن کے لوگ اس لائن کے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، کہیں برادری کا سوچ کر دعوت دی جاتی ہے، کوئی آدمی محلہ کا ہے اس لئے اس کو دعوت دی جاتی ہے۔ لہٰذا جب آپ رشتہ داری کے لحاظ سے دعوت دینے کا سوچ رہے ہیں تو رشتہ داروں میں سے فقط مالداروں کا انتخاب نہ کیجیے، آپ کے رشتہ داروں میں غریب بھی ہیں، اور شریعت یوں کہتی ہے کہ آپ رشتہ داروں میں جہاں مالداروں کو بلائیں وہیں آپ ڈھونڈیں گے تو غریب بھی مل جائیں گے، لہٰذا آپ ان غریبوں کو مت چھوڑیے۔

اگر آپ کاروباری تعلق کی وجہ سے دعوت دے رہے ہیں تو اس لائن میں بھی دونوں قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ یا کسی ادارے میں کام کر رہے ہیں تو آپ کے ساتھ اس ادارے میں کام کرنے والے بھی دونوں قسم کے لوگ ہوں گے۔ آپ جس حیثیت سے بھی دعوت دے رہے ہو، ہر ایک میں صرف بڑے لوگوں کو اور مالداروں کو مدعومت کیجیے، بلکہ کمزور اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

غریب لوگوں کو بھی یاد رکھیے۔اور ایسا بھی نہیں ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوتب بھی اسے ضرور بلاؤ۔ہاں !اس حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے کسی غریب کوغریب ہونے کی حیثیت سے بغیر کسی تعلق کے بھی دعوت دیں؛توبہت ہی اچھاہے۔

ہمارے یہاں عام طورپر یہ مزاج بنتا چلا جارہاہے کہ جب دعوت کاموقعہ آتا ہے تو غریب کو بھول جاتے ہیں۔محلہ والوں کو دعوت دیتے ہیں توکیا محلے میں صرف مالدار لوگ ہی رہتے ہیں؛ کوئی غریب نہیں رہتا؟اگر محلے والا ہونے کی حیثیت سے دعوت دے رہے ہیں تو جوحیثیت محلے کے مالدار کو حاصل ہے؛وہی حیثیت محلے کے غریب کو بھی حاصل ہے؛توپھر غریب کو بھی دعوت دیجیے۔

کھانا بھی خراب،خانہ بھی خراب

اورجو لوگ صرف ایک ہی طبقہ والوں کویعنی مالدار طبقہ کودعوت دیتے ہیں تو مَیں یہ کہا کرتاہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کونقد سزا دلواتے ہیں کہ جس کوبلایاتھاایک تووہ آیا نہیں،جس کی وجہ سے دل دکھا۔تویوں کہناچاہیے کہ کھانا بھی خراب ہوا اورساتھ ہی خانہ بھی خراب ہوا۔ گویایہ نقد(રોકડી) سزا ملی۔اگروہ صحیح طرح سے دعوت کا اہتمام کرتاتوکھانا بھی صحیح مصرف میں جاتا اورجب بات نکلی ہے توایک اوربات یاد آگئی۔پرانے زمانہ میں یہ ہوتاتھاکہ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے کھاناکھلاتے تھے، تو خاص طورپر فقیروں کوکھلایا جاتا تھا، لیکن اب وہ جگہ بھی مالداروں نے لے لی ہے، گویا مالدارلوگ اس میں بھی غریبوں کاحق مارنے لگے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! خلاصہ یہ ہے کہ غریبوں کے معاملہ میں آج کل جو ہماری طرف سے کوتاہی برتی جاتی ہے، یہ روایت ہمیں اس کوتاہی کو دور کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مُلَاطَفَةُ الْيَتِيْمِ وَالْبَنَاتِ (مجلس ۳)

یتیم اور بچیوں کے ساتھ مہربانی
مجلس (۳)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیساکہ آپ کومعلوم ہے کہ باب کاعنوان قائم کیاگیاتھا یتیموں ، لڑکیوں اور تمام کمزوروں، مسکینوں اور شکستہ دلوں کے ساتھ نرمی کرنااوران کے ساتھ احسان وشفقت سے پیش آنا۔یتیموں اور کمزوروں پر شفقت کرنے کابیان گذرچکا۔آج جوروایت پیش کرتے ہیں اس میں لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید آئی ہے۔

بچیوں کے بارے میں اہلِ عرب کا طرزِ عمل

حدیث ۲٦۷

وعن أنس (رضی اللہ عنہ) عن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قال: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا، جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ، وَضَمَّ أَصَابِعَهُ۔ جَارِيَتَيْنِ اَیْ بِنْتَيْنِ۔

ترجمہ:۔حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ جوآدمی دو بچیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائیں تو مَیں اور وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گے۔اور آپ انے اپنی دونوں انگلیوں کوملادیا۔

پہلے بتلاچکاہوں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب بعثت ہوئی اس وقت لڑکیوں کے ساتھ جو نازیبا اورناروا سلوک کیاجاتاتھاوہ ناقابلِ بیان ہے۔قرآنِ پاک میں اس کاجونقشہ کھینچاگیا ہے اس کی طرف شروع باب میں آیات کے ذیل میں اشارہ کرچکاہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باری تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ﴾ ان میں سے کسی کو جب بچی کی پیدائش کی خوش خبری سنائی جاتی ہے تو یہ سن کر ان کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ اپنے دم کو اندر ہی اندر گھٹتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ ان کو جو خبر دی گئی اس کی برائی کی وجہ سے وہ اپنی قوم سے منہ چھپائے پھرتا ہے۔ گویا اس کو لوگوں کے سامنے آتے ہوئے شرم آتی ہے کہ کوئی کہے گا کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اور پھر سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ اس بچی کو اپنے گھر میں رہنے دے یا مٹی میں دبا دے اور زندہ دفن کر دے۔

"مِنْ اِمْلَاقٍ" اور "خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" کا فرق

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) نے تفسیرِ مظہری میں اس موقعہ پر علامہ بغویؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عرب کے قبائل میں سے مضر، خزاعہ اور بنو تمیم کے یہاں دستور یہ تھا کہ ان کے یہاں جب لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں تو وہ لوگ بچیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے۔ اور وہ ایسا دو وجہ سے کرتے تھے، ایک تو فقر و فاقہ کا ڈر لگتا تھا کہ ہم ان کو کیا کھلائیں گے، گویا ان کو بچیوں کے بارے میں ڈر لگا رہتا تھا کہ ان کی وجہ سے ہم فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور بعضوں کو یہ خیال ہوتا تھا کہ ہمارے کھانے کا تو انتظام ہے نہیں، ان کے لئے کہاں سے انتظام کریں گے۔ (تفسیر البغوی، ۵/۲۵۔ تفسیر الخازن، ۴/۹۶)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چنانچہ قرآنِ پاک میں ایک جگہ فرمایا ہے﴿لَا تَقْتُلُوْٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾تم اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل مت کرو کہ اولاد کی کثرت کی وجہ سے ہم غریب ہوجائیں گے اوران پر خرچ کرنے کے نتیجہ میں ہماری دولت گھٹ جائے گی۔گویا اتنا تو ان کے پاس موجود ہے کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کررہے ہیں لیکن ان کوڈر یہ ہے کہ آنے والی اولاد کوکہاں سے کھلائیں گے، گویافقروفاقہ موجود نہیں ہے لیکن آئندہ کاڈر ہے۔

قرآنِ پاک میں دوسری جگہ ہے﴿لَا تَقْتُلُوْٓا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾اپنی اولاد کوفقر و فاقہ کی وجہ سے قتل مت کرو، ہم تم کو بھی روزی دیتے ہیں اور ان کو بھی۔دونوں جگہ دو الگ الگ جملے استعمال کئے گئے ہیں۔

علامہ عثمانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ایک جگہ ہے﴿لَا تَقْتُلُوْٓا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ﴾ تم اپنی اولاد کوفقروفاقہ کی وجہ سے قتل مت کرو۔گویافقروفاقہ پہلے سے موجودہے،اوراب آنے والی اولاد کے بارے میں ڈرہورہاہے کہ ہمارے خودہی لالے پڑرہے ہیں اورفقر و فاقہ ہم پر سوارہے،ہم کوہی دووقت کاکھانا میسر نہیں آرہاہے توان کوکہاں سے کھلائیں گے،تواس کے جواب میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقر و فاقہ کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾جو عربی جاننے والے ہیں وہ غور کریں کہ باری تعالیٰ پہلے فرما رہے ہیں کہ ہم تم کو بھی روزی دیتےہیں اور ان کو بھی دیں گے۔یہاں (کُمْ)یعنی’’ تم کو‘‘ پہلے بیان کیا گیاہے،اس لئے کہ فقروفاقہ موجودہونے کی وجہ سے وہ یوں سوچتے تھے کہ ہمارا ٹھکانہ نہیں ہے،توان کو کہاں سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کھلائیں گے۔چونکہ پہلی فکراپنی تھی تو باری تعالیٰ نے دلاسہ دلایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، تم کو بھی روزی ہم ہی دیں گے اور ان کو بھی ہم ہی دیں گے۔

جب کہ بعض لوگ وہ ہوتے تھے کہ ان کے پاس اپنا کھانا موجود ہے لیکن وہ یوں سوچتے تھے کہ جب اولاد ہوگی توان کو کہاں سے کھلائیں گے،ان کے بارے میں کہا گیا ﴿لاتَقْتُلُوْٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ﴾ گویا فقر وفاقہ اس وقت نہیں ہے ،لیکن اولادزیادہ ہونے کی وجہ سے آئندہ اس کا خطرہ ہے،تو ان کے جواب میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اپنی اولاد کو فقروفاقہ کے ڈر سے قتل مت کرو تم یوں سوچتے ہو کہ اولاد آئے گی تو خرچ بڑھ جائے گا؛ پھرہم ان کوکہاں سے کھلائیں۔باری تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾ ہم ان کو بھی روزی دیں گے اور تم کو بھی دیں گے۔اس آیت میں پہلے بچوں کا تذکرہ کیا گیا،کیونکہ فکر بچوں کا تھا،اپناکام تو چل رہا تھا۔پھر آگے فرمایا ﴿إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا﴾ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔تو بچیوں کو قتل کرنے کی ایک وجہ قرآن نے یہ بیان فرمائی ہے۔

بچیوں کو قتل کرنے کا جاہلانہ نظریہ

اوراحادیث سے پتہ چلتاہے کہ بچیوں کو قتل کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ غیر کفو میں رشتہ دیناپڑے گااوروہ لوگ اپنے آپ کوخاندان کے اعتبارسے بڑا سمجھتے تھے۔قبیلۂ مضر جس سے قریش کاخاندان بھی تھا۔خزاعہ اور بنو تمیم وغیرہ دوسرے قبائل کے مقابلہ میں اپنے آپ کواونچا سمجھتے تھے،اس لئے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ اپنے گھرلڑکی پیدا ہوئی ،جب یہ بڑی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوگی اوراس قابل ہوگی کہ اس کا نکاح کیا جائے توپھر اس کو کسی ایسے خاندان میں بیاہ کر دینا پڑے گا جو ہمارے درجہ اور ہماری کیٹیگری (category) کا نہیں ہوگا، یہ ہماری بے عزتی ہے۔ تو ایسے خاندان میں لڑکی کو بیاہ کرنہ دینا پڑے اس لئے وہ لڑکی کو قتل کردیا کرتے تھے، گویا اس کو اپنے لئے عیب سمجھتے تھے کہ کوئی لڑکا ہمارا داماد بنے گا اور لڑکی والا رشتہ پیدا ہوگا۔

رائج الوقت گالیاں

ہمارے سماج میں بعض گالیاں جو رائج ہیں دراصل وہ بھی اسی لڑکی والے رشتہ کی وجہ سے ہیں، مثلاً بیوی کے بھائی کو ”سالا“ کہتے ہیں اور گالی کے طور پر بھی بولتے ہیں۔ بیوی کے باپ کو سسر کہتے ہیں اور گالی کے طور پر ”سسرا“ بول دیتے ہیں، یہ سب رشتے نکاح کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تو نکاح کے نتیجہ میں لڑکی کے رشتہ داروں کو جو لقب ملا اس کو اُس زمانہ میں گالی سمجھا جاتا تھا، اور آج کل بھی اسی زمانۂ جاہلیت کی یادگار کے طور پر گالی کی شکل میں جاری ہے۔ حالانکہ اسلام تو زمانۂ جاہلیت کی یادگار کو ختم کرتا ہے۔ جن تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ غصہ ہوگا ان میں حضور اکرم (ﷺ) نے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ جو اسلام میں آنے کے بعد جاہلیت کے طریقہ کو پسند کرے۔ (بخاری شریف / حدیث نمبر، ۶۸۸۲)

اور اُس زمانہ میں یہ دستور بھی تھا کہ جب کسی کا نکاح ہوتا تو اس وقت اس کو جو دعا دی جاتی تھی اس کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یوں کہا جاتا تھا ﴿بِالرِّفَآءِ وَالْبَنِيْنَ﴾ (روضۃ المحدثین، حدیث نمبر ۱۷۹۹۔ بحوالہ فتح الباری، ۹/ ۲۲۲) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں خوش حالی عطا

فرمائے اور لڑکے دے، یعنی لڑکوں کی دعا دی جاتی تھی۔ لیکن نبی کریم (ﷺ) نے نکاح کے موقعہ پر جو دعا سکھلائی اس میں مطلق برکت کا تذکرہ ہے ﴿بَارَكَ اللهُ لَكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر برکت دے یعنی اولاد پیدا ہو، اور تمہارے اوپر بھی برکت نازل فرمائے اور تمہارا جمع ہونا بہتر ہو (روضۃ المحدثین، حدیث نمبر ۱۷۹۸۔ بحوالہ فتح الباری، ۹/۲۲۲) حدیث میں یہ دعا بھی آئی ہے ﴿عَلَى الْأُلْفَةِ وَالْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَالطَّيْرِ الْمَيْمُوْنِ وَالسَّعَةِ فِي الرِّزْقِ﴾ خیر وبرکت اور محبت کے ساتھ تمہارا جوڑا قائم رہے، اور تم اچھے نصیبے اور قسمت والے بنو، اور تمہاری روزی میں بھی اللہ تعالیٰ خوب کشادگی دے (روضۃ المحدثین، حدیث نمبر ۱۷۹۷۔ بحوالہ فتح الباری، ۹/۲۲۲) تو زمانۂ جاہلیت میں جو لفظ ﴿اَلْبَنِيْنَ﴾ بولا جاتا تھا اس کو اسلام نے ختم کیا۔

غیر اختیاری چیز میں عورت ہی قصوروار کیوں؟

اولاد میں لڑکوں اور لڑکیوں کا پیدا ہونا آدمی کے اختیار کی چیز نہیں ہے۔ اگر کسی پر کوئی عیب لگایا جائے تو وہ چیز ایسی ہونی چاہیے جس میں اس کے اختیار کو دخل بھی ہو، لیکن جس میں اس کے اختیار کو دخل ہی نہ ہو؛ اس میں بھلا کیا عیب لگانا۔ قرآنِ پاک میں خود باری تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے صرف لڑکیاں دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے اکیلے لڑکے ہی دیتا ہے یا پھر دونوں دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بغیر اولاد کے رکھتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیکھو! جہاں اللہ تعالیٰ نے اس عطیہ کا تذکرہ کیا وہاں پہلا نام لڑکی کا لیا۔ اس آیت کے پیشِ نظر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جس عورت کو پہلے بچی پیدا ہو؛ وہ بابرکت ہے۔ اور ہمارے سماج میں اُلٹا سمجھا جاتا ہے، کسی کو پہلے لڑکی پیدا ہوئی تو بس ختم ہو گیا، ساس تو معلوم نہیں کیا کیا کہہ ڈالتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے لڑکی کا تذکرہ کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اکیلی لڑکیاں دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے اکیلے لڑکے دیتا ہے، یا دونوں دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بغیر اولاد کے رکھتا ہے۔ گویا جو چار صورتیں ہو سکتی ہیں ان چاروں میں اول نمبر پر لڑکی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ خیر! کسی کے یہاں لڑکی کا پیدا ہونا اس کے اختیار کی چیز تو تھی نہیں، پھر اس بے چاری کو کیوں قصور وار گردانا جائے۔

ہم تو زمین ہیں جو بیج ڈالا جاتا ہے اسی کو اُگا دیتے ہیں

کسی شاعر نے اشعار کے اندر ایک قصہ لکھا ہے، وہ اشعار بڑے اچھے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ ایک آدمی کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو شوہر نے اس پر ناراض ہو کر بیوی کو طلاق تو نہیں دی لیکن اس کو معلق چھوڑ رکھا تھا اور علیحدگی اختیار کر کے دوسری بیوی کر لی، اور اس کو دوسرے گھر میں رکھا، ایک مرتبہ اس لڑکی کا باپ وہاں سے گذر رہا تھا تو ماں بچی کو دونوں ہاتھوں میں اُٹھا کر کھیل لگا رہی تھی اور جھولا جھلاتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی تھی:-

مَا لِأَبِي حَمْزَةَ لَا يَأْتِينَا يَظَلُّ فِي الْبَيْتِ الَّذِي يَلِينَا

غَضْبَانَ أَنْ لَّا نَلِدَ الْبَنِينَا تَااللّٰهِ مَا ذٰلِكَ فِي أَيْدِينَا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَإِنَّمَا نَأْخُذُ مَا أُعْطِينَا وَنَحْنُ كَالْأَرْضِ لِزَارِعِينَا

نُنْبِتُ مَا قَدْ زَرَعُوهُ فِينَا

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو حمزہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں لیکن ہمارے پاس نہیں آتے؟ وہ اس بات پر ناراض ہیں کہ ہم نے لڑکا کیوں نہیں جنا، حالانکہ اللہ کی قسم! یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم تو اسی چیز کو اپنے اندر محفوظ کرتے ہیں جو ہمیں دی جاتی ہے، ہماری مثال تو زمین جیسی ہے، ہمارے اندر جو بیج ڈالا جاتا ہے اسی کو ہم اُگا دیتے ہیں، اب اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ (البیان والتبیین للجاحظ۔ ۱/۱۰۸)

غور کیجئے کہ اس نے بات تو بالکل درست کہی، اور یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ مردوں نے عورتوں پر اپنا تسلط جمانے کے لئے لڑکی پیدا ہونے کی صورت میں بھی ماں کو ہی قصوروار ٹھہرایا، حالانکہ بیج تو خود مردوں کا ڈالا ہوا ہے اور عورتیں تو زمین ہیں، اگر قصوروار مانا جائے تو دونوں کو ماننا چاہیے، صرف عورت کو ہی قصوروار کیوں ٹھہرایا جائے؟ یہ تو صریح ناانصافی ہے بلکہ ناانصافی کی بھی انتہاء ہے۔

بچیوں کے ساتھ کیسا ناروا سلوک

بہر حال! اُس زمانہ میں یہ قبائل لڑکیوں کے وجود کو اپنے لئے عیب سمجھتے تھے، اس لئے ان کو اپنے یہاں زندہ رہنے ہی نہیں دیتے تھے، اور اگر کسی لڑکی کو زندہ رکھنا مقصود بھی ہوتا تو یہ کرتے کہ اس کو بکری کے بالوں کا لباس پہنا کر اونٹ اور بکریاں چرانے کے لئے متعین

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کردیتے اور کہہ دیتے کہ تجھے وہیں رہنا ہے،اونٹ اور بکریاں چراتے رہنا،ہمارے یہاں مت آنا۔اوراگراس کوباقی رکھنامنظورنہ ہوتاتواسے پانچ سال تک رہنے دیتے تھے، جب چھ سال کی عمرہوتی توباپ بچی کی ماں سے کہتاکہ اس کو بناؤسنگھارکرکے تیارکردینا اور پہلے سے صحراء میں جاکرایک گڑھا کھودکرآتا اور پھر اپنے ساتھ بچی کولے جاتا،وہاں پہنچ کربچی سے کہتا کہ اس گڑھے کے اندردیکھو،اس بیچاری معصوم بچی کوتوکچھ پتہ بھی نہ ہوتا،جب وہ اندرجھانکتی تو باپ پیچھے سے دھکادے کراندرگرادیتااوراس پر مٹی ڈال دیتا۔

بچی کوزندہ درگورکرنے کادردانگیزواقعہ

ایک مرتبہ ایک قبیلہ کے سردارنے آکر نبی کریم(ﷺ) کے سامنے اپنا قصہ سنایا کہ میری بیوی حمل سے تھی،اتفاق کی بات کہ جب بچہ جننے کاوقت آیاتومَیں سفرمیں تھا، اس دوران بیوی کوولادت ہوئی اورلڑکی پیدا ہوئی،ماں نے سوچاکہ باپ اس کومار ڈالے گا،اس لئے اپنی لڑکی کواپنی بہن کے یہاں بھیج دیا۔جب مَیں سفرسے واپس آیااور مَیں نے پوچھاتو بیوی نے بتلایاکہ ایک مردہ بچہ پیداہواتھا۔مجھے یہ نہیں بتایاکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔جب مَیں کہیں باہرجاتاتوماں اس بچی کواپنی بہن کے پاس سے منگواتی،اس سے محبت اورپیار کرتی، اسی طرح وہ بچی کچھ بڑی ہوئی۔ ایک مرتبہ میں کہیں باہرگیاہواتھا، اس نے بچی کواپنے پاس بلوارکھاتھااوروہ واپس جائے اس سے پہلے ہی مَیں پہنچ گیا،مَیں نے اس بچی کو دیکھاتومجھے وہ اچھی لگی اورمَیں نے بھی اس بچی کے ساتھ پیارومحبت کامعاملہ کیا۔مَیں نے پوچھا کہ یہ کس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی بچی ہے؟مَیں نے اس کے ساتھ محبت وپیار کا جو معاملہ کیا تھا اس کی وجہ سے اس کی ماں یہ سمجھی کہ شاید خون کی محبت اثر کررہی ہے، اس لئے اب حقیقت کو ظاہر کرنے میں کوئی خطرے کی بات نہیں ہے،اس لئے اس نے بتلادیا کہ یہ تو آپ کی ہی بچی ہے،اور پھر پورا قصہ سنایا۔خیر!اس وقت مَیں نے کچھ نہیں کہا اور اس کو اپنے پاس رہنے کی اجازت دیدی۔

پھر اس نے اپنا قصہ بتاتے ہوئے کہا کہ میرے یہاں وہ بڑی ہوئی،اور مجھ سے بہت پیار کرتی تھی،میں بھی اس سے بڑی محبت کرتا تھا،لیکن ایک روز مجھ پر جاہلانہ جنون سوار ہوا کہ میرے گھر لڑکی ہے۔بس!مَیں اس کو اپنے ساتھ لے کر جنگل گیا اور پہلے سے کوئی تیاری بھی نہیں کی تھی۔وہاں جاکر میں نے اس کے لئے ایک گڑھا کھودنا شروع کیا،جب میں گڑھا کھود رہا تھا اس کی وجہ سے میرے کپڑوں کے اوپر مٹی گررہی تھی تو وہ بچی ابا ابا کہہ کر مٹی صاف کرتی تھی،لیکن میرے اوپر تو جاہلیت والا جنون ایسا سوار تھا کہ اس کے پیار بھرے جملوں کا بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں ہورہا تھا۔جب گڑھا تیار ہوا تو میں نے اس بچی کو اٹھاکر اس گڑھے میں ڈال دیا۔وہ اندر سے چلارہی تھی کہ اباجی!آپ یہ کیا کررہے ہو؟لیکن مَیں نے اس پر مٹی ڈالنا شروع کی، وہ ابا ابا پکارتی رہی یہاں تک کہ اس کی آواز آنا بند ہوگئی۔جب اس نے یہ قصہ سنایا تو نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور آپ نے فرمایا ﴿وَاللہِ!اِنَّ ھٰذِہٖ لَقَسْوَۃٌ،مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ﴾ اللہ کی قسم!یہ تو بڑی سخت دلی کی بات ہے ، جو آدمی کسی کے ساتھ رحم نہیں کرتا اس کے ساتھ بھی رحم کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔(التذکرۃ الحمدونیۃ۔۱/۱۹۶)

قیامت کے دن خود بچی سے پوچھا جائے گا

اور جیسا کہ مَیں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے معاشرہ میں آج بھی اس کے اثرات موجود ہیں، حالانکہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے دور کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی تعلیمات میں اس بات کی طرف بہت زیادہ متوجہ فرمایا ہے، اس لئے کہ ہر نبی اپنی قوم کے اندر جو برائیاں اور بیماریاں ہوتی ہیں ان کو دور کرنے کی اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے، اسی لئے بچیوں کو زندہ درگور کرنے اور ان کے ساتھ ناانصافی کے معاملہ کو ختم کرنے کے لئے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت تاکیدی ارشادات فرمائے ہیں۔

اور قرآنِ پاک میں بھی اس سلسلہ میں باقاعدہ تاکید کی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے ﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ﴾ عدالت کا طریق کار تو یہ ہوتا ہے کہ مجرم سے اس کے جرم کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ تونے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہاں اس کا جرم اتنا زیادہ شنیع تھا کہ خود اس کو خطاب کے قابل ہی نہیں سمجھا گیا بلکہ جس بچی کو زندہ درگور کیا گیا تھا قیامت کے روز اسی سے پوچھا جائے گا ﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ کس جرم کی پاداش میں تجھے قتل کیا گیا تھا۔ دیکھئے! قرآنِ کریم نے کیسا انداز اختیار کیا ہے۔ اس بیچاری معصوم سے پوچھا جائے گا کہ تیرا کیا قصور تھا کہ تجھے زندہ درگور کر دیا گیا؟ ظاہر ہے کہ اس بیچاری کا کوئی قصور ہی نہیں ہے۔ قرآنِ پاک میں اس پر خاص تاکید فرمائی ہے اور اس بیماری کو دور کرنے پر خاص زور دیا گیا ہے اور احادیث میں بھی خاص تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ اسی میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دو بچیوں کی پرورش کرنے والوں کے لئے بشارت

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی دو بچیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائیں تو میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گے۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا دیا۔ چونکہ وہ لوگ تو بچیوں کو بالغ ہونے ہی نہیں دیتے تھے، اس سے پہلے ہی معاملہ ختم ہو جاتا تھا اس لئے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بشارت ارشاد فرماتے ہیں۔ اس مجمع میں جن لوگوں کی دو یا زیادہ بچیاں ہیں اور ان کی پرورش کر رہے ہیں اور وہ بچیاں بلوغ کو پہنچ چکی ہیں ان سب کے لئے یہ بشارت ہے۔ اور غور کیجئے کہ کتنی بڑی بشارت ہے! اور یہ بشارت اُس زمانہ کے لئے خاص نہیں تھی، بلکہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لئے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بشارت ارشاد فرمائی ہے۔

جس ماحول میں لڑکیوں کے ساتھ زیادتیاں کی جاتی تھیں اس ماحول میں اس بشارت کا آپ اندازہ لگائیے۔ جو بچیوں کے ساتھ اس طرح کا اچھا سلوک کرے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ اس طرح ہو گا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ محبت ہو اور پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) خود اتنی بڑی بشارت سنا دیں؛ تو پھر ظاہر ہے کہ کون ہے جو اس کے لئے آمادہ نہ ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جہنم سے آڑ

حدیث ۲۶۸

عن عائشة(رضی اللہ عنہا)قالت:دَخَلَتْ عَلَيَّ اِمْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ تَمْرَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ،فَدَخَلَ النبی(صلی اللہ علیہ وسلم) عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ:مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ،فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ:۔حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس ایک ضرورت مند عورت آئی اوراس کے ساتھ اس کی دوبچیاں تھیں اوراس کے پاس کھانے کے واسطے کچھ نہیں تھا، اس نے میرے پاس آکرسوال کیا،اس وقت میرے پاس بھی سوائے ایک کھجورکے کچھ نہیں تھا، اس لئے مَیں نے وہ ایک کھجور اس عورت کودے دی۔اس عورت نے اس کھجورکے دوحصے کئے، اور دونوں کو ایک ایک حصہ دیا،اورخودنے کچھ نہیں کھایا۔پھروہ اُٹھی اور چلی گئی۔جب نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) مکان پر تشریف لائے تومَیں نے آپ کویہ قصہ سنایاتوآپ(صلی اللہ علیہ وسلم)نے فرمایا کہ جو آدمی ان لڑکیوں میں سے کسی کے ذریعہ سے آزماگیا،پھر اس نے ان کے ساتھ بھلائی کامعاملہ کیا؛تووہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے آڑبن جائے گی۔

افادات:-یہاں لفظ"شَيْءٍ" آیاہے، جس میں ایک لڑکی بھی آگئی،یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی لڑکی دی ہو،یاایک سے زیادہ دی ہو،اوروہ اس کے ذریعہ آزمایاگیا۔اس لئے کہ کسی کے یہاں لڑکیاں آتی ہیں توعام طورپروہ اس کو اپنے لئے بوجھ سمجھتا ہے،تو اللہ تعالیٰ کاکسی کے یہاں لڑکیاں دینا اس کے لئے ایک طرح کی آزمائش ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ماں باپ کے لئے تمام اولاد برابر ہے

دیکھو! پہلے بتلاچکاہوں کہ لڑکیاں ہوں یالڑکے؛اولادہونے کی حیثیت سے ماں باپ کے لئے دونوں کارشتہ برابر ہے،ان میں سے کسی کے ساتھ امتیازی سلوک اور ترجیحی معاملہ کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی،سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا چاہیے۔ہمارے سماج میں صرف مردہی نہیں بلکہ مائیں بھی یہ زیادتیاں کرتی ہیں کہ لڑکوں کوصبح ناشتہ میں بالائی اورانڈے دیں گی،اوربیچاری لڑکی کونہ بالائی ملتی ہے اورنہ انڈا۔اسی طرح کوئی مٹھائی یاکوئی اچھی چیزگھرمیں آئی جوتھوڑی سی ہےتوماں ہی یہ زیادتی کرتی ہے کہ لڑکے کو دیتی ہے اورلڑکی کومحروم رکھتی ہے؛حالانکہ یہ سب ”أَحسَنَ اِلَیھِنَّ“ کے خلاف ہے۔جولوگ یہاں موجودہیں وہ سب سوچ لیں کہ مَیں جوبات کہہ رہاہوں وہ غلط ہے؟اگرغلط ہوتومجھےبتلائیے۔ہمارے سماج میں یہ سب ہو رہا ہے۔

اورمَیں توسمجھتاہوں کہ باپ تولڑکیوں کےساتھ برابری کامعاملہ کرے،لیکن یہ ظلم و زیادتیاں ماں ہی کی طرف سے ہو رہی ہیں،حالانکہ ماں سے شفیق اورمہربان اور کون ہوسکتا ہے۔لیکن لڑکی خودیہ معاملہ ماں ہی کی طرف سے دیکھ رہی ہے کہ ماں مجھے توبالائی نہیں دیتی اوربھائیوں کو دیتی ہے،اورناشتہ میں مجھے انڈانہیں دیتی اور بھائیوں کومل رہاہے۔اس لئے باپ کوچاہیے کہ جب ایسی بات سامنے آئے توبیوی کوسمجھائے کہ یہ معاملہ ٹھیک نہیں ہے۔اور پھرجب اس کے ساتھ بھلائی کامعاملہ نہیں ہوتااوروہ لڑکی آپ کے گھرمیں بیٹی ہونے کی حیثیت سے رہ کر یہ سب دیکھ رہی ہے کہ اس کے ساتھ یہ سب ناانصافی روا رکھ رہے ہیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور یہ بے چاری بچی اس گھر میں اسی طرح پرورش پارہی ہے اوراس کی نشو نمااسی طرح ہورہی ہے تو ابتداء ہی سے اس کی ذہنیت یہ بن رہی ہے کہ ماں کو ایساہی کرنا چاہیے۔لہٰذا وہ بھی بڑی ہوکر اپنی بچیوں کے ساتھ ایساہی کرتی ہے۔یہ دراصل غلط تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے جس کا وبال ماں باپ ہی پر ہو گا۔

یہ دو پیمانے کیسے ہیں؟

بلکہ آپ غور کیجئے کہ بیٹی کے ساتھ جب آپ ہی ایسی ناانصافی کریں گے اور پھر جب آپ اسی بیٹی کا نکاح کرکے کسی کی بیوی بنا کر رخصت کریں گے اور اُس گھر میں جا کر بھی اس کے ساتھ امتیازی معاملہ اور ترجیحی سلوک کیا جائے گا تو پھر آپ کو ہی اشکال ہو گا اوراس وقت آپ یوں کہیں گے کہ ہماری بیٹی کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہورہاہے۔بھائی!جب آپ کے گھر میں اس کے ساتھ ایسا معاملہ ہورہا تھا تو آپ نے کبھی اس کو روکنے کی کوشش نہیں کی، اور جب ایسا معاملہ دوسرے کے گھر میں جا کر اس کے ساتھ ہورہاہے تو آپ سماج اور محلہ میں، مسجد میں اوراپنی مجلسوں میں اس کا چرچا کررہے ہیں کہ میری بیٹی کے ساتھ یہ معاملہ کیا جارہا ہے۔میں آپ سے پوچھتاہوں کہ بھائی! یہ دو پیمانے کیسے ہیں؟جب وہ آپ کے گھر میں تھی اس وقت تو یہ معصوم اور چھوٹی سی بچی تھی اوراس پر شریعت کی تکلیف بھی نہیں تھی اس وقت سے اس کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا تھا، جب آپ کی طرف سے کیا گیا تو درست تھا اور ایسا معاملہ جب سسرال والوں کی طرف سے ہو رہا ہے تو آپ اس کو برا کہہ رہے ہیں؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حالانکہ اس حدیثِ پاک میں تو حضور(ﷺ) نے ماں باپ کو خاص تاکید فرمائی ہے کہ جو لڑکیوں کے ذریعہ آزمایا گیا اوراس نے ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک اور احسان کا معاملہ کیا؛ تو یہی لڑکیاں اور بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی اور ماں باپ کو جہنم کی آگ بھی نہیں لگنے دیں گی۔ ہمارے گھروں میں بہت آسان علاج موجود ہے، اس کے لئے کہیں باہر نکلنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اوراس کے لئے کچھ کمانے کی بھی ضرورت نہیں ہے،بس!ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیجیے، ترجیحی اورامتیازی سلوک مت برتیے، جیسے ہی وہ بچیاں بالغ ہوجائیں گی؛توخودبخودہی یہ فضیلت آپ کوحاصل ہو جائے گی۔

ایک کھجور جنت میں جانے کا ذریعہ بنی

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی دوسری روایت لاتے ہیں جس میں اوپرجیسا ہی قصہ ہے بس ذراسافرق ہے۔

حدیث ۲۶۹

عن عائشة(رضی اللہ عنہا)قالت:جَآءَ تْنِيْ مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ اِبْنَتَيْنِ لَهَا،فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ،فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا تَمْرَةً وَ رَفَعَتْ إِلَى فِيْهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا اِبْنَتَاهَا،فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِيْ كَانَتْ تُرِيْدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا،فَأَعْجَبَنِيْ شَأْنُهَا،فَذَكَرْتُ الَّذِيْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ (ﷺ)،فقال:إِنَّ اللهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ،أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک مسکین اور غریب عورت اپنی دوبچیوں کو لے کر آئی، مَیں نے اس کو تین کھجوریں دیں،اس نے ایک ایک کھجور ایک ایک لڑکی کودی اور تیسری کھجور کھانے کے لئے اپنے منہ کی طرف اُٹھائی،اسی دوران ان دونوں بچیوں نے اپنی اپنی کھجوریں نمٹاکراپنے ہاتھ بڑھائے۔تو اس عورت نے اپنی اس کھجورکے بھی دو ٹکڑے کئے اورآدھی آدھی ان دونوں بچیوں کو دیدی اورخودکچھ نہیں کھایا۔حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ اس کے اس معاملہ پرمجھے بڑاتعجب ہوا،مَیں نے نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے اس کاتذکرہ کیااس پر حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایااللہ تعالیٰ نے اس کے اس حسنِ سلوک کی وجہ سے اس کے لئے جنت واجب کردی۔

اورایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم سے آزاد کردیا۔دیکھو! ایک کھجورجنت میں لیجانے کا ذریعہ بنی۔

اس کامددگار"اللہ"ہے

حدیث ۲۷۰

عن أبي شريح خويلدبن عمروالخُزَاعِيِّ (رضی اللہ عنہ) قال:قال النبی (صلی اللہ علیہ وسلم):اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ،اَلْيَتِيْمِ وَالْمَرْأَةِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو شریح خویلدبن عمروخزاعی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کرتے ہوئے یہ فرمایاکہ اے اللہ!دوکمزوروں کے حق کے ضائع کرنے کےبارے میں مَیں اعلان کرتا ہوں؛یتیم اور عورت۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- عورت میں تمام نوع نسواں آگئی، بیٹی بھی اور بیوی بھی۔چونکہ عام طور پر جب ان کے حقوق ضائع کئے جاتے ہیں تو ان بے چاریوں میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی قوت کے ذریعہ اپنا حق وصول کر سکیں۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی بھی کمزور کا حق ضائع کرنا بڑا خطرناک گناہ ہے، اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی غیرت جوش میں آجاتی ہے اور ایسے آدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص عتاب وعقاب کا معاملہ کیا جاتا ہے۔اس لئے یہ سمجھ کر کسی کا حق ضائع کرنے کی کبھی جرأت نہیں کرنی چاہیے کہ اس کا تو کوئی بھی مددگار نہیں ہے، اس لئے کہ جس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا اس کا مددگار اللہ تعالیٰ خود ہو جاتا ہے۔

تمہارے کمزوروں کی وجہ سے مدد کی جاتی ہے

حدیث ۲۷۱

وعن مصعب بن سعد بن أبي وقاص (رضی اللہ عنہ) قال: رَأَىٰ سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلاً عَلَىٰ مَنْ دُوْنَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم): هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلاَّ بِضُعَفَآءِ كُمْ۔

ترجمہ:۔حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) نے ایک مرتبہ کوئی ایسی بات کہی جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کمزوروں کے مقابلہ میں ان کو فضیلت حاصل ہے، اس پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:-عام طور پر جب کسی کمزور کا معاملہ آتا ہے تو قوی لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ہم اس کی مدد کر رہے ہیں اور ہم اس کی حفاظت کر رہے ہیں، ہم کما کر اس کو کھلا رہے ہیں لیکن نبی کریم (ﷺ) بالکل الگ ہی تعلیم ارشاد فرما رہے ہیں، اور نبی کریم (ﷺ) کی تعلیم جو نظر آرہا ہے اس کے خلاف ہے۔ دیکھنے والے یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس کے گھر کے اندر بوڑھی ماں ہے، کمزور دادی ہے جو چلنے پھرنے سے عاجز ہے، بچہ ہے جو پیدائشی طور پر معذور ہے۔ تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان کی کفالت کرتا ہے، یہ محنت مزدوری کر کے کماتا اور ان کو کھلاتا ہے، یہ ان کو روزی پہنچاتا ہے، یہ ان کی مدد کرتا ہے، لیکن نبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تمہاری مدد ان کی وجہ سے کی جاتی ہے، تم کو ان کی وجہ سے روزی ملتی ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم ان کو روزی پہنچا رہے ہو۔

معاشرے کی دُکھتی رَگ

آج کل عام طور پر ہمارے دل و دماغ میں یہی بیٹھا ہوا ہے اور گھروں میں لڑائیاں بھی یہیں سے آتی ہے۔ دیکھو! ترتیب تو یہی ہے کہ شروع میں کاروبار تو باپ ہی جماتا ہے، اور جب بیٹوں کا نمبر آتا ہے، تو پہلے بڑا بیٹا آکر باپ کا ساتھ دیتا ہے، ابھی چھوٹوں کا وقت نہیں آیا ہے، ان میں سے کوئی اسکول جا رہا ہے، کوئی مدرسہ پڑھ رہا ہے، کوئی اور بھی چھوٹا ہے جب سے باپ ریٹائرڈ (Retired) ہوا ہے، ان کے کاروبار کو بڑے بیٹے نے سنبھال رکھا ہے، اس طرح کاروبار بڑے بیٹے کے ہاتھ میں آتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پھر اس کی شادی بھی ہو گئی اور بڑی بہو گھر میں آئی،اور عام طور پر ماں باپ کو چھوٹی اولاد کے ساتھ محبت زیادہ ہی ہوتی ہے،اورابھی انہوں نے دیکھا بھی کیاہے؟ بڑے کو محبت سے محروم نہیں رکھاجاتا،بلکہ اس کوتوبہت محبت مل چکی ہے،اور یہ فطری چیز ہے،اور عام طور پر یہی دیکھاگیاہے کہ بڑاجوہوتاہے وہ ماں باپ کاپہلاہی بچہ ہوتاہے، اس لئے ماں باپ کو اس کے ساتھ محبت آخر تک برابر رہتی ہے۔

خیر!بات یہ چل رہی تھی کہ باپ کے بعدکاروباربڑا ہی سنبھال لیتاہے،جب بہو آتی ہے تووہ یوں کہتی ہے کہ تم محنت مزدوری کرتے ہواور تھکتے ہو،اوراس کوتودیکھو، وہ توبرابر اسکول ومدرسہ بھی نہیں جاتا،اِدھراُدھر تفریح کرتاپھرتارہتاہے،اس کوابا کھلاتےپلاتےرہتے ہیں، اورتم صبح سے دکان پرجاتے ہواوردوپہر کاکھانابھی پتہ نہیں آپ برابر کھاتے ہویانہیں، پھر رات کودیرسے آتے ہو۔ان سب باتوں کاخلاصہ یہی ہوتاہے کہ ہم ہی الگ ہوجائیں، اس لئے کہ وہ یوں سمجھتی ہے کہ میراشوہرہی کماکرسب کوکھلارہاہے۔

کھڑے کھڑے اور پڑے پڑے

اوراس کی باتوں کی تاثیر بھی بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے۔ہمارے حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ساس اوربہو میں جھگڑاہوا۔ساس نے کہا کہ اچھا! میرے بیٹے کو آنے دو،پھرمَیں تجھے بتلاتی ہوں،مَیں اس کو کہوں گی تووہ تیری برابر خبر لے گا۔بہونے کہاکہ مَیں بھی ان سے کہوں گی،اوروہ میری سنیں گے، تمہاری نہیں سنیں گے ساس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہتی ہے کہ میرا بیٹا ہے، اس لئے میری سنے گا۔ تو بہو کہنے لگی کہ وہ تو میری ہی سنیں گے، تمہاری نہیں سنیں گے۔ پوچھا کہ ایسا کیوں؟ تو بہو کہنے لگی کہ تم کھڑے کھڑے کہو گی، اور میں پڑے پڑے کہوں گی۔ اور بات یہی ہے کہ اس کی باتوں میں ایسی تاثیر رہتی ہے کہ مرد اس کی باتوں کے چکر میں آجاتا ہے۔

تو پھنستا ہی چلا جاتا ہے

خیر! پھر بھائیوں سے علیٰحدگی ہوجاتی ہے، ماں باپ کے ساتھ بھی تعلقات کشیدہ ہوجاتے ہیں۔ پھر آگے یہ ہوتا ہے کہ آج تک تو کاروبار بہت اچھا چل رہا تھا، اب گردش میں آتا ہے، پھر وہ یوں سمجھتا ہے کہ ہاں! ماں باپ سے الگ ہوئے اس لئے انہوں ہی نے کچھ کرایا ہے۔ ارے کم عقل! یہ مصیبت تو تیری بد عملی اور قطع رحمی کی وجہ سے آئی ہے، اب بھول سدھارنے کے بدلے تو شیطان کے چکر میں اور اندر گھستا چلا جارہا ہے۔ آدمی جب دلدل میں پھنستا ہے تو پھنستا ہی چلا جاتا ہے۔ دراصل کاروبار میں یہ گردش تو ماں باپ کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے آئی تھی، اور آپ کو جو کچھ مل رہا تھا وہ ان کی وجہ سے مل رہا تھا، لیکن ان سے تو آپ الگ ہو گئے ہیں، لہٰذا اب ان کا حصہ تمہارے پاس کہاں سے آئے گا۔

پھر جب کاروبار بھی چکر میں آیا تو اب شیطان دوسری سُجھاتا ہے اور عاملوں کے پاس لے جاتا ہے، پھر لوگ عملیات والوں کے پاس جاتے ہیں۔ آج کل کے عاملوں سے اللہ بہت زیادہ بچائے، وہ ایسے خطرناک ہوتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ وہ لوگ تو ایسے ایسے وسوسے ڈالتے ہیں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شیطان تو کیا ڈالتا؟ جب وہاں پہنچا تو عامل صاحب کہتے ہیں کہ کسی نے کچھ کردیا ہے، پہلے سے اس کے دل میں ایسا خیال تو تھا ہی، اب اس عامل نے اس کو اور زیادہ پختہ کردیا۔ حالانکہ گھر والوں سے جب لڑائی ہوتی ہے تو چند دنوں میں ناچاقی ختم ہوجاتی ہے، لیکن یہ عامل لوگ زیادہ پانی پہنچاتے ہیں، اور اکثر یہی کہتے ہیں کہ اندر کا ہی کوئی ہے جس نے کچھ کیا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ بھائی کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے، لہٰذا اسی نے کچھ کرایا ہوگا۔ اب بھائی بھائی میں اور زیادہ دوری ہوگئی، اور یہی جھگڑے بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچتے ہیں کہ پھر دونوں زندگی بھر کبھی نہیں ملتے۔ بس! یہ ساری خرابی کی جڑ ہے۔

نوجوانوں کو ایک اہم نصیحت

دیکھو! نوجوان طبقہ سے میں خاص طور پر یہ کہوں گا کہ بیوی کی ضرورتیں ضرور پوری کرو، اور اس سے کہہ دو کہ تجھے جو چاہیے مجھ سے کہنا، زیورات بھی بنا دوں گا اور تیری ساری باتیں سنوں گا، لیکن اس موضوع پر کبھی بھی زبان مت کھولیو، اس کو پہلے ہی روز حدود بتلادینے چاہئیں کہ تیری حد یہاں تک ہے، اس سے آگے تجھے نہیں بڑھنا ہے، اس کو صاف صاف بتادینا چاہیے؛ پھر ان شاء اللہ جھگڑوں کی نوبت نہیں آئے گی۔

بہرحال! میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ نبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہاری مدد ہوتی ہے اور تمہیں روزی بھی انہیں کی وجہ سے دی جاتی ہے، اسی لئے یوں نہ سمجھو کہ ہم انہیں کھلا رہے ہیں، بلکہ ان کا احسان سمجھو کہ وہ ہمیں کھلا رہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ماں باپ کو اپنے ساتھ لو

انگلینڈ میں قانون ہے کہ وہاں بچوں اور بوڑھوں کو بھی وظیفہ ملتا ہے۔اس کی وجہ سے وہاں یہ ہوتا ہے کہ کبھی میاں بیوی میں نااتفاقی ہوتی ہے تو بچوں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے ان کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ بچے جس کے پاس رہیں گے ان کا وظیفہ بھی اسی کے پاس جائے گا۔اور بچے تو کیا کھائیں گے ؛سارا وہی کھائے گا۔

اور مَیں کہتا ہوں کہ اگر کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے بھائیوں کا چولہا الگ کرنے کی نوبت آوے تو بھائیوں کو اس لئے لڑنا چاہیے کہ ماں باپ کو مَیں اپنے حصہ میں لوں گا۔ آج کل تو معاملہ یہ ہو گیا ہے کہ ان کو ساتھ لینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ حالانکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان کو اپنے ساتھ لو؛ تاکہ ان کا حصہ بھی تمہارے پلڑے میں آوے۔ ناسمجھی اور بے خبری میں لوگ ایسا کر رہے ہیں، لیکن نبی کریم (ﷺ) کے خبر دینے کے بعد تو ہمیں اس کی حرص ہونی چاہیے۔

مجھے کمزوروں میں ڈھونڈو

حدیث ۲۷۲

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عُوَيْمِرٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: سَمِعْتُ رسول الله (ﷺ) يَقُولُ: اِبْغُوْنِي الضُّعَفَآءَ؛ فَإِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَآءِكُمْ۔ (رواه أبوداؤد باسناد جيد)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ میں نے نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے لئے کمزوروں کو تلاش کر کے لاؤ،اس لئے کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی ہے۔

افادات:-"میرے لئے کمزوروں کو تلاش کر کے لاؤ"گویامَیں ان کواپنے پاس رکھناچاہتا ہوں۔بعض روایتوں میں ہے کہ مجھے کمزوروں میں ڈھونڈو، مَیں وہیں ملوں گا۔اسی لئے بعض روایتوں میں آتاہے کہ جہاداورجنگ کے موقعوں پر نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کمزوروں کو اپنے پاس رکھتے تھے؛تاکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کی جائے،اوراللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی بات اوردعاپیش کرنے کے لئے ان کوہی واسطہ بنایاجائے۔لہٰذاان سب باتوں کا اہتمام ہوناچاہیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْوَصِيَّةُ بِالنِّسَآءِ

(مجلس۱)

عورتوں کے بارے میں تاکید

مجلس (۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ أما بعد:- أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (النسآء۔۱۹)

وقال تعالیٰ:- وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَةِ، وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (النسآء۔۱۲۹)

حقوق دو طرح کے ہیں

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے نیا باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "اَلْوَصِیَّةُ بِالنِّسَآءِ" عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تاکید۔ آگے کچھ ابواب تک علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) حقوق کو بیان فرمارہے ہیں۔

حقوق دو طرح کے ہیں، ایک تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اور دوسرے حقوق بندوں کے ہیں، یہاں حقوق العباد کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمارے معاشرے میں حقوق العباد کی طرف جیسی توجہ دینی چاہیے وہ نہیں دی جاتی ،ہم لوگوں نے عملی طور پر دین کو عبادتوں ہی کے اندر محدود کرر کھاہے،نماز روزہ،حج زکوٰۃ، تلاوت وتسبیحات اور جن چیزوں کا تعلق عبادات سے ہے ان کو ادا کرنے کے بعد ہم مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے سوفیصد دین پر عمل کرلیا،اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عبادات دین کا بہت اہم شعبہ ہے،عبادات ہی ہیں جن کے ذریعہ سے بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط کرسکتاہے،اوراسی کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت آدمی کے دل میں جاگزیں ہوتی ہےاور آگے چل کریہی چیز پوری شریعت پر عمل کرنے کے لئے معین ومددگار ثابت ہوتی ہے، اسی لئے نبی کریم(ﷺ) کی بعثت کے بعداسلام کے ابتدائی زمانہ میں زیادہ تراسی کی طرف متوجہ کیا گیا۔اور حقوق العباد؛معاشر ت اور معاملات کے احکام کو شروع میں نازل نہیں کیاگیا، اس لئے کہ جب تک بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مضبوط نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کی محبت بندوں کے دل میں اتنی زیادہ نہ آجائے کہ اس کے لئے ہر چیزکو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں؛تب تک ان کواحکام کامکلف بنانا اورپابندکرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے، اس لئے ابتداء میں عقائدکے درست کرنے اوراس کے بعدعبادات کی ادائیگی پرزیادہ زوردیا گیا بعدمیں جب ان چیزوں کے اندرپختگی آگئی اورلوگ دعوت قبول کرچکے،اورایمان ویقین کی مضبوطی کے نتیجہ میں اس قابل ہوچکے کہ اب ان کوحقوق العبادمعاشرت اورمعاملات کے متعلق احکام دیئے جائیں اوران کی ادائیگی کے لئے جس ایثار و قربانی کی ضرورت ہے اس کے لئے تیار و آمادہ ہوگئے؛تب ان کو وہ احکام بھی دیئے گئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوجاتا ہے

بخاری شریف میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت ہے کہ مَیں جب مکہ معظمہ میں تھی اس وقت چھوٹی بچی تھی اور کھیلا کرتی تھی ، اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور یہ بڑی مصیبت اور کڑوی چیز ہے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ شروع میں یہی چیزیں (جن میں عقائد، آخرت اورایمان کے متعلق زیادہ تراحکامات بتلائے گئے ہیں اور قرآن کی وہ سورتیں جو اواخر کہلاتی ہیں) نازل ہوتی تھیں، اگرشروع ہی سے وہ چیزیں نازل ہوتیں جن میں کہہ دیا جاتا کہ شراب مت پیو اور زنا مت کرو تووہ لوگ کہہ دیتے کہ ہم سے تو یہ سب نہیں ہوسکے گا، اس لئے پہلے وہ چیزیں نازل کی گئیں جن کے ذریعہ عقائد،ایمان ویقین کو مضبوط کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کیا گیا اور اس کے بعد سارے احکام نازل ہوئے۔(بخاری شریف۔۴۹۹۳)

بہرحال!مَیں یہ عرض کررہا تھا کہ عبادات کا شعبہ اس معنٰی کربڑا اہم اور ضروری ہے کہ اس کے ذریعہ ہی آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا رشتہ اور تعلق مضبوط کرسکتاہے ، اور اسی تعلق کی استواری ومضبوطی کے نتیجہ میں آدمی اس قابل بنتاہے کہ شریعت میں دیئے گئے دوسرے تمام احکام کی ادائیگی کے لئے جس ایثار وقربانی کی ضرورت پڑتی ہے اس کے لئے وہ تیار ہوجاتاہے،بندوں کے حقوق آسانی سے اداکرتاہے،اپنی خواہشات اورمن پسندچیزوں کوقربان کردیتاہے،معاملات کی صفائی بھی پیداہوتی ہے۔عبادات کے ذریعہ سے جب کوئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا کرلیتاہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرلیتا ہے تو پھریہ سارے مراحل اس کے لئے بہت آسان ہوجاتے ہیں۔

کیوں ہمیں عبادات کا ثمرہ حاصل نہ ہوا؟

مَیں یہ عرض کررہاتھاکہ عبادات کاشعبہ بڑابنیادی اوراہم شعبہ ہے،اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا،لیکن ہم لوگوں نے اپنی ناواقفیت اور شریعت سے جہالت اوراپنے محدود علم کی وجہ سے یوں سمجھ لیاکہ سارادین صرف عبادات ہی کے اندر منحصرہے،ایک آدمی نمازوں کا اہتمام کرتا ہے،رمضان المبارک کے روزے بڑے اچھے طریقہ سے رکھتاہے، زکوٰۃ بھی ادا کرلیتاہے،حج بھی کرتاہے،تلاوت تسبیحات اورنوافل کااہتمام بھی کرتاہے؛تووہ یوں سمجھتا ہے کہ میں نے سو فیصد (۱۰۰٪)دین پر عمل کرلیا،اس کے بعد جب ماں باپ کے،بیوی بچوں کے،بھائی بہنوں کے اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کا وقت آتا ہے،یا خرید و فروخت اور تجارت کے معاملات کا جب وقت آتاہے اوراس میں اپنے دل کی چاہت کو قربان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے؛تووہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔اس لئے حقیقت تویہ ہے کہ ہمارے محدود علم کے نتیجہ میں ہم پراثریہ ہواکہ ہم نے دین کوعبادتوں تک محدود کردیااور ان عبادتوں کاجواصل ثمرہ اورفائدہ ہوناچاہیے تھا؛وہ ہمیں نہیں ہوا،یعنی عبادات کاشعبہ اس لئے رکھاگیاتھا کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ بندوں کاتعلق اتنا مضبوط ہوجاتاکہ اس کے نتیجہ میں دوسرے سارے احکام کی ادائیگی کے ہم قابل بن جاتے،لیکن ہم قابل نہیں بنے تو اس کامطلب یہ ہوا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہماری عبادتیں بھی ناقص ہیں اوراس شعبہ سے ہمیں جوفائدہ حاصل کرنا چاہیے تھا، وہ بھی ہم نے حاصل نہیں کیا۔

کہیں ہمارا ایمان توختم نہیں ہورہا؟

علماء نے دین کوپانچ حصوں پر تقسیم کیاہے،پہلا حصہ عقائدکاہے۔آج کل ایک مصیبت یہ ہوگئی کہ عقائدکی درستگی کابھی اہتمام نہیں رہا،بہت سے ایسے لوگ ہیں جونماز، روزہ زکوۃ کا اہتمام کرنے والے ہیں؛وہ بھی عقائدکے سلسلہ کی بنیادی چیزوں سے ناواقف ہیں اوربہت سی مرتبہ ان کی زبان سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جوکفرتک پہنچانے والے ہوتے ہیں۔حالانکہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مسلمان کے لئے یہ جاننا بھی ضروری اور فرضِ عین ہے کہ وہ کون سے کام ہیں اورکون سے کلمات اورباتیں ہیں کہ جن کے کرنے کے نتیجہ میں اورجن کلمات کے زبان سے نکالنے کے نتیجہ میں آدمی اسلام سے نکل کرکفرمیں داخل ہوجاتا ہے، تاکہ وہ اپنے آپ کوان چیزوں سے بچاسکے اوراپنے ایمان کی حفاظت کرسکے۔

شراب پینے سے زیادہ خطرناک ہے

دوسرا شعبہ عبادات کاہے،تیسراشعبہ اخلاق کاہے،چوتھاشعبہ معاملات کاہے اور پانچواں شعبہ معاشرت کاہے۔معاشرت؛جس میں بندوں کے حقوق آتےہیں اس کی طرف سےبے انتہا غفلت برتی جاتی ہے اوراس میں ہونے والی کو تاہیوں کوزیادہ اہمیت نہیں دی جاتی،مثلاًایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی شراب پیتا ہے تو اس کو پورا سماج برا سمجھتا ہے اوروہ خود بھی سمجھتاہے کہ مَیں ایک بہت بڑے گناہ کاارتکاب کررہاہوں،اس کے برخلاف ایک آدمی اگرکسی کی غیبت کرتاہے تو نہ خودغیبت کرنے والااس کوبرا سمجھتاہے،اور نہ سننے والے اس کواہمیت دیتے ہیں،حالانکہ غیبت کرنابھی ویساہی بڑاگناہ ہے جیساشراب پیناہے،بلکہ گناہ کی حیثیت اور مرتبہ کے اعتبار سے اگردیکھا جائے توغیبت کرنا شراب پینے سے زیادہ خطرناک ہے،اس لئے کہ غیبت کو قرآنِ پاک میں جو تشبیہ دی گئی ہے وہ بڑی خطرناک ہے﴿أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ﴾تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے،کیاتم میں سے کوئی آدمی اس بات کو پسند کرتاہے کہ اپنے مردار بھائی کاگوشت کھائے؟اس کو توتم بہت برا سمجھتے ہو۔گویاقرآنِ پاک میں یہ بتلایاگیاکہ مرداربھائی کاگوشت کھاناجتناگھناؤنا اور قابلِ نفرت فعل ہے،اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرنابھی ایساہی قابلِ نفرت اورگھناؤنافعل ہے،بلکہ معنوی اورروحانی طورپرغیبت کرنے کو اسی میں شمار کیا گیا ہے۔

غیبت کی مثالی صورت

آپ نے فضائلِ رمضان میں سناہوگاکہ دو عورتوں کوروزہ کی حالت میں بھوک کا بڑا احساس ہوا، جس کوہم ”روزہ لگنا“کہتے ہیں۔نبی کریم(صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کو اطلاع کی گئی، آپ نے ان کے پاس پیالہ بھیجوایاکہ اس میں قے کرو،قے کی گئی تواس میں گوشت نکلا، انہوں نے بتلایاکہ ہم نے گوشت توکھایابھی نہیں ہے،توآپ(صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے بتلایاکہ ان دونوں نے غیبت کی تھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(مسند ابو یعلیٰ،۳/۱۴۶) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم(ﷺ) کی برکت سے غیبت کی حقیقت کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرمادیا۔ ہر چیز کی شریعت میں ایک صورتِ مثالی ہوا کرتی ہے، ہمارے ظاہری افعال کی جو معنوی تشریح کی جاتی ہے اوراس کی جو صورتِ مثالی بیان فرمائی جاتی ہے اس کو نبی کریم(ﷺ) کی موجودگی میں بہت سی مرتبہ ظاہر فرمادیا جاتا تھا۔

غیبت کو زنا سے زیادہ خطرناک کہنے کی وجہ

خیر !مَیں یہ عرض کررہا تھا کہ غیبت کی کتنی خطرناک تشبیہ دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ دونوں میں ایک فرق بھی ہے کہ شراب پینا اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے،اگر شرابی کو اپنی اس غلطی اور کوتاہی کا احساس اوراس پر ندامت ہو،اور تنہائی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے آنسو بہالے اور توبہ کرلے؛تو شراب پینے کا گناہ معاف ہوجائے گا، اس کی صفائی کے لئے بندوں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے،جہاں توبہ کی تو کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا حساب وکتاب صاف ہوچکا ہے۔ لیکن غیبت کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں بندے کا بھی حق ہے،اس لئے جب تک اس کے ساتھ بات صاف نہ کی جائے، اس سے معافی نہ مانگی جائے؛تب تک غیبت کا گناہ معاف نہیں ہوتا،اسی لئے غیبت کو حدیثِ پاک میں زنا سے زیادہ خطرناک کہا گیا ہے ﴿اَلْغِيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا﴾(شعب الایمان،۶۷۴۲)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم اتنی اہمیت نہیں دیتے...

بہر حال! ہمارے معاشرہ میں بندوں کے حقوق کے معاملہ میں بہت کوتاہی برتی جاتی ہے، اوران کو اتنی اہمیت ہی نہیں دی جاتی جتنی دی جانی چاہیے، حالانکہ شریعت نے اس کی طرف جتنا متوجہ کیا ہے اوراپنی تعلیمات کے ذریعہ اس کی جتنی زیادہ تاکید کی ہے اور ہمارے ذہنوں میں اس چیز کو بٹھانے کی جتنی کوشش کی ہے، ہم نے اتنی سنجیدگی اور قوت سے نہیں لیا ہے، شریعت نے اس کو جتنی اہمیت دی ہے، ہم اس کو اتنی اہمیت نہیں دیتے۔

احسان کی کیفیت

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) جو حضرت حکیم الامت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے خلفاء میں سے تھے، کراچی میں مقیم تھے، اب تو انتقال ہوچکا ہے، اُس علاقہ میں حضرت حکیم الامت (رحمۃ اللہ علیہ) کے خلفاء میں آخر میں انتقال کرنے والے یہی تھے ، اب تو حضرت حکیم الامت (رحمۃ اللہ علیہ) کے خلفاء میں حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم ہی کی شخصیت موجود ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ عاطفت کو باقی رکھے (اب تو وہ بھی چل بسے) خیر! حضرت ڈاکٹر صاحب کے پاس آکر ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! مجھے احسان کی کیفیت حاصل ہوگئی۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیاتِ طیبہ کے آخری زمانہ میں ایک مرتبہ حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابۂ کرام کے درمیان تشریف فرماتھے کہ ایک آدمی سفید لباس میں ملبوس آیا، صحابۂ کرام کہتے ہیں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم میں سے کوئی اس کو نہیں پہچانتا تھا گویا اجنبی شخص تھا، لیکن اس کے جسم پر سفر کے کوئی آثار بھی نظر نہیں آتے تھے۔اُس زمانہ میں جب کوئی آدمی سفر کرکے آتا تو اس کے کپڑے اوراس کا حلیہ ہی بتلادیتا کہ یہ مسافر ہے، آج کل جیسا تو تھا نہیں کہ شتابدی یا راجدھانی میں سفر کرکے آوے اور کپڑے بھی میلے نہ ہوں، اُس زمانہ میں تو سواری پر یا پیدل ہی سفر کیا کرتے تھے، اگر کوئی آدمی دو تین کیلو میٹر سے بھی آتا تھا تب بھی اس کا اثر نمایاں ہوتا تھا کہ یہ باہر سے آیا ہے

بہرحال!اس کے کپڑے بھی صاف شفاف تھے، سفر کا کوئی اثر بھی نہیں تھا اور راوی کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا، وہ شخص نبی کریم(ﷺ) کے پاس آکر بالکل قریب بیٹھ گیا اور نبی کریم(ﷺ) کے مبارک گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملادیئے، اور کچھ سوالات شروع کئے، پہلا سوال تھا﴿مَاالْإِسلَامُ؟﴾اسلام کیاہے ؟ دوسرا سوال تھا﴿مَاالْإِيمَانُ؟﴾ ایمان کیا ہے ؟اور تیسرا سوال تھا﴿مَاالْإِحسَانُ؟﴾احسان کیا ہے ؟ نبی کریم(ﷺ) نے جواب میں ارشاد فرمایا﴿أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ،فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ﴾احسان یہ ہے کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت ایسی کیفیت کے ساتھ کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو تو ہر مؤمن کا یہ یقین تو ہے ہی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔(مسلم شریف، ۱۰۲)یہی کیفیت ہمارے دل ودماغ پر طاری ہوجائے؛اسی کو احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نماز میں اس کیفیت کا حاصل ہونا ابتدائی درجہ ہے

خیر! اس آدمی نے آکر حضرت ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ مجھے یہ صفت حاصل ہوگئی ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مبارک کرے، بہت اچھی بات ہے، لیکن ذرا یہ تو بتلاؤ کہ یہ چیز صرف نماز ہی میں ہے یا اور معاملات میں بھی حاصل ہے؟ اس نے کہا کہ ہم نے تو حدیث میں یہی پڑھا ہے﴿أَنْ تَعْبُدَاللهَ﴾تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔اس لئے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ نماز میں یہ کیفیت حاصل ہوجائے تو کافی ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو مَیں نے پوچھا تھا، اس لئے کہ نماز میں اس کیفیت کا حاصل ہونا تو ابتدائی درجہ ہے، اس کے بعد یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھے کہ ہر وقت یہ تصور ہو جائے، آپ گھر میں ہوں، بیوی بچوں کے ساتھ ہوں کسی کے ساتھ کوئی معاملہ ہو رہا ہو، اس وقت بھی یہ کیفیت تمہارے دل ودماغ پر طاری ہو، یہ خیال غالب ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ تم فیکٹری میں یا دفتر کے بڑے ہو اور ماتحتوں کے ساتھ کوئی معاملہ کررہے ہو؛ اس وقت بھی یہ تصور تمہارے دل ودماغ پر حاوی ہو۔ یا تم اپنی دکان پر بیٹھ کر کسی کے ساتھ خرید وفروخت کا کوئی معاملہ کررہے ہو ؛ اس وقت بھی یہ چیز غالب ہو۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آجاوے اس وقت بھی یہ خیال غالب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ہر لمحہ اور ہر ہر جگہ یہ کیفیت تمہارے دل و دماغ پر طاری ہوجاوے، اور یہ تصور تم پر غالب آجاوے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا استحضار اتنا حاوی ہوجائے جتنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نماز میں ہے،توپھر ظاہر ہے کہ کون کس کے حق کو مارے گا،پھر توکوئی بھی بیوی کے اوپر کبھی ظلم نہیں کرے گا ، بچوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا،کوئی استاذ اپنے شاگرد کے ساتھ برا سلوک نہیں کرے گا،آقا غلام کے ساتھ ،سیٹھ نوکر کے ساتھ کبھی کوئی زیادتی نہیں کرے گا،کوئی بیچنے والاخریدنے والے کے ساتھ کسی قسم کی دھوکہ بازی نہیں کریگا، اس لئے کہ اس کو یہ بات پتہ ہے کہ اگرچہ یہ بات سامنے والے کو معلوم نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے۔

فَأَيْنَ اللہ؟

حضرت ابن عمر(رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ سفر کے لئے نکلے ، ایک چرواہا ملا ، اس سے کہا کہ تھوڑاسا دودھ دو۔اس نے کہاکہ مَیں ان بکریوں کا مالک نہیں ہوں،مَیں تو غلام ہوں، مالک کی طرف سے بکریاں چرانے کا حکم ہے ، دودھ نکالنے کا مجھے اختیار دیا نہیں گیا ہے، اس لئے مَیں نہیں دے سکتا۔حضرت ابن عمر(رضی اللہ عنہ) نے امتحان کی غرض سے اس سے کہا کہ ایساکروکہ ایک بکری مجھے دیدو اورقیمت لے لو،اگرآقاپوچھے تواس سے کہہ دیناکہ بکری کو بھیڑیاکھاگیا،میراکام بن جائے گاکہ دودھ پیتارہوں گااورپھر ذبح کرکے گوشت استعمال کرلوں گااوراس کی قیمت تمہارے کام آجائے گی،اس کے جواب میں چرواہا آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتاہے ﴿فَأَيْنَ اللهُ؟﴾ اللہ تعالیٰ کہا ں جائیں گے ؟یعنی آقا اس وقت نہیں دیکھ رہاہے لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہاہے؟مَیں اللہ تعالیٰ کوکیاجواب دوں گا؟(الدرالمنثور۔ جزء۔ ۸/ ۲۷۳)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیکھو! اُس زمانہ میں ایک چرواہے پر بھی یہ کیفیت غالب تھی اور یہ مقام اس کو بھی حاصل تھا۔ اُس دور میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تربیت کے نتیجہ میں اور آپ کی برکت سے یہ چیز عام تھی، اسی لئے اس کو خیر القرون قرار دیا گیا۔ آج یہ چیز بازاروں میں کتنوں کو حاصل ہوگی؟

بندوں کے حقوق کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے

خیر! مَیں یہ عرض کررہا تھا کہ حقوق کی ادائیگی میں جو کوتاہیاں ہمارے سماج میں کی جاتی ہیں، وہ اسی لئے ہیں کہ ان کو اتنی سنجیدگی سے برتا نہیں جاتا جتنی عبادات کو اہمیت دی جاتی ہے، حالانکہ یہ بھی اہمیت کی چیز ہے۔ اسلئے کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایک عورت ہے جو نماز، روزہ، تہجد وغیرہ کا بڑا اہتمام کرتی ہے، لیکن پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے؛ اس کے متعلق آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گی۔ اس کے مقابلہ میں دوسری عورت کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ زیادہ نوافل کا اہتمام تو نہیں کرتی، فرض نمازیں اور روزے وغیرہ بجالاتی ہے، اور تھوڑا بہت صدقہ بھی کرتی ہے، البتہ اس کے پڑوسی اس سے خوش ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ جنت میں جائے گی (مسند احمد، ۹۶۷۵) بندوں کے حقوق کا معاملہ اتنا زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرآن وحدیث سے فقہی احکام کیسے نکلے؟

بلکہ آپ اگر فقہ اسلامی کو دیکھیں یعنی قرآن وحدیث کے احکام اور اسلامی قانون پر نظر دوڑائیں تو قرآن میں اگلوں کے قصے بھی ہیں ،اوامر اور نواہی بھی ہیں ، نصیحتیں بھی ہیں، عقائد بھی بیان کئے گئے ہیں اور بہت ساری چیز ہیں۔اسی طرح احادیث کے اندر بھی ہیں، علماء نے احادیث کے آٹھ ابواب بتلائے ہیں اور آٹھوں قسم کی احادیث جس کتاب میں موجود ہوں؛ اس کو جامع کہتے ہیں جیسے بخاری شریف جامع ہے۔خیر! مختلف موضوعات کی احادیث آتی ہیں تو ان احادیث میں اور قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے اور نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو چیزیں بتلائی ہیں وہ بہت پھیلی ہوئی ہیں اور اس زمانہ میں تربیت کا سلسلہ جاری تھا،اس لئے تدریجی طور پر شریعت کے احکام نازل ہوئے جیسا کہ شروع میں مَیں نے تفصیل سے بتلایا،اس وقت ایسا بھی ہوتا تھا کہ کبھی شروع میں ایک حکم دیا گیا اور بعد میں جب اس پر عمل کے نتیجہ میں لوگوں میں صلاحیت پیدا ہوگئی اور وہ اس قابل ہوگئے کہ اس کے بعد والا حکم قبول کریں تو پہلے والے حکم کو ختم کر کے دوسرا حکم جاری کیا گیا؛ جس کو نسخ کہتے ہیں۔یہ سلسلہ بھی جاری تھا۔اسی لئے قرآن و حدیث کو براہِ راست پڑھ کر شریعت کے احکام کو الگ کرنا اور نکالنا؛ ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فقہاء کرام اور ائمہ عظام کو جزائے خیر دے کہ ان حضرات نے قرآن وحدیث کے تمام ذخائر پر غور وفکر کرکے اسلام کے احکام کو قانونی شکل میں الگ کردیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قانونی شکل کا مطلب یہ ہے کہ عملی طور پر متشکل کردیا مثلاً نماز کے متعلق جو احکام قرآن میں دیئے گئے ہیں ان کو قرآنِ پاک کھول کر سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ ناس تک آپ ڈھونڈنا چاہیں؛ تو آپ کو نہیں ملیں گے، وہاں تک ہر کس وناکس کی رسائی نہیں ہوسکتی، یہ ہر ایک کے بس کا روگ نہیں ہے، پڑھے لکھے بھی اس میں مات کھاجائیں گے۔ سب چیزیں مخلوط تھیں، ان حضراتِ فقہاءِ کرام نے ایسا کیا کہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے احکام کو الگ الگ جمع کیا، عبادات، معاملات میں خرید و فروخت، اجارہ، حوالہ وغیرہ چیزوں کے احکام اور معاشرت میں نکاح، طلاق وغیرہ کے احکام کو مفصل بیان کیا (حوالہ سے مراد ہمارے یہاں جو بولا جاتا ہے وہ نہیں ہے، بلکہ ایک کا دَین دوسرے کی طرف منتقل کرنا مراد ہے) یہ سارے احکامات کتابوں میں تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں۔ حضراتِ فقہاءِ کرام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے آنے والی امت کے واسطے بہت آسانی کردی، ساری مشقت اور بوجھ انہوں نے اُٹھالیا۔

امت پر سب سے بڑا احسان کس کا ہے؟

نماز کی مثال لے لیجئے، نماز کیلئے پاکی ناپاکی، طہارت، وضو اور اس کے بعد فرائض، واجبات، ارکان، سنن، مستحبات وغیرہ کی لمبی چوڑی تفصیل کتابوں میں موجود ہے، اس کے بعد نماز کی پوری ترتیب، اس کو ادا کرنے کا پورا طریقہ جس کو ترتیبِ صلوٰۃ کہا جاتا ہے اور پھر کونسی چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور کونسی چیزوں سے ایسا نقص آتا ہے جس کو سجدۂ سہو سے پورا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیا جاسکتاہے،ان ساری تفصیلات کوالگ الگ کر کے بیان کیاہے۔ آج ہمارے لئے کتنی آسانی ہوگئی کہ اگرہم یہ معلوم کرناچاہیں کہ کونسی چیز کاکیاحکم ہے؛توآسانی سے ہمیں مل جاتاہے ۔ یہی چیزیں ان حضرات نے قرآن و حدیث میں بڑی مشقت سے غور کرکے نکالی ہیں۔ جو حضراتِ علماء ہیں اور کتابوں کامطالعہ کرتے ہیں وہ اس بات کوبخوبی جانتے ہیں کہ پورے قرآن وحدیث کاذخیرہ کھنگالنے کے بعد انہوں نے یہ چیزیں نکالی ہیں،یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔یہ ان کاہم پر بڑا احسان ہے۔

حضرت حکیم الامت (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ سب سے بڑااحسان امت پر اگر کسی کا ہے تو وہ حضراتِ فقہاء کاہے،ان حضرات نے دین کے تمام شعبوں کو منقح کرکے امت کے سامنے پیش کردیا، اب ہمیں عمل کرنے میں بڑی آسانی ہوگئی ہے، اگرکسی چیز کی خرید و فروخت کرنی ہے توکتاب اٹھاکردیکھ لوکہ کس طرح خریدوفروخت کرنی چاہئے،کیسے معاملہ کریں گے تو جائزہوگااورکونسی صورت میں ناجائزہوجائے گا،یہی چیزانہوں نے قرآن و حدیث میں غوروفکر کرکے سمجھائی ہے۔

مثال سے تقلید کی ضرورت کااثبات

آج کل جہاں اسلاف کے کارناموں پر کیچڑا چھالنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس میں ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ حضرات ائمۂ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدبن حنبلؒ)کوبھی نہیں چھوڑاجاتا،حالانکہ انہوں نے بڑی مشقت اٹھاکر احکام کو حدیث

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وقرآن سے واضح کیاہے، ہر ایک کااپنااپناطریقہ اوراندازتھا جس کوکچھ فرق کے ساتھ ترتیب دیاگیا،جولوگ مطالعہ کرتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں، مَیں آپ کوایک مثال سے سمجھاؤں۔

ہمارا ملکی قانون اوردستورپوراموجودہے اور تمام اصول باقاعدہ ترتیب دیئے گئے ہیں دستورکی کسی دفعہ کی تشریح اوراس قانون کی وضاحت کرنے کاحق مجھے اورآپ کو نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے مستقل ایک جماعت ہے جس کو وکلاء کہاجاتاہے اور ان کے اوپر جج ہوتے ہیں اور پھر ججوں کے بھی الگ الگ درجے ہوتے ہیں جیسے کہاجاتاہے کہ گجرات ہائی کورٹ کا ایک اہم ریفرنس آیاہے،کوئی اہم اورخاص فیصلہ اورججمنٹ آیاہے۔مطلب یہ ہوا کہ ملک کے دستورمیں یہ چیزذرامبہم تھی(مبہم کوگجراتی والوں نے(મોંઘ) بنادیاہے)اور ہر مبہم چیزکی وضاحت کرنی پڑتی ہے،جب کورٹ کے اندرکوئی کیس جاتا ہے اورکیس چلتا ہے تودونوں طرف سے دلائل چلتے ہیں اور دونوں کے دلائل سننے کے بعدجج اپنے فیصلے کے اندرایک بات طے کرتاہے،ایسے فیصلے بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اورآئندہ جاکروہ بھی قانون کاایک جزوبن جاتے ہیں، قانون کےماہرین اس چیزکو سمجھیں گے،پھر آئندہ جب دوسرے کیس لڑے جاتے ہیں تووکیل اسی فیصلہ کودلیل کے طورپرپیش کرتے ہیں کہ فلاں سن میں فلاں ہائی کورٹ یاسپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیاتھااوراس کایہ مطلب بیان کیاتھا لٰہذااب یہی مطلب ماننا پڑے گا۔

خیر!مَیں یہ سمجھارہاتھاکہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کے اندرجب اتنے مختلف پہلو اورمطلب نکل سکتے تھے اوران میں سے کونسامطلب قابلِ قبول اورکونسا مطلب قابلِ رد ہے، اس کافیصلہ ہرآدمی کے ہاتھ میں نہیں دیاگیا،بلکہ اس کے لئے مخصوص ادارے قائم کئے گئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوران اداروں میں جو شخص تیار ہو، اسی کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اس میں کوئی کلام کرے۔اب وہاں مَیں اورآپ یہ نہیں کہتے کہ کیا ہم انسان نہیں؟ ہم یہاں کے شہری نہیں؟ کیا ہم پر یہ قانون اوردستور لاگو نہیں پڑتا؟ کیا ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم اس کی تشریح کریں؟ وہاں کسی کی ہمت نہیں ہوتی، بڑے بڑے دانشور بھی وہاں خاموش رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی! یہاں تو جج صاحب ہی بول سکتے ہیں، سب بھیگی بلّی کی طرح باتیں کرتے ہیں۔اور جب قرآن وحدیث کی بات آتی ہے تو ہرایک کی زبان کھل جاتی ہے، حالانکہ قرآن وحدیث سے مسائل کو نکالنے کے لئے کن کن علوم وفنون سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے وہ کتابوں میں تفصیل سے بتلایا گیا ہے، اس سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ہوتا؛ پھر بھی کہتے پھرتے ہیں کہ کیا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس بارے میں کچھ کہیں؟

خیر! مَیں یہ عرض کررہا تھا کہ حضراتِ ائمہ ٔ کرام کا ہم سب پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں زندگی کے تمام مسائل کو الگ الگ کرکے بتلادیا، اگر صرف نماز ہی ہمارے حوالہ کی جاتی کہ اپنے طور پر سمجھ کر نماز پڑھو، تو پتہ نہیں ہم نماز کی کتنی مٹی پلید کرتے۔

تقلید کی حقیقت کیا ہے؟

اِس زمانہ میں چند لوگ آئے جو یہ کہتے ہیں کہ ائمہ ٔ کرام کی تقلید تو بڑا ظلم ہے۔ تقلید کی حقیقت کیا ہے؟ تقلید کا مطلب صرف اتنا ہی ہے جیسے جج کے فیصلہ کو بنیادی حیثیت دی جاتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے اوراس کی قانونی مہارت کی وجہ سے اس کو تسلیم جاتا ہے،وہاں کوئی نہیں کہتا کہ یہ تقلید ہے اسی طرح یہاں پر بھی ہم نے ان حضراتِ فقہاء کی مہارت پر اعتماد کیا۔

ایک شکل تو یہ تھی کہ قرآن وحدیث میں ہم براہِ راست غور کرتے اور نماز کا طریقہ نکالتے،اوراس کے مطابق نماز پڑھتے۔اور ایک شکل یہ ہے کہ جو حضرات اس کے ماہرین تھے اور پھر تقویٰ وطہارت،اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق کی مضبوطی میں آگے بڑھے ہوئے تھے،ایسے لوگ جن کو ہر چیز میں خوفِ خدا دامن گیر تھا،انہوں نے قرآن و حدیث میں غور وفکر کرکے جس بات کو قانونی حیثیت دی،اب ہم ان پر اعتماد کریں۔بس!اسی اعتماد کا نام تقلید ہے۔اور اسی کو اِس زمانہ میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہ اور شرک ہے۔

غیر مقلدین بھی در حقیقت مقلد ہی ہیں

اورجو تقلید چھوڑنے کی بات کرتے ہیں ان لوگوں کے پاس ہے بھی کیا؟ جو تقلید کے معاملہ میں اعتراض کرتے ہیں ان کے پاس مسائل بھی گنے چنے ہیں،امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں ؟ رفعِ یدین کرنا چاہیے یا نہیں ؟ایسے چند مسائل ہیں جن کے اندر وہ لوگ نا واقفوں کوالجھا تے رہتے ہیں،انہیں لوگوں سے اگر خرید وفروخت کا کوئی مسئلہ پوچھ لو، تو ہدایہ اٹھاکر بتلائیں گے۔یہ بات مَیں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ انہی لوگوں کا اقرار ہے۔

حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیلاوی (رحمۃ اللہ علیہ) جو دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، پہلے مسجد فتح پوری کے مدرسہ میں تھے،وہ فرماتے ہیں کہ کچھ غیر مقلدین سے ہم نے سوالات کئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم بھی ان مسائل میں ہدایہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ہدایہ میں اگر کسی حدیث کا حوالہ دیا ہو تو پھر نصب الرایہ وغیرہ میں دیکھ کر لوگوں کو بتاتے ہیں کہ فلاں کتاب میں یوں لکھا ہے۔

فقہ اسلامی بڑی عظیم نعمت ہے

تو درحقیقت ان فقہاءِ کرام اور ائمہؒ عظام کا بڑا احسان ہے،یہ تو ایک چیز ضمناً آگئی تو سمجھدار لوگوں کے سامنے مَیں اسلئے پیش کرتا ہوں تاکہ اس کی اہمیت کو سمجھیں کہ فقہ اسلامی بڑی عظیم نعمت ہے،اس فقہ اسلامی کی وجہ سے امت کا رشتہ ایک ڈور میں بندھا ہوا تھا اور مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل ہوتا تھا، مخالفین نے جب یہ چاہا کہ امت کو منتشر کیا جائے تو انتشار پیدا کرنے کے لئے انہوں نے جو مکائد اور تدابیر سوچیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ائمہؒ عظام سے ان کو کاٹ دو ،لہٰذا انہوں نے یوں کہنا شروع کیا کہ تم لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائے ہو،یا امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللہ علیہ)اور امام شافعی(رحمۃ اللہ علیہ)وغیرہ پر ؟

احمقانہ سوال

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ حنفی ہیں یا مسلمان؟اولاًتو ان کا یہ سوال ہی غلط ہے، یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے کوئی یہ کہے کہ آپ ہندوستانی ہیں کہ گجراتی؟اگر آپ سے یہ سوال کیا جائے تو آپ اس سوال کو کیا کہیں گے؟یہ تو حماقت در حماقت ہے۔گجراتی تو ہندوستانی کی ایک شاخ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے۔ہاں! یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آپ گجراتی ہیں یامہاراشٹرین؟ لیکن حنفی شافعی ہیں یا محمدی ومسلمان؟ یہ سوال ہی بے کار ہے۔وہ لوگ ایسی بات کرکے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

بندر کوادرک کی گرہ مل گئی

بات یہ چل رہی تھی کہ اسلامی فقہ میں حضراتِ فقہاء نے قرآن وحدیث میں جتنی قانونی چیزیں تھیں ان کوالگ الگ کرکے جمع کردیااورکتابی شکل میں مدون کردیا اب ہمارے لئے بڑی آسانی ہوگئی کہ کسی بھی مسئلہ کا حکم معلوم کرناہوتوکتابوں کوکھول کردیکھ لو،اسی طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بھی کتابوں میں الگ کرکے بتلایاہے۔اب مثلاً ہم فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں تومدارس میں انہی مسائل کوپڑھایاجاتاہے،امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے قرآن و حدیث میں غوروفکرکرکے مسائل کووضاحت کے ساتھ پیش کیاہے،انہی پراعتماد کرتے ہوئے ہم عمل کرتے ہیں۔

فقہ حنفی کی ایک مشہورکتاب ہے جس کا نام ”ہدایہ“ ہے،جو عالم بننے والوں کوپڑھائی جاتی ہے،اس کتاب کے بڑے ضخیم چارحصے ہیں،ان چارحصوں میں سے صرف ایک ہی حصہ میں عبادات کاذکرہے،باقی تین حصوں میں معاشرت معاملات اور حقوق العباد کی چیزیں بیان کی گئی ہیں۔حدود حقوق اللہ میں آتی ہیں لیکن وہ تھوڑاساحصہ ہے،لہٰذایوں سمجھئے کہ دین کے مسائل میں سے پوناحصہ حقوق العباد سے تعلق رکھتاہے اورپاؤ حصہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔شریعت کے اندرحقوق العباد کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ گویا پونادین حقوق العباد ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اب ہم صرف عبادات کو پکڑلیں اوراس پر عمل کر کے یوں سمجھیں کہ ہم سوفیصد مسلمان ہیں۔ پاؤ حصہ پر عمل کرتے ہیں، پونے حصہ پر عمل نہیں کرتے اور اپنے کو پورا مسلمان سمجھتے ہیں، یہ توایسا ہی ہوا کہ جیسے کسی بندر کوادرک کی گرہ مل گئی تو وہ اپنے آپ کو پنساری سمجھنے لگا۔اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ بندوں کے حقوق سے تعلق رکھنے والے احکام کو بھی عملی جامہ پہنایا جائے۔

باب کا عنوان

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ باب حقوق العباد کے متعلق قائم کیااوراس میں سب سے پہلے عورتوں کے حقوق بیان کرناچاہتے ہیں ،اس لئے باب کاعنوان قائم کیاہے ”اَلْوَصِیَّۃ بِالنِّسَآءِ“اورمَیں عرض کرچکا ہوں کہ بندوں کے حقوق میں سب سے زیادہ کوتاہی عورتوں کے سلسلہ میں کی جاتی ہے،عورتوں کوانسان ہی نہیں سمجھاجاتا، مثلاً ہمارے سماج میں بھی مردوں کے لئے بولتے ہیں کہ دوآدمی آئے۔توکیاعورت آدمی نہیں ہے؟ آدمی یہ آدم کی طرف نسبت ہے یعنی حضرت آدم کی اولاد۔ مردہو یاعورت؛ دونوں کو آدمی کہیں گے۔ لیکن ہمارے عرف میں بھی آدمی کا لفظ فقط مردوں کے لئے ہی بولتے ہیں، عورتوں کے لئے نہیں بولا جاتا،یہ بھی دراصل زمانۂ جاہلیت کی خوبو ہے جو آج تک چلی آرہی ہے کہ عورتوں کو انسانیت سے الگ چیز سمجھا جاتا تھا۔آدمی بولنے والے گویا یہی سمجھتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عورتوں کے حقوق میں بیداری اسلام کے بعد آئی

خیر! عورتوں کے حقوق میں سب سے زیادہ کو تاہی برتی جاتی تھی، اس لئے اسلام نے آکر عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا اور عورتوں کے وہ حقوق بتلائے جن کی وجہ سے ان کو ایک خاص مقام عطا ہوا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ اُس زمانہ میں عورتوں کو کیا سمجھا جاتا تھا مثلاً باپ نے دوسری بیوی سے شادی کی تو باپ کے انتقال کے بعد بیٹے جہاں باپ کی جائیداد، مال ودولت کے مالک بنتے تھے، وہیں باپ کی دوسری بیوی کے بھی مالک سمجھے جاتے تھے گویا وہ بھی باپ کی وراثت میں شامل سمجھی جاتی تھی ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا﴾ کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے جو بخاری شریف کے اندر موجود ہے۔ (بخاری شریف، ۴۳۰۳)

ہمارے ہندوستان کے اندر بعض علاقوں میں آج بھی ایسے قبائل موجود ہیں۔ بھرواڑ قوم کے اندر بھی عورتوں کے معاملہ میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ مرنے والے کے مال و جائیداد کے ساتھ اس کی بیوی بھی میراث میں تقسیم ہوتی ہے، کیونکہ اس کو بھی پیسے خرچ کر کے لایا گیا ہے اور جتنی چیزیں پیسے خرچ کر کے آئی ہیں ان کو میراث میں شمار کرتے ہیں۔

مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ اُس زمانہ میں عورت کو انسان کا مقام ہی نہیں دیا جاتا تھا اسلام نے آکر عورتوں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی۔ تمام مؤرخین اس بات کو لکھتے آئے ہیں خاص طور پر تاریخ کی بنیادی حکمتوں پر غور کرنے والے حضرات لکھتے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب میں بیداری اسلام کے بعد آئی ہے،سب سے پہلے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی طرف متوجہ کیا۔کتابوں میں لکھاہے کہ یوروپ اوربرطانیہ والوں کے یہاں اٹھارہویں صدی تک عورت ایک مال سمجھی جاتی تھی،اور شوہرکویہ اختیارہوتاتھاکہ وہ بیوی کو فروخت کرنا چاہےتوکردے،یہ تواسلام کی برکت ہے کہ یوروپ کاعلاقہ اس سے آشنا ہوا۔ اسپین کے اندراسلامی قانون آیااوراسی سے یوروپ کے اندرترقیاں آئیں اور پھر دھیرے دھیرے ان میں بیداریاں آئیں۔

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اب جب عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں بیداری آئی تو ایسے بیدار ہوئے کہ سب کی نیندیں خراب کرڈالی، حقوق کے نام پر حد سے آگے بڑھ گئے:۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی — تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

جیسامعاملہ ہوگیاہے۔ایک تو وہ حال تھااوراب عورتوں کو آزادی دینے پر آئے تو ایسی آزادی دی کہ ان کی معاشرتی زندگی تباہ وبرباد ہوگئی ،ازدواجی اورمعاشرتی زندگی کے نام پروہاں کچھ ہے ہی نہیں۔ہمارے یہاں جوخاندانی نظام ہے اورماں باپ کے حقوق کا اہتمام ہے اور میاں بیوی کے آپس کے حقوق کامعاملہ ہے ،اولادکی تعلیم وتربیت کی فکر ہے، یوروپ وغیرہ میں ایساکچھ بھی نہیں ہے۔شوہربھی کمانے کے واسطے جاتاہے اور بیوی بھی جاتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے،اولاد کو ’’بچہ گھر‘‘(Children home) کے حوالہ کردیا جاتاہے، ماں باپ بوڑھے ہوں تو ان کو ’’بڈھا گھر‘‘(Nursing home)کے حوالہ کردیاجاتا ہے۔

ابھی ایک دو ہفتہ پہلے گجرات متر(ગુજરાત મિત્ર) اخبارمیں ایک خط پڑھا تھاجو امریکہ سے کسی صاحب نے لکھاتھا،وہ سورت کارہنے والا تھا،اپنے زمانہ میں ٹی بی کابڑا مشہورڈاکٹر تھا،اس نے اپنے بچوں کو بھی ڈاکٹر بنایااورامریکہ بھیجا،پھران کے اصرار پرجب میاں بیوی وہاں گئے توبچوں نے ان کے ساتھ ایسی ذلت وتحقیر کامعاملہ کیا کہ ان کاکوئی بھی سہارا نہ رہا۔

میانہ روی ہی اصل چیز ہے

مَیں یہ عرض کر رہاتھاکہ ان کے یہاں آزادیاں ایسی آئیں کہ پورامعاشرتی نظام تباہ وبرباد ہوگیا۔اسلام ایک معتدل مذہب ہے ، اورمیانہ روی ہی اصل چیزہے ،کسی کے حق کے معاملہ میں اتنی زیادتی کرناکہ دوسرے کی حق تلفی ہو،اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔بھائی! آپ بخارکاایساعلاج کریں کہ ایک دم ٹھنڈے ہوجائیں،ایسانہیں ہونا چاہیے، بخارکی آئی ہوئی گرمی کودورضرورکرناچاہیے لیکن اتنی بھی ٹھنڈک پیدانہیں کرنی ہے کہ آدمی پوراہی ٹھنڈا ہوجائے، آدمی کی طبیعت میں گرمی اورٹھنڈی اعتدال کے ساتھ ہونا مطلوب ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عورتوں کے حقوق کا بیجاشور

خیر! آج کل ان لوگوں نے عورتوں کے حقوق کے نام سے جو بیجاشور مچار کھا ہے اور امریکن ایمبیسی (Embassy) والے بھی جو چاہتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ وہ تو مَیں اور آپ سب جانتے ہیں۔ درحقیقت مردوں کا طبقہ زمانۂ جاہلیت کے اندر بھی عورتوں کا استحصال کرتا رہا، جس کو گجراتی میں (શોષણ) کہتے ہیں، اور اب اس دورِ ترقی میں بھی یہی کررہا ہے۔ اور پھر مساوات کا نعرہ لگاتے ہیں کہ مرد جو کام کرسکتا ہے وہ عورت کیوں نہیں کرسکتی، اس لئے جو کام بھی کریں دونوں مل کر کریں۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہے تو پھر بچے جنوانے کا کام صرف عورت سے ہی کیوں لیا جاتا ہے؟ مردوں کو بھی اس میں شریک کرو۔ لیکن دراصل یہ قدرت کی بنی ہوئی ایسی چیز ہے، اس میں وہ لوگ کچھ بھی نہیں کرسکتے، یہ فطری نظام ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری عورت پر ڈالی ہے اور اسی کے نتیجہ میں گھریلو ذمہ داریاں بھی آتی ہیں اب گھریلو ذمہ داریوں میں ان لوگوں نے چکر ڈال دیا، لیکن اِس میں وہ کیا کرسکتے ہیں؟ لامحالہ بچے تو عورت ہی کو جننے ہیں اور اس کی وجہ سے دوسری دشواریاں پیش آتی ہیں، اس وقت مَیں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔

وقت بہت ہوچکا ہے اس لئے بقیہ مضمون ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں بیان کروں گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْوَصِیَّۃُ بِالنِّسَآءِ

(مجلس ۲)

عورتوں کے بارے میں تاکید

مجلس (۲)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسنِ اخلاق کے ساتھ زندگی گزارو

جیسا کہ پچھلی مجلس میں بتلایا تھا، علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے عنوان قائم کیا ہے کہ عورتوں کے سلسلہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا کیا تاکید یں فرمائی ہیں۔پہلے اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد پیش کیاہے﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ یہ سورۂ نسآء کی آیت کاایک ٹکڑاہے کہ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ اور حسنِ اخلاق کے ساتھ زندگی گزارو۔جیسا کہ پہلے بتلا چکا ہوں کہ چونکہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کے حقوق کے معاملہ میں بہت زیادہ بے پروائی برتی جاتی تھی اس لئے اسلام نے اس سلسلہ میں خاص تاکید فرمائی ہے۔گویا عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اورحسنِ معاشرت یعنی اچھے طریقہ سے زندگی گزارنے کی اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص تاکید فرمائی بلکہ حکم دیا۔﴿عَاشِرُوْا﴾ امر کا صیغہ ہے جس کے ذریعہ حکم دیا جاتا ہے۔معاشرت کا معنیٰ دوافراد کاایک ساتھ رہ کر زندگی گزارنا،چونکہ شوہر اوربیوی ایک ساتھ مل کرزندگی گزارتے ہیں، اس لئے حدیثِ پاک میں شوہر کو ﴿عَشِیْرٌ﴾ کہا گیا یعنی وہ آدمی جس کے ساتھ زندگی گزاری جائے،اسی کو گجراتی میں (જીવન સાથી)اور اردو میں ”رفیقِ حیات “ کہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خیر! حسنِ معاشرت کی اللہ تعالیٰ نے خاص تاکید فرمائی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اپنے ارشادات میں اس موضوع پر خصوصیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سفارش

یہاں ایک چیز خاص طور پر غور طلب ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تاکید فرمائی گئی ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم ایک مثال سے اس بات کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی کا نکاح کسی لڑکی کے ساتھ ہوا اور جب رخصتی کا وقت آیا اور وہ لڑکی اس کے گھر آئی تو اس علاقہ کا کلکٹر، یا انسپکٹر یا آئی جی پی کہنے لگا کہ دیکھو! یہ ہمارے دوست کی لڑکی ہے، اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا، جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لڑکی جو ہمارے گھر میں دولہن بن کر آئی ہے، اس کا باپ آئی جی پی، یا ڈی ایس پی کا دوست ہے، تو یہ سن کر دولہے صاحب کا پسینہ چھوٹ جائے گا، جب وہ لڑکی رخصت ہو کر اس کے گھر میں آجائے گی اور کبھی کوئی معاملہ ہو گا تو وہ ہمیشہ ڈرتا رہے گا، اس کے دل ودماغ اور تصور میں یہی رہے گا کہ فلاں نے اس کی طرفداری کی تھی، ڈی ایس پی کا چہرہ ہی ہر وقت اس کے سامنے گھومتا رہے گا کہ اگر اس کے ساتھ کہیں کوئی ناروا سلوک ہو گیا اور وہاں اطلاع مل گئی تو ہمارا حلیہ بگڑ جائے گا اور جواب دہی مشکل ہو جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو دیکھئے! دنیا کی حکومت کے ایک کارندے کی طرف سے اگر کسی لڑکی کی سفارش آپ تک پہنچ گئی تو آپ کو اس کے معاملہ میں بہت زیادہ احتیاط کا سلوک کرنا پڑتا ہے، اس کے ساتھ شفقت اور ہمدردی والا رویہ اپنانا پڑتا ہے؛ تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر تاکید کی جائے کہ یہ ہماری بندیاں ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کیجیو، اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزاریو؛ تو ایک مؤمن کو مؤمن ہونے کے ناتہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جانے والی تاکید پر کیسی توجہ دینی چاہیے؟ یہ سوچنے کی چیز ہے۔ اور جب ایک فوجدار کا اتنا ڈر لگا ہوا ہے کہ اگر اس کی سفارش کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو اس کا انجام کیا ہوگا؛ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تاکید کی گئی ہے اگر اس کا خیال نہیں رکھا گیا تو اس کا انجام بھی سوچنا چاہیے۔

پھر سے علوم کا سلسلہ شروع ہوگیا

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے یہاں پورا نظام الاوقات بنا ہوا تھا، اسی کے مطابق سارے کام ہوتے تھے، صبح کو تفریح کے لئے تشریف لے جاتے تھے، وہاں سے واپسی کے بعد بیان القرآن کی تالیف کا کام فرماتے تھے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت کی اہلیہ محترمہ کو کسی جگہ جانا تھا اور انہوں نے گھر میں کچھ مرغیاں پال رکھی تھیں، جاتے ہوئے انہوں نے حضرت سے کہہ دیا کہ فلاں وقت مرغیوں کو کھول دینا اور دانہ پانی دیدینا۔ چنانچہ فجر کے بعد حضرت تو اپنے معمول کے مطابق چلے گئے اور عادت نہیں تھی اس لئے یاد بھی نہیں رہا، تفریح کے دوران قرآنِ پاک کی تلاوت کا بھی معمول تھا، وہاں سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آنے کے بعد دارالتصنیف میں بیان القرآن کی تالیف کے لئے تشریف لے گئے، حضرت فرماتے ہیں کہ جب مَیں لکھنے کے لئے بیٹھا تو کوئی بھی چیز ذہن میں نہیں آرہی تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا لکھوں، دیر تک سوچتا رہا لیکن ایک لفظ بھی نہیں لکھ پایا پھر مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ میرے کس گناہ کی وجہ سے اس وقت مَیں کچھ نہیں لکھ پارہا ہوں؛ تاکہ مَیں اپنے اس گناہ سے توبہ کروں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالا گیا کہ ہماری ایک مخلوق مرغیاں ڈربے میں بند پڑی ہیں، ابھی تک ان کو دانہ پانی نہیں ملا ہے؛ پھر تم پر علوم کی بارش کیسے ہو؟ حضرت فوراً اُٹھے، جاکر ان مرغیوں کو نکالا، دانہ دیا، ان کے پاس پانی رکھا، اس سلسلہ میں جو کوتاہی ہوئی اس سے توبہ کی، پھر دارالتصنیف میں جاکر بیٹھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ بیٹھتے ہی علوم کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ایسے گھرانے پر کیسے اتریں؟

تو دیکھئے! یہاں حضرت سے قصداً ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ نادانستہ طور پر بھول سے ایک ایسی مخلوق جو انسان نہیں ہے اس کے ساتھ اس کے حق کی ادائیگی میں غفلت ہوئی، اس کا نتیجہ ایک شیخِ وقت اور اپنے وقت کے سید العلماء کے ساتھ یہ ہوا کہ علوم کا فیضان جو باری تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلب پر ہوتا تھا وہ منقطع ہوگیا۔ اب اگر اشرف المخلوقات کے ساتھ اور اس میں بھی کمزور صنف عورت کے ساتھ جو بے چاری بہت کچھ قربانی دے کر تمہارے گھر آئی ہوئی ہے، اس کے ساتھ کسی گھر میں زیادتی ہو اور وہ بھی نادانستہ نہیں، بلکہ دانستہ اور قصداً؛ تو پھر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ایسے گھرانے پر کیسے اتریں؟اس کے بعد بھی اگر لوگ اس بات کی توقع اورامید رکھیں کہ ہمارے کام بنیں ؛تو یہ محال ہے۔

کام کیوں بگڑتے ہیں؟

بہت سی مرتبہ گھرانے والوں کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے ساتھ قدرت کی طرف سے یہ جو معاملہ ہورہا ہے،اللہ تعالیٰ روٹھے ہوئے ہیں اور ہمارے کام بگڑ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل وکرم کا معاملہ نہیں ہورہاہے؛اس کی وجہ کیاہے؟اس طرف دھیان ہی نہیں جاتااوراس کواپناقصور سمجھاہی نہیں ہے،اس کو قابلِ اعتنائی، قابلِ اہتمام اور قابلِ توجہ چیز سمجھا ہی نہیں ہے کہ اس کی طرف دھیان جائے۔ہروقت پریشان رہتے ہیں اور پھر مزید نحوست یہ آتی ہے کہ دوسروں پر بدگمانیاں کرتے ہیں کہ کسی نے کچھ کرادیا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مزید عذاب ہے کہ دوسری پگڈنڈی پر چل پڑتاہے، اب معلوم نہیں کہاں پہنچے گا،اصل بیماری کی طرف توجہ کرے تو اس کا علاج بھی ہو، اور صحیح علاج ہو تو پھر شفا بھی ہو۔

ہماری نگاہ محدود ہے

خیر!یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر تاکید کی گئی ہے ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ یہاں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ)

نے پہلا ٹکڑا ہی پیش کیا ہے لیکن مَیں نے اس کے آگے کا دوسرا ٹکڑا بھی اس لئے پڑھا کہ آگے جو روایتیں آرہی ہیں ان میں اس سے روشنی ملے گی۔ اگر تم شادی کرکے کسی عورت کو لے آئے اب تم ان کو ناپسند سمجھتے ہو، وہ تمہیں اچھی نہیں لگتی؛ تو ان کے ساتھ ناروا اور غلط سلوک کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اور نتیجہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لئے بہت بڑی بھلائی رکھی ہے۔ ہم تو ناقص ہیں ، اس دیوار کے پیچھے کیا ہے یہ بھی ہمیں معلوم نہیں ہے، بلکہ اگر دیوار ہٹادی جائے اور سامنے افق تک کھول دیا جائے، تب بھی ہماری نگاہ محدود ہے، ہماری آنکھوں کا یہ حال ہے کہ کھلا ہوا ہونے کے باوجود ایک حد سے آگے نہیں دیکھ سکے گی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاص طور پر تنبیہ فرمادی۔

قرآن کا انداز اصولی ہے لیکن...

بہر حال! قرآنِ پاک میں میاں بیوی کے تعلقات کے متعلق بڑی تفصیلات ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت کے متعلق قرآنِ پاک میں تقریباً تہتر (۷۳) جگہ پر حکم دیا گیا ہے ،لیکن بس اجمالی طور پر فرمادیا کہ نماز قائم کرو اور جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں ان کا یہ مقام ہے، لیکن نماز کے متعلق تفصیلات نہیں ہیں کہ مثلاً کتنے وقت کی نماز پڑھیں اور فجر ظہر عصر وغیرہ کی کتنی رکعتیں ہیں، نماز میں کتنے فرض ہیں، کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے نماز کا طریقہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ؛ ایسی کوئی تفصیل قرآنِ پاک کے اندر موجود نہیں ہے، نبی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کریم(ﷺ) نے اپنے افعال کے ذریعہ اس کی تفصیل بتلائی ہے،حدیث ِ پاک میں آتا ہے ﴿صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي﴾ جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو،اسی طرح تم بھی نماز پڑھو (سنن کبریٰ،۴۰۲۲) حضوراکرم(ﷺ) نے اپنے ارشادات سے اوراپنے عمل سے نماز کی تفصیلات بتلائی ہیں۔تونماز جیسی اہم عبادت کے بھی جزئیات یعنی چھوٹے چھوٹے مسائل قرآنِ پاک میں نہیں بتلائے، اس لئے کہ قرآن کااندازتواصولی ہے،وہ تو بنیادی چیزیں بتلاتاہے اوراس کی طرف متوجہ کردیتاہے۔یہی حال زکوٰۃ کاہے۔زکوٰۃ کس پرواجب ہے،کتنا نصاب ہونا چاہیے، کتنی مقدارمیں زکوٰۃ نکالنی چاہیے،کون کون سے مال میں زکوٰۃ لی جائے گی،کب دی جائے،ایسی کوئی تفصیل نہیں ہے۔گویا ان سب چیزوں کے متعلق قرآنِ پاک اصولی ہدایتیں دیتاہے۔لیکن سوچنے کی چیزیہ ہے کہ میاں بیوی کے مسائل کے متعلق قرآنِ پاک میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی بیان کیاگیاہے،میاں بیوی کے تعلقات سے مختلف جزئیات قرآنِ پاک میں موجودہیں مثلاًاگردونوں میں ناگواری پیداہوجائے توکیاکرنا چاہیے، بیوی ناپسند ہے توکیاسلوک کرو،اگرعورتوں کی طرف سے نافرمانی ہوتوکیا طریقہ اختیار کرناچاہیے ﴿وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ یہ پورا مضمون قرآنِ پاک میں موجود ہے۔ اور بھی بہت ساری تفصیلات ہیں جو علماء جانتے ہیں ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھر جنت یا جہنم

میاں بیوی سے متعلق فروعی مسائل کو قرآنِ پاک میں کیوں ذکر کیا گیا ہے؟اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات اگر ٹھیک ،درست اور استوار ہیں توپورا معاشرہ، پوری سوسائٹی اورپورے سماج کی بنیاداس پر قائم ہے،میاں اگربیوی کے حقوق اداکررہے ہیں ،بیوی اگر میاں کاحق اداکررہی ہے توگھر جنت کا نمونہ ہے،بچے بھی ماں باپ کی محبت پائیں گے،تعلقات کی استواری کی وجہ سے دونوں میں سے ہرایک اپنے فرائضِ منصبی اور ذمہ داری ادا کرے گا،بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ کی جائے گی۔ اگرتعلقات ٹھیک ہیں تویہ سب کچھ ہو گا۔

اور اگر میاں بیوی کے تعلقات ٹھیک نہیں ہیں،جہاں شوہر گھر میں آیا کہ لڑائی شروع ہوئی ،نہ سلام نہ کلام،جتنی دیر میاں گھر میں ہے جھگڑاہورہاہے،نہ شوہربیوی کے حقوق ادا کررہا ہے،اورنہ بیوی شوہرکے حقوق اداکرتی ہے؛توان سے جواولادہوگی آپ اندازہ لگایئے کہ ان پرکیاگزرے گی اوروہ کیاتاثرلیں گے؟چھوٹے چھوٹے بچوں کی نفسیات پرکیا اثرہوگا؟بچے جن کی گودمیں پل رہے ہیں وہ اپنے بڑوں کولڑتے ہوئے اورایک دوسرے کو گالی دیتے ہوئے اورایک دوسرے پرحملہ کرتے ہوئے،ایک دوسرے پرہاتھ اٹھاتے ہوئے اور ایک دوسرے کی تذلیل وتحقیر کرتے ہوئے دیکھیں گے؛تو ان بچوں پرکیا اثرپڑے گا؟نہ وہ باپ کی شفقت پاسکتے ہیں اورنہ ماں کی محبت ان کو ملے گی،روزانہ کی اس جھک جھک میں وہ بڑے ہوں گے، نہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کی تعلیم کی طرف کسی کی توجہ ہے ،اور نہ تربیت کی طرف۔جب یہی بچے بڑے ہوں گے توچونکہ انہیں کے ذریعہ سماج تشکیل پارہاہے اور انہیں سے سوسائٹی بنتی ہے ،معاشرہ انہیں سے قائم ہوتاہے ،جب معاشرہ میں ایسے ہی بچے جمع ہوں گے؛ تو پھرکیا ہوگا؟سارا معاشرہ جہنم کدہ بن جائے گا۔

مغربی معاشرہ کا بڑاالمیہ

آج یوروپ اورامریکہ کا المیہ اورسب سے بڑ ا پروبلم یہی ہے۔وہاں معاشرتی اور گھریلوزندگی نام کی کوئی چیز موجودنہیں ہے۔ماں بھی صبح سویرے گھر سے کمانے کے واسطے نکلتی ہے،اگراپنی گاڑی ہے توخودہی ڈرائیوکرتے ہوئے اوراگراپنی گاڑی نہیں ہے تو سواری بدلتے ہوئے ملازمت پر آفس پہنچتی ہے۔گویاروزانہ دو گھنٹے اپنے دفتر پہنچنے میں اورواپسی میں دوگھنٹے لگتے ہیں، کل چارگھنٹے اسی میں نکلتے ہیں،اورملازمت کاچھ یاآٹھ گھنٹے کاجووقت ہوتاہے وہ الگ رہا،گویادس یابارہ گھنٹے ماں کے اس طرح گزرتے ہیں ،اوریہاں بچوں کو”بچہ گھر“(Children Home)میں رکھ دیاجاتا ہے،وہاں کی ماہانہ ایک،ڈیڑھ ہزارڈالر فیس ہوتی ہے،وہ ادا کردیجئے اوربچے کو ان کے حوالہ کردیجئے۔وہاں جو عورتیں تنخواہ لے کرکام کاج کریں گی،وہ ماں کی شفقت کہاں دیں گی؟محبت اورتوجہ سے تربیت تھوڑے ہی کریں گی،اس طرح بچے اپنے ماں باپ کی شفقت ومحبت سے محروم رہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اراکین دارالامراء کا رپورٹ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم نے بتلایا کہ انگلینڈ میں ابھی تازہ شمارہ میں انہوں نے پڑھا کہ وہاں کی دارالامراء (راجیہ سبھا) کے کچھ اراکین کی ایک کمیٹی وہاں کی معاشرت کا جائزہ لینے کے لئے بنی تھی، انہوں نے جو رپورٹ پیش کی اس میں انہوں نے سفارش کی ہے کہ ہمارے یہاں یہ قانون لازمی طور پر پاس کیا جائے کہ ماں ہفتہ میں کم سے کم چار دن گھر میں رہے، وہ اگر گھر میں رہے گی تو بچوں کو محبت ملے گی اور ان کی تعلیم و تربیت میں کچھ حصہ ملے گا؛ ورنہ پھر ہمارے معاشرہ میں آئندہ اور زیادہ بگاڑ آئے گا جس کا بہت بڑا خطرہ ہے۔

ان کے پاس کوئی حل نہیں ہے

ایک صاحب جو ہمارے محبت والے ہیں انہوں نے کل ہی بتلایا کہ امریکہ میں اس وقت بہت غور و فکر کرنے کے بعد یہ طے ہوا کہ چونکہ بیوی بھی کمارہی ہے اور شوہر بھی اپنا کمارہا ہے، اس لئے دونوں اپنا اپنا گھر بنائیں، بیوی اپنے گھر میں رہے اور شوہر اپنے گھر میں رہے، آٹھ دن شوہر بیوی کے گھر جاکر رہے اور دوسرے آٹھ دن بیوی شوہر کے گھر جاکر رہے۔ ایسی تدبیریں چلتی رہتی ہیں، لیکن معاشرت کو درست کرنے کا کوئی حل ان کے پاس نہیں ہے، اور کوئی حل کبھی ملنے والا بھی نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ باریک بیں اورباخبر ہے

خالقِ کائنات جس نے سب کو پیدا کیا وہی سب سے زیادہ واقف ہے﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾جوپیدا کرنے والاہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔مثلاً آپ نے کوئی چیز بنائی،اس میں کیاخوبی اورکمال ہے اور کیاکمی اورکمزوری ہے،اس کو آپ بخوبی جانتے ہیں جب بنانے والاہی جانتاہے توو ہی اس کاعلاج بھی کرے گااور وہی اس کا صحیح طریقۂ استعمال بھی بتلائے گا،اگراس کے مطابق آپ نے اس چیزکواستعما ل کیاتب توٹھیک ہے،ورنہ پھر گڑبڑشروع ہوجائے گی۔تواللہ تعالیٰ نے انسان کوپیداکیا، انسان کی دوصنف ہیں،مرداور عورت،دونوں کوپیداکرنے والااللہ تعالیٰ ہی ہے، اوردونوں میں کیاخوبیاں اورکیانقائص ہیں کس میں کیاکمال ہے اورکس کی کیاکمزوری ہے؛وہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں،اسی کے مطابق اس نے احکامات دیئے ہیں ﴿وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾یہاں اللہ تعالیٰ کی جوصفت بیان فرمائی ہے اس کوسوچ کروجدآجاتاہے۔فرمایاکہ وہ باریک بیں اورباخبرہے۔انسانی مشین میں کیاہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتاہے اور اسی کے مطابق اس نے حکم دیاہے۔اگراس کے حکم کے مطابق چلو گے تب توسب کچھ برابر رہے گا؛ ورنہ پھرگڑبڑ شروع ہوجائے گی۔

بہرحال!اسلام نے جوطریقۂ زندگی پیش کیاہے اورمعاشرت کاجوانداز انسانیت کو بتلایا ہے؛وہ اللہ تعالیٰ کادیاہواہے،اگراس کے مطابق معاشرت ہوگی،تب توٹھیک ہے؛ ورنہ پھرتکالیف پیش آئیں گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تعددِ ازواج پر اعتراض کیوں؟...

دوسری آیت میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ‌ ؕ وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾ اگر کسی آدمی نے ایک سے زیادہ بیویاں کی ہیں تو ہر ایک کے ساتھ ان کے حقوق میں برابری ضروری ہے۔ درمیان میں ایک بات یاد آئی تو مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو پیش کردوں۔

دیکھئے! اسلام نے چار بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے، اسلام کا یہ حکم بھی آج کل لوگوں کے لئے اعتراض کی چیز بن گئی ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت ہے۔ حالانکہ تنور کیس اور مدگل کیس وغیرہ جو سپریم کورٹ میں چلے اور مسلم پرسنل لاء کا معاملہ زیرِ غور آیا تو اس میں ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ ایک فطری حکم ہے، اس لئے کہ اگر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور پہلے سے جو بیوی ہے اس کو چھوڑنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی؛ تو پھر شوہر اس کو تنور میں نہیں جھونکے گا تو اور کیا کرے گا؟

اور اسلام معاشرہ میں زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بتلاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ دوسری بیوی کی ضرورت پیش آتی ہے مثلاً عورت ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئی کہ اب وہ مرد کے لئے فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں رہی تو اب شوہر کیا اس عورت کو چھوڑ دے؟ اس کو ایسے حالات میں چھوڑ دینے کو بھی شرافت گوارا نہیں کرتی، لہٰذا اس کو رہنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دو، لیکن مرد کی ضرورت کا اب کیا کیا جائے؟ تو شریعتِ مطہرہ نے اس کے لئے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے؟

لیکن ان کے یہاں تو کسی بھی حیثیت سے دوسرے نکاح کی اجازت ہی نہیں ہے ہاں! ان کے یہاں ایک شکل ہے کہ کسی عورت کے ساتھ friendship قائم کرلیجئے یعنی دوستی کا معاہدہ کرلیجئے، لیکن اس عورت کو بیوی ہونے کے حقوق حاصل نہیں ہوں گے۔ وہ عورت اس مرد کے ساتھ زندگی گزارے گی اور یہ مرد اس سے فائدہ بھی اٹھائے گا، اور اگر اس سے بچے پیدا ہوں گے تو ان بچوں کو وراثت بھی ملے گی، لیکن اگر یہ مرد مرجائے گا تو اس عورت کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا۔ اب غور کیجئے کہ یہ کونسے انصاف کی بات ہے۔ یہ عورت بھی آخر اس مرد کو راحت پہنچا رہی ہے، ایک عورت کی طرف سے مرد کو جو ضرورتیں ہوتی ہیں وہ تمام یہ مہیا کررہی ہے، اس سے پیدا ہونے والی اولاد بھی اس کی شمار ہوتی ہے، پھر ان کو سگی اولاد کی طرح وراثت میں حصہ بھی مل رہا ہے؛ تو پھر آخر اس عورت کو کیوں حصہ نہ ملے؟ انسانوں کے بنائے ہوئے تمام قوانین کا یہی حال ہوتا ہے، حالانکہ اسلام کے قوانین پر اعتراضات کرتے ہیں لیکن ان کے پاس جو مشکلات ہیں ان کا کوئی بھی حل ان کے پاس ہے ہی نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم (رحمۃ للہ علیہ) نے احمد آباد میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس میں کسی فرانسیسی عورت کا نام لیا تھا جس نے عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں بہت کچھ مطالعہ ، تحقیق اوراسٹڈی کی تھی،اس عورت نے کہا کہ یہ فطرت کا تقاضہ ہے اور اس میں عورتوں کا بھی فائدہ ہے کہ مرد کوایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت قانونی طور پر دی جائے۔اور بھی بہت تفصیل فرمائی تھی،یہ ساری چیزیں تسلیم کرنے کے باوجود بھی اسلامی قوانین پر اعتراض ہے ، تواب کسی کو کیا کہا جائے۔

ایک مغالطہ اوراس کاازالہ

بہر حال!اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ حکم بھی دیاہے کہ انصاف سے کام لو، عدل ومساوات اور سب کے ساتھ برابری ہونی چاہیے اب برابری کاجو حکم دیاہے اورانصاف کے تقاضوں کومد نظر رکھنے کی جوتاکید کی گئی ہے،اسی سلسلہ میں ایک بات کی طرف قرآنِ پاک نے اشارہ کردیاچونکہ وہ بھی انصاف و برابری کے ذیل ہی میں آتاہے،اوروہ یہ ہے کہ اگر تم چاہوتب بھی پورے طورپرعورتوں کے درمیان انصاف اوربرابری نہیں کرسکتے۔اس آیت سے بعض نادان جو اپنے آپ کویہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت زیادہ اسٹڈی کرنے والے ہیں،انہوں نے ایک اوربات نکالی کہ دیکھو! قرآن میں یوں ہے کہ تم چاہو تب بھی عورتوں کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتے،اورایک سے زیادہ کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی گئی ہے کہ انصاف کرواورچونکہ انصاف کرہی نہیں سکتے لہٰذا ایک سے

زیادہ بیویاں کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے توڑ پھوڑ کر یہ مطلب نکال لیا، لیکن قرآنِ کریم جو بات صاف کہہ رہا ہے وہ ان کو نظر نہیں آتی، قرآن ہی میں یہ آیت بھی ہے ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ یہ آیت ان کو نظر نہیں آئی۔

حالانکہ اُس آیت کا مطلب کیا ہے وہ مَیں عرض کرتا ہوں کہ شوہر بحیثیت شوہر کے عورت کو جو کچھ دیتا ہے اور اس کے جو حقوق ادا کرتا ہے، وہ دو طرح کے ہیں، ایک تو وہ ہیں جن میں طبعی اور فطری طور پر شوہر انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے مثلاً نان نفقہ کسوہ سکنیٰ جس کو ہم اردو میں کھانا پینا، کپڑا لتہ، رہائش کا انتظام، تحفہ اور ہدیہ دینا وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں، ان تمام چیزوں میں برابری ہو سکتی ہے، اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے۔ جیسا گھر ایک کو دیا، دوسری کو بھی ویسا ہی دے سکتے ہیں۔ جیسا فلیٹ ایک کو بنا کر دیا؛ ویسا ہی دوسری کو بھی بنا کر دیجئے۔ جو فرنیچر ایک کو دیا؛ دوسری کو بھی دو۔ ایک ہی انٹیریر کو آرڈر دو کہ ایک ہی طرح کا فرنیچر (Same to Same) دونوں فلیٹوں میں لگا دیجیو۔ یہ سب ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کپڑوں میں بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جیسے دونوں کے لئے سلوا دیئے، یا برابر رقم دونوں کو دیدی کہ اپنی اپنی پسند سے بنالینا۔ یہ اور اس جیسی چیزیں تو وہ ہیں جن میں کوئی آدمی اگر برابری کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اور اگر نہ کرنا چاہے تو پھر دوسری بات ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

محبت تو غیر اختیاری چیز ہے

اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو آدمی کے اختیار کے ساتھ تعلق نہیں رکھتیں، بلکہ اس کی طبیعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، مثلاً کسی کے ساتھ محبت کا زیادہ ہونا اور کسی کے ساتھ کم ہونا، کوئی آدمی چاہے کہ دونوں کے ساتھ محبت برابر رکھے؛ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ محبت تو غیر اختیاری چیز ہے، دل کا کسی کی طرف مائل ہونا اختیار کی چیز نہیں ہے۔ اور محبت کی کمی بیشی جن بنیادوں پر ہوا کرتی ہے وہ بنیادیں بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ کسی کی خوبی کی وجہ سے، کسی کے حسن کی وجہ سے، کسی کے کمال کی وجہ سے، کسی کے اچھے اخلاق کی وجہ سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ کسی میں کوئی کمال ہوتا ہے اور کسی میں کوئی دوسری خوبی ہوتی ہے۔ جس طرح سب کے چہرے یکساں نہیں؛ اسی طرح سب کے اوصاف بھی یکساں نہیں۔ سب کی خوبیاں ایک طرح کی نہیں۔ ہر ایک کی عادتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے کسی کے ساتھ محبت زیادہ ہوتی ہے، اور کسی کے ساتھ کم ہوتی ہے۔ اس میں آدمی کے اختیار کو دخل ہی نہیں۔ وہ اگر چاہے تب بھی برابری نہیں کر سکتا۔ یہ سیدھی سادی بات ہے۔

اسی طرح صحبت کرنے کا معاملہ آتا ہے، تو صحبت کا تعلق بھی آدمی کی طبیعت کے نشاط سے ہے، گزشتہ کل جس کی باری تھی اس وقت طبیعت میں نشاط تھا اور آپ کو بھی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کے ساتھ صحبت کی۔ اب ضروری تو نہیں ہے کہ دوسرے روز دوسری کی باری کے وقت بھی طبیعت کے اندر نشاط ہو، اگر ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو آج کل جو گولی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ویاگرا(Viagra)نکلی ہے،وہ لیناضروری نہیں ہے،بلکہ یہ تو طبیعت کی آمادگی سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔(اس جملے سے حاضرینِ مجلس بہت محظوظ ہوئے)

اے اللہ ! یہ میری تقسیم ہے...

بہر حال!مَیں یہ عرض کررہاتھاکہ عورتوں کے حقوق سے تعلق رکھنے والی بعض چیزیں تو وہ ہیں جن کے اوپر آدمی کابس نہیں چلتااوروہ آدمی کے اختیارمیں بھی نہیں ہیں۔اسی لئے حدیث ِپاک میں آتاہے کہ نبی کریم(ﷺ) ازواجِ مطہرات کے حقوق کی ادائیگی میں برابری کرنے کے ساتھ ساتھ دعابھی فرماتے تھے﴿أَللّٰهُمَّ هٰذَاقَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلاأَمْلِكُ﴾اے اللہ ! یہ میری تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں اور جن کامَیں مالک ہوں یعنی جن میں مَیں برابری کرسکتاہوں،پس تومیری پکڑنہ کیجیوان چیزوں میں جن کا تو مالک ہے(یعنی محبت) اوروہ میرے اختیار میں نہیں ہے (ابوداود شریف،۲۱۳۶)

اسی بات کواس آیت کے اندربیان کیاگیاہے﴿وَلَن تَسْتَطِيعُوٓا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْحَرَصْتُمْ﴾ اورعورتوں کے درمیان ہرگزتم پورا پورا انصاف نہیں کرسکوگے اگرچہ تم خود چاہو جیسا کہ ابھی مَیں نے تفصیل سے ذکرکیاکہ تم چاہوتب بھی ان چیزوں میں برابری نہیں کرسکو گے،اس لئے کہ وہ غیراختیاری چیزیں ہیں۔آگے باری تعالیٰ فرماتے ہیں﴿فَلَاتَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾اس لئے ایسا نہ کیجیوکہ ایک ہی طرف پورے پورے جھک جاؤیعنی ایک کی محبت کے نتیجہ میں سب کچھ اسی کے حصے میں آرہاہے،اوردوسری بے چاری کامعاملہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بالکل معلق کرر کھاہے،اگر میلان ومحبت میں انصاف نہ ہوسکے تو کوئی بات نہیں،لیکن کھانے پینے،کپڑے ،نفقہ میں اور دوسری چیزوں میں تو انصاف کرو۔

جیسا گناہ ؛ویسی سزا

آخرت میں جو سزائیں ہیں ان میں گناہ کی نوعیت کو مدِ نظر رکھاجائے گا، جیسا گناہ ہوگا ویسی ہی سزا ہوگی۔حدیث ِپاک میں آتاہے کہ اگرکسی آدمی کی دوبیویاں ہوں گی اور ان میں سے ایک کی طرف جھک گیااوردوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی، تو قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ (بدن کا آدھاحصہ)لقوہ (فالج) شدہ ہوگا (ابوداود شریف،۲۱۳۳)یعنی وہ ایک کی طرف مائل ہواتھاتومیدانِ حشر میں اس طرح آئے گا کہ بدن کے آدھے حصے پر لقوہ ہوجائے گا ،پھر آگے کی سزا تو الگ رہے گی۔

”کَالْمُعَلَّقَةِ“کی تفسیر

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے﴿کَالْمُعَلَّقَةِ﴾کی تفسیر بخاری شریف میں منقول ہے کہ اس بے چاری کو ایسابنادیاکہ نہ تو اس کوبغیرشوہر کا کہہ سکتے ہیں،اس لئے کہ اگر بغیر شوہر کی ہوتی تووہ نکاح کرسکتی تھی،لیکن وہ توایک شوہر کے نکاح میں ہے اس لئے بغیر شوہر کی بھی نہیں ہے۔اورنہ شوہر والی کہی جاسکتی ہے یعنی شوہر والی عورت کاتوشوہرحق اداکرتاہے اور اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو محبت دیتاہے،یہ بے چاری اس سے بھی محروم ہے۔تواس کو نہ توشوہر والی کہہ سکتے ہیں اور نہ بغیرشوہر والی کہہ سکتے ہیں۔ (بخاری شریف،۴۶۰۰)

ازدواجی تعلقات کی درستگی کاراز

آیت کا یہ ٹکڑاپوری بات کامین پوئنٹ(Main Point)ہے﴿وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا﴾تم حالات کو ٹھیک کرو،حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرواوردرستگی کاخیال رکھواور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ نکاح والی زندگی میں ازدواجی تعلقات کی درستگی کے لئے جوخاص تاکید فرمائی ہے وہ یہی ہے۔ نکاح کے خطبہ میں جو تین آیتیں پڑھی جاتی ہیں ان میں بھی یہی بات ہے﴿یاأَیُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوۡارَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ﴾﴿یاأَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡااتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ﴾ ﴿یاأَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡااتَّقُوااللّٰہَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلاً سَدِیۡدًا﴾ان تینوں جگہوں پر تقویٰ کا حکم اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید فرمائی ہے،جب دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگاتووہ تمام حقوق ادا کرے گا۔

اپنی لڑکی کس کو دوں؟

حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے پوچھا کہ مَیں اپنی لڑکی کس کو دوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ایسا لڑکا ڈھونڈوجو اللہ تعالیٰ سےڈرتا ہو،اس لئے کہ اگروہ اس کے ساتھ محبت کرے گاتواس کاحق اداکرے گاہی۔لیکن اگروہ اس لڑکی کوپسند نہیں کرے گااوراس سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

محبت نہیں کرے گا؛تب بھی اللہ کے ڈر کی وجہ سے اس کی حق تلفی بھی نہیں کرے گا۔ نکاح کے اندر دینداری کو اختیار کرنے کی تاکید اسی وجہ آئی ہے۔بہر حال ! تقویٰ بنیادی چیز ہے۔

میاں بیوی کے تعلقات کے اندر بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں کے سامنے کھولی نہیں جاسکتیں،بلکہ گھروالوں کے سامنے بھی نہیں کھولی جاسکتیں،خاندان والوں کے سامنے بھی ان کااظہار نہیں کیاجاسکتا۔جب ماں باپ کے سامنے بھی زبان نہیں کھلتی،توپھر باہر والوں کی بات تودور رہی،اس لئے جب تک تقویٰ نہیں ہوگا؛تب تک بات نہیں بنے گی۔

انسانی فطرت کا لحاظ

دیکھو!شریعت نے انسانی فطرت کاکتنا لحاظ کیاہے۔ابوداودشریف کی روایت ہے نبی کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کی کسی بات پراگرناراض ہوا اور بیوی کی پٹائی کی؛تواس سے یوں مت پوچھناکہ کیوں مارا(ابوداود شریف،۲۱۴۹) حضور(ﷺ) نے یہ تاکید فرمائی کہ اس سے پوچھانہ جائے،اس لئے کہ کوئی ایسی بات ہوسکتی ہے جوبیان کرنے کے قابل نہ ہو۔کوئی بچے کی پٹائی کرے اورپوچھاجائے تواس کی وجہ بتلائی جاسکتی ہے،لیکن بیوی کی پٹائی کی ہے اوروجہ بتائی جائے یہ ضروری نہیں ہے۔وہاں ہر چیز بتانے کی نہیں ہوتی،بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کااظہار نہیں کیاجاسکتا۔نبی کریم(ﷺ) نے بھی اپنی تعلیمات میں فطری تقاضوں کااتنا زیادہ لحاظ کیاہے کہ شوہر بیوی کی پٹائی کرے تو اس سے پوچھا نہ جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ اگر تم درستگی کا خیال رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یعنی محبت کے فطری طور پر کم اور زیادہ ہونے کے باوجود تمام بیویوں کے ساتھ خرچہ وغیرہ میں اور حقوق کی ادائیگی میں مساوات کا اہتمام کرتے رہو اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی رہتے رہو، پھر بھی اگر غیر اختیاری طور پر تمہارا دل کسی ایک کی طرف زیادہ مائل ہے؛ تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے اور مہربانی کرنے والے ہیں۔

آیتوں کے بارے میں یہ کچھ تفصیل تھی، آگے روایتیں پیش فرماتے ہیں۔

یہ میری وصیت ہے

حدیث ۲۷۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا. فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ. وَإِنَّ أَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ. فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ. وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَآءِ. (متفق عليه)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے معاملہ میں میری طرف سے حسنِ سلوک اور بھلائی کی تاکید اور نصیحت قبول کرو، اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں بھی سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے جاؤ گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر اس کو یوں ہی چھوڑ دو گے تو اور زیادہ ٹیڑھی ہوتی چلی جائے گی، اس لئے عورتوں کے معاملہ میں میری طرف سے حسنِ سلوک کی تاکید اور وصیت قبول کرو۔

وفی روایۃ فی الصحیحین: اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اِسْتَمْتَعْتَ وَفِيهَا عِوَجٌ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وفی روایۃ لمسلم: اِنَّ الْمَرْأَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَکَ عَلٰی طَرِیْقَۃٍ، فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِھَا، اِسْتَمْتَعْتَ وَفِیْھَا عِوَجٌ، وَاِنْ ذَھَبْتَ تُقِیْمُھَا کَسَرْتَھَا وَ کَسْرُھَا طَلَاقُھَا۔

ترجمہ:۔ صحیحین کی روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم نے اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کی تو توڑ ڈالوگے، اوراگر ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اُٹھایاتوخوب فائدہ اُٹھاؤگے۔

ترجمہ:۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ یقینا عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے، ہروقت تمہارے ساتھ ایک ہی طریقہ سے پیش نہیں آتی، اس لئے اگر ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اُٹھایاتوخوب فائدہ اُٹھاؤگے، اوراگراس کوسیدھا کرنے کی کوشش کروگے توتوڑڈالوگے، اور توڑنا طلاق ہے۔

افادات:- اس روایت میں حضوراکرم(ﷺ) مردوں کوعورتوں کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنے کی خاص تاکید فرمارہے ہیں۔ اوروہ نصیحت جوبڑی تاکید اور اہمیت کے ساتھ کی جاوے؛ اس کو وصیت کہتے ہیں۔ ویسے یہ بھی نصیحت کاہی ایک حصہ اورقسم ہے، لیکن بڑے اہتمام کے ساتھ جو نصیحت کی جاتی ہے اس کووصیت کہتے ہیں۔ توآپ(ﷺ) نے فرمایاکہ عورتوں کے معاملہ میں بھلائی سے پیش آنے کی تاکیدی نصیحت قبول کرو۔

"عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے" کا مطلب

اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پسلی سے پیدا ہونے کا مطلب شراح حدیث نے لکھاہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حواکوحضرت آدم ں کی بائیں پسلی سے پیدا کیا توگویاتمام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عورتوں کی بنیاد حضرت حوا ہیں جو پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔اور پسلی میں بھی سب سے ٹیڑھا حصہ اوپروالا ہوتا ہے(فتح الباری) دیکھو!کوئی بھی ٹیڑھی چیز ہو، اس کا ٹیڑھاپن اس کے اخیری حصہ پرسب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے،گجراتی میں کہاوت ہے (પાઘડી નો વળ છેડે)کسی چیز کا ٹیڑھاپن بتلانے کے لئے یہ جملہ بولا جاتا ہے،کسی بھی چیز کا اگر درمیانی حصہ ٹیڑھا ہو تو سیدھا کرنے سے کچھ دیر کے لئے وہ سیدھا ہوجائے گا،لیکن اوپر جاکر اس کی کجی سب سے زیادہ نمایاں ہوگی۔

خیر!عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور اس کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپروالا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم میں اوپر کا حصہ چہرے کا ہے،وہ مراد ہے، گویا عورت کی زبان کے اندر ٹیڑھاپن بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا دماغ مراد ہے یعنی ٹیڑھے دماغ اور ٹیڑھی کھوپڑی کی ہوتی ہیں۔تو پسلی کے اندر سب سے زیادہ کجی والا حصہ اوپروالا ہے۔

عورت کا ٹیڑھاپن ہی اس کی خوبی ہے

پھر حضور(ﷺ) فرماتے ہیں﴿فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ﴾اگر تم اس کو سیدھا کرنے جاؤگے تو توڑ ڈالوگے۔حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب اس حدیث کو کہتے اور سنتے ہیں کہ حضور(ﷺ) نے عورت کو ٹیڑھی پسلی فرمایا تو اس وقت گویا ہم اس کو عیب کے طور پر بیان کرتے ہیں لیکن نبی کریم(ﷺ) نے دراصل اس کی فطرت کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طرف اشارہ فرمایاہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو صنفیں اور دو قسمیں پیدا کی ہیں ؛مرد اور عورت۔مرد کی کچھ مزاجی کیفیتیں اور خصوصیتیں ہیں اور عورت کی بھی کچھ مزاجی خصوصیتیں ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے مرد کی فطرت الگ بنائی ہے اور عورت کی فطرت الگ بنائی ہے۔یہاں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) عورت کی فطرت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اوراس کو پسلی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں ،گویاپسلی کا ٹیڑھاہونایہ اس کا عیب نہیں ہے بلکہ فطری ہے،اوریہی اس کا حسن ہے۔اور پسلی کوسیدھا کرنے کے لئے اگرتوڑا گیا تو پھر دوبارہ جوڑنے کے لئے اس کوٹیڑھا ہی کرنا پڑے گا،اس کوسیدھی کرکے جوڑنا چاہیں گے تووہ نہیں جڑے گی۔جیسے گاڑی کے اندر اسپرنگ (Spring) ٹیڑھی ہی ہوتی ہے، اور اس کا ٹیڑھاہوناہی اس کی خوبصورتی ہے،اگراس کو سیدھی کرناچاہوگے؛تو وہ بے کار ہوجائے گی،گویاپسلی کے ساتھ تشبیہ دے کراس کی خصوصیت کی طرف اشارہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلایاگیاکہ اس کا ٹیڑھاپن اس کے لئے عیب کی چیز نہیں ہے، بلکہ خوبی کی چیز ہے۔

ایک ہی چیزخوبی بھی اورعیب بھی

کوئی چیزایک صنف کے لئے خوبی کی ہوتی ہے اوروہی چیزدوسری صنف کے لئے عیب کی ہوتی ہے۔ہمارے مدرسوں کے اندرفارسی کاایک جملہ بولاجاتاہے کہ جوشاگرد استاذ کے سامنے نہ بولے؛اس کو مدرسہ سے نکال دو،اورجومرید شیخ کے سامنے بولے؛ اس کو خانقاہ سے نکال دو۔پڑھنے والے طالبِ علم کے لئے کمال یہ ہے کہ وہ بولے اور سوالات ہی کرتا رہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ یہ کیوں اورایسا کیوں؟چپ چاپ بیٹھارہے یہ اس کے لئے بری صفت ہے اورمرید کا شیخ کے سامنے بولنابری صفت ہے،یہ اس کے حق میں عیب اورگستاخی شمار ہوتاہے۔اس لئے ایساہوتاہے کہ کوئی چیزایک کے حق میں خوبی ہو اوروہی دوسرے کے حق میں عیب ہو۔

مرد کی خوبی الگ،عورت کی جدا

مردکودنیاکے اندرکاروبار کرناہے،معاملات کوسنبھالناہے،اس لئے مردکے حق میں غافل ہونااور جاہل ہونایہ عیب ہے،کیونکہ دنیا کے حالات سے بے خبرہوگا تو معاملات کو کیسے سنبھالے گا،لیکن عورتوں کے حق میں غافل ہوناخوبی کی چیزہے،قرآنِ پاک میں موجودہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغَافِلاتِ الْمُؤْمِنَاتِ﴾وہ لوگ جوتہمت لگاتے ہیں ان عورتوں پرجوپاک دامن ہیں اورغافلات یعنی بے خبرہیں اور ایمان والیاں ہیں۔معلوم ہوا کہ عورتوں کوبے خبر ہوناچاہیے یعنی دنیاکے معاملات سے بے خبرہونااورگھرکے اندرکے معاملات سے باخبرہوناچاہیے جیسے بچوں کی تربیت اور پرورش وغیرہ امورسے تو واقف ہونا چاہیے،لیکن باہر کی چیزوں سے بے خبرہونا ان کے حق میں خوبی کی بات ہے، جوعورت باہر کے معاملات اورچیزوں سے جتنی زیادہ باخبر ہوگی،اتناہی اس کے حق میں عیب کی بات ہے، اورشوہرکے لئے بھی دردِ سرہے۔ دیکھو! قرآنِ پاک نے عورتوں کے لئے ﴿غَافِلاتٌ﴾کا وصف خوبی کے طورپراستعمال کیا ہے ، مردکے لئے یہ وصف استعمال نہیں کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

برائی کے انداز میں تعریف

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر جب تہمت لگائی گئی تھی تب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ گھر کی باندی سے پوچھ لیجئے، وہ ان کے بارے میں زیادہ واقف ہوگی۔ لہٰذا حضرت بریرہ (رضی اللہ عنہا) جو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں آیا کرتی تھیں، ان سے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا، انہوں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق جو جملہ کہا، میں وہ بتلانا چاہتا ہوں، انہوں کہا کہ بس! ان کا حال تو یہ ہے کہ آٹا گوندھ کر روٹی پکائے بغیر سو جاتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے یعنی ایسی غافل ہیں اور کوئی چیز ان میں قابلِ گرفت نہیں ہے۔(بخاری شریف، ۳۹۱۰)

یہ بات جو حضرت بریرہ (رضی اللہ عنہا) نے بیان کی وہ حقیقت میں عیب کے طور پر بیان نہیں کی، بلکہ مدح بمایشبہ الذم کے قبیل سے ہے یعنی کبھی کسی کی تعریف ایسے انداز میں کی جاتی ہے جس سے اس کی مذمت معلوم ہوتی ہو، جیسے کسی کی سخاوت کے بارے میں یوں کہا جائے کہ فلاں میں کوئی عیب نہیں ہے، بس! لوگوں پر اتنی سخاوت کرتا ہے کہ ہمیشہ کڑکا ہی رہتا ہے، یہاں اس کو "کڑکا" کہہ کر قائل نے اس کی برائی بیان کی لیکن درحقیقت وہ اس کی برائی بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ برائی کے انداز میں اس کی تعریف کر رہا ہے۔ جیسے عربی کا ایک شعر ہے:-

لَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوفَهُمْ
بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شاعر کسی قبیلہ والوں کی تعریف کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ان میں عیب نہیں ہے، بس اتنا ہے کہ ان کی تلواروں کے اندر دشمن کے لشکر سے لڑنے کی وجہ سے دندانے پڑے ہوئے ہیں۔ ویسے تو تلوار کے اندر دندانہ ہونا اور تلوار کا کند ہونا اور اس کی دھار کا ٹوٹا ہوا ہونا عیب کی بات ہے، لیکن اس قبیلہ والوں کی تلوار کی دھاریں اس لئے ٹوٹی ہوئی ہیں کہ وہ ہمیشہ دشمن کے لشکروں سے ٹکراتی ہی رہتی ہیں۔ گویا یہاں تعریف ایسے انداز میں کی گئی ہے جو برائی معلوم ہوتی ہے۔

ٹیڑھا پن تو اس کی فطرت ہی ہے

بہر حال! مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ جو فرمایا ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی تو درحقیقت یہ اس کے لئے خوبی کی چیز ہے، اب مرد کو یہ تاکید کی گئی کہ تم یہ نہ سوچنا کہ یہ میرے جیسی بن جاوے۔ گڑبڑ یہیں سے پیدا ہوئی کہ یہ وصف عورت کے حق میں برائی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اسی لئے حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے یعنی جدائی کی نوبت آجائے گی، یہ ٹیڑھا پن تو اس کی فطرت ہی ہے، پسلی کی فطرت ہی ٹیڑھی ہوتی ہے، پسلی کو سیدھا کرنے جائیں گے تو وہ ٹوٹ جائے گی، اگر اس کو درست کرنا ہے تو ٹیڑھی رکھتے ہوئے ہی درست کرو؛ تب ہی درست ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فطری کج ادائیوں کے ساتھ ہی زندگی بسر ہوگی

پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اگر اس کو یوں ہی چھوڑدوگے تو اور زیادہ ٹیڑھی ہوتی چلی جائے گی، اس لئے اس پر نگرانی تو ضرور کرنی پڑے گی، اس کو ایک دم سے اس کے حال پر بھی نہیں چھوڑدینا ہے، لیکن ایک دم سیدھا بھی کرنے کی کوشش نہیں کرنی ہے؛ ورنہ معاملہ گڑبڑ میں پڑجائے گا۔ اس لئے آپ یوں نہ سوچیے کہ میں جیسا ہوں ویسی ہی یہ بھی بن جائے، بلکہ اس کی فطری کج ادائیوں کو برداشت کرتے ہوئے آپ اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہیں گے؛ تب ہی زندگی بسر ہوگی۔ ورنہ جب آپ سے کج ادائیاں برداشت نہیں ہوتیں تو پھر یہ طے کرلیجئے کہ ہمیں شادی کرنی ہی نہیں ہے۔ ﴿فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ﴾ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر سے فرماتے ہیں کہ عورتوں کے حق میں میری طرف سے بھلائی کی تاکیدی نصیحت قبول کرو۔

جیسا چل رہا ہے چلنے دو

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حدیث سے ایک اور اشارہ مستنبط کیا ہے، بڑی حکمت کی بات فرمائی ہے۔ اور یہ میں اس لئے بیان کررہا ہوں کہ آج کل یہ بھی ایک بیماری عام ہے کہ دنیا کے اندر کوئی اچھا بھلا نیکی اور بھلائی کا نظام چل رہا ہے اور اس میں کچھ کمی بھی ہے مثلاً کوئی ادارہ اور مدرسہ ہے، مکتب یا مسجد کا مینجمنٹ (Management) ہے، یہ سب کام چل رہے ہیں، لیکن ان میں کچھ کمی بھی ہے، اب اگر آپ اس کمی کو بالکل دور کرنا چاہیں گے تو یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جس طرح چل رہا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح چل رہاہے اسی طرح اس کو چلتے رہنے دو؛تاکہ اس سے جو فائدہ ہورہاہے وہ ہوتارہے،آپ اصلاح کے جذبہ میں آکراوردرستگی کا علَم اُٹھاکرمیدان میں آئیں گے اور اس نظام کو ختم کردیں گے،تو تھوڑابہت جو کام ہورہاہے وہ بھی ختم ہوجائے گا۔

ہرایک ہی اپنے آپ کو اصلاحی کہتاہے

بہت سی مرتبہ یہ ہوتاہے کہ صرف لیبل اصلاح کاہوتاہے،حالانکہ ہر اصلاح قابلِ قبول بھی نہیں اورہر اصلاح مطلوب بھی نہیں۔قرآنِ پاک میں آیا ہے، منافقین کہا کرتے تھے ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾جب منافقین سے کہا جاتاہے کہ زمین میں فسادات مت پھیلاؤاور گڑبڑمت کرو،تووہ کہتے ہیں کہ ہم تواصلاح کرتے ہیں ﴿إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾باری تعالیٰ فرماتے ہیں﴿أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ(سورۂ بقرہ۔۱۲)﴾سنو ! وہی اصل میں فساد مچانے والے ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے، وہ تویہی سمجھتے ہیں کہ ہم اصلاح کررہے ہیں۔دنیامیں کون ہے جواپنے متعلق یہ کہتاہوکہ مَیں فسادی ہوں،ہرایک ہی اپنے آپ کو اصلاحی کہتا ہے، لیکن اس کافیصلہ اپنی ذات سے نہیں کرنا چاہیے،بلکہ فیصلہ تو اہلِ صلاح اور سمجھ دارلوگ کریں گے۔یہ دیکھوکہ اہل اللہ اورنیک لوگ ان کے بارے میں کیارائے رکھتے ہیں،انہیں کی رائے معتبرہے،ورنہ دنیامیں اپنے متعلق کوئی بھی برائی کا خیال نہیں رکھتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! عورتوں کے سلسلہ میں شریعت نے یہ تاکید تو فرمائی کہ ان کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کی نگرانی ہوتی رہے، لیکن اتنا زیادہ تشدد بھی نہ ہو کہ توڑ کی نوبت آجائے۔

آج یہیں بات کو ختم کرتے ہیں، باقی باتیں ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْوَصِيَّةُ بِالنِّسَآءِ

عورتوں کے بارے میں تاکید

مجلس (۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی خصوصی تاکید کے سلسلہ میں یہ بیان چل رہا ہے کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

شرم کی بات ہے!

حدیث ۲۷۴

عن عبداللہ بن زمعة (رضی اللہ عنہ) أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُ،وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَهَا،فَقَالَ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾اِنْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ،عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ۔ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ،فَوَعَظَ فِيهِنَّ،فَقَالَ: يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ،فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ، وَقَالَ:لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟(متفق علیه)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن زمعہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کو وعظ فرماتے ہوئے سنا،آپ نے اپنے اس وعظ میں حضرت صالح کی اونٹنی کا اور جس نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالی تھیں تذکرہ فرمایا۔اس وقت اس قوم کا سب سے زیادہ بدبخت، بڑا شریر قسم کا آدمی جو اپنے قبیلہ میں بڑا مضبوط اور قوت والا سمجھا جاتا تھا وہ اس اونٹنی کو ختم کرنے کے لئے تیزی سے اُٹھا۔راوی کہتے ہیں کہ اسی وعظ میں حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں کا بھی تذکرہ فرمایا،چنانچہ عورتوں کے بارے نصیحت فرمائی کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کو پیٹنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو غلام کی طرح پٹائی کرتا ہے،اس وقت اس کو یہ خیال بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں آتا کہ بعد میں اسی کو پہلو میں لے کر سونا ہے۔اسی وعظ میں کسی کی ریح خارج ہونے پر لوگوں کے ہنسنے کے بارے میں نصیحت فرمائی کہ کوئی آدمی ایسی چیز پر کیوں ہنستا ہے جو خود کو بھی پیش آتی ہے ؟

افادات:-حضرت صالح علیہ السلام قومِ ثمود کی طرف بھیجے گئے تھے، ان لوگوں نے معجزہ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے چٹان سے ایک اونٹنی پیدا کی اور اس اونٹنی کے متعلق ایک تاکید یہ فرمائی کہ اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہ کیا جائے۔وہ اونٹنی قدرت کی خاص نشانی تھی۔ ان لوگوں کے یہاں پانی کی تنگی تھی ،ویسے بھی اونٹنی کو پانی کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے، لٰہذا یہ طے کیا گیا کہ ایک روز اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے روز گاؤں والے پانی لیں گے۔اس اونٹنی کو اتنا پانی درکار تھا کہ سارا پانی ختم کردیتی تھی،اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کی یہ ایک آزمائش تھی لیکن وہ لوگ اس اونٹنی کو زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کرسکے،انہیں میں سے ایک آدمی نے پہلے اس کی کوچیں کاٹ دیں اور پھر اس اونٹنی کو قتل کردیا، قرآنِ پاک میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے ﴿اِذِانۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا﴾ حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کہ اس وقت اس قوم کا سب سے زیادہ بدبخت بڑا شریر قسم کا آدمی جو اپنے قبیلہ میں بڑا مضبوط اور قوت والا سمجھا جاتا تھا وہ اس اونٹنی کو ختم کرنے کے لئے تیزی سے اُٹھا۔

﴿يَعۡمِدُ اَحَدُكُمۡ فَيَجۡلِدُ امۡرَاَتَهٗ جَلۡدَ الۡعَبۡدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا مِنۡ اٰخِرِ يَوۡمِهٖ﴾ تم میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کو پیٹنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو غلام کی طرح اس کی پٹائی کرتا ہے ”غلام کی طرح پٹائی کرنا“ یہ تمثیل کے لئے بولا جاتا ہے،جس سے پٹائی کے بہت زیادہ سخت ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جیسے ہم اپنی بول چال میں ”جانور کی طرح مارنا “بولتے ہیں تو حضور(ﷺ) فرماتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کو بے رحمی سے پیٹتا ہے اور جس وقت وہ اس کی پٹائی کررہا ہوتا ہے اس کو یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اس طرح بے رحمانہ پٹائی کرکے مَیں جس شخصیت کا دل توڑرہاہوں اور جس کو تکلیف پہنچا رہاہوں، اسی سے پھر مجھے ایک طرح کی راحت اور سکون حاصل کرناہے۔حالانکہ کسی ایسے آدمی سے جب ہماراکوئی معاملہ پڑتاہے توہم اس کی بہت زیادہ رعایت کرتے ہیں،اس کے مزاج کاخیال رکھتے ہیں یہاں بیوی سے بھی راحت و سکون حاصل کرنے کابہت بڑاکام ہم لے رہے ہیں،اس کوپہلو میں لے کر سوتے ہیں ﴿یُضَاجِعُهَا﴾ کا مطلب یہی ہے کہ اس کے ساتھ سو کر راحت حاصل کرتے ہیں،اب جس نے دن میں تواس کی پٹائی کی اور پھر رات کواسی کولے کرسوتاہے،توکیا اس کوذرابھی شرم نہیں آتی؟اس کی شرافت کہاں چلی گئی؟مروت کاتقاضہ کہاں رخصت ہوگیا؟اس طرح ارشاد فرماکر حضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) عورتوں کی پٹائی کرنے سے رُکنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

ایسی حرکت شریف انسان گوارا نہیں کرسکتا

حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے خصوصی اندازمیں عجیب وغریب طریقہ سے سمجھایاکہ جس شخصیت سے تم راحت پارہے ہو،اسی کوتم پیٹو!یہ مناسب نہیں ہے۔ایک آدمی آپ کی پٹائی کرے اور پھر تھوڑی دیربعد آپ ہی سے اپنی کوئی ضرورت پوری کرناچاہے توآپ اس کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟آپ کے دل میں اس کے متعلق کیسے جذبات موجزن ہوں گے؟ یہاں حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) بھی یہی فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی آدمی غلام کی طرح بے رحمی سے اپنی بیوی کی پٹائی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرتا ہے اور پھر اسی کے ساتھ سوتا ہے اور راحت حاصل کرتا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی حرکت ہے کہ جس کو شریف انسان گوارا نہیں کرسکتا۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عورتوں کے ذریعہ سے ہم شوہروں کو جو راحت ملتی ہے اور جو آرام پہنچتا ہے؛ وہ اتنا زیادہ ہے کہ جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ یوروپ اور امریکہ میں ایسا کوئی نظام ہی نہیں ہے کہ بیوی شوہر کی خدمت کرے ، اس کو راحت پہنچانے کا انتظام کرے، دونوں اپنے اپنے طور پر اپنی اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں ، قانونی طور پر کوئی ایک دوسرے کو راحت پہنچانے کا پابند نہیں ہے، اور اخلاقی طور پر بھی اس کو ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ وہاں تو ہر چیز کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں اخلاق و مروت کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم ہوا ہے کہ جس کے پیشِ نظر عورتیں خدمتیں کرتی ہیں اور راحتیں پہنچاتی ہیں، اور ان کی طرف سے پہنچنے والی راحتیں بے انتہاء ہیں۔

بعض کام عورتیں ہی کر سکتی ہیں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں اس آیت ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے ہی اندر سے تمہارے لئے جوڑے پیدا فرمائے یعنی عورتیں پیدا فرمائیں، تاکہ تم ان کے ذریعہ سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور شفقت کے جذبات پیدا فرمادئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا﴾کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ نے لکھا ہے کہ عورتیں گھر کے ایسے ایسے کام انجام دیتی ہیں کہ اگر وہ کام مردوں کو کرنے پڑیں تب پتہ چلے، بچوں ہی کو لے لیجئے کہ بچوں کی پرورش اوران کی نگرانی کرنا،ان کو سنبھالنا؛ یہ عورتوں کا کام ہے اوروہ بڑے صبر وضبط کے ساتھ اپنے اس فریضہ اور ذمہ داری کو انجام دیتی ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ جب ضد کرتا ہے،اس وقت اس کو بڑی محبت سے سمجھاتی ہے،یہی معاملہ اگر ہمارے حوالہ کیا جائے،تو معلوم نہیں ہم کیا کریں۔

نظام درہم برہم ہوجاتا ہے

ایک صاحب کی بیوی کسی ضرورت سے کہیں گئی ہوئی تھی اوربچے کو شوہر کے حوالہ کرگئی تھی،وہ بچہ چھوٹاچارپانچ مہینے کا تھا،جب وہ اس سے کسی طرح نہیں بہلاتواس نے پٹائی شروع کردی۔ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سے توصبر وضبط نہیں ہوسکتا،اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ اس کام کوانجام دیتی ہیں ، گھریلو کاموں میں کھانا پکانا وغیرہ بھی بہت بڑاکام ہے،اگر ایک دن کے لئے عورت گھرمیں موجودنہ ہوتوپھر دیکھو کہ نظام کیسا درہم برہم ہوجاتاہے۔بستر ٹھیک کرنے کی بھی صلاحیت ہمارے اندر نہیں ہے۔بہر حال! جتنے بھی کام عورتوں کے ہیں وہ اس انداز کے ہیں کہ ان کے ذریعہ آدمی ایک طرح کاسکون حاصل کرتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میری آنکھوں میں آنسو آگئے

حضرت قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب بھی غسل کر کے کپڑے بدلنے ہوتے تھے توہمیشہ اہلیہ محترمہ کا یہ معمول تھا کہ نواڑ پائجامہ میں ڈال کر تیار کر دیتی تھی۔ہمارے یہاں یہ رواج نہیں ہے،یوپی میں رواج ہے کہ پائجامہ جب دھوتے ہیں تو نواڑ نکال دیتے ہیں اور جب پہننے کا وقت آتا ہے تو نواڑ ڈالی جاتی ہے، ہمارے یہاں تو نواڑ ڈالی ہوئی ہی رہتی ہے، اس لئے ہمیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے۔

بہر حال!حضرت فرماتے ہیں کہ جب بھی مَیں غسل کر کے فارغ ہوتا تو اہلیہ کپڑے لاتی اور اس میں نواڑ ڈالی ہوئی ہوتی تھی اس لئے زندگی بھر کبھی احساس نہیں ہوا، اہلیہ کے انتقال کے بعد پہلی مرتبہ جب غسل کر کے کپڑے بدلنے کے نوبت آئی اور بہو نے کپڑے بھیجے تو پائجامہ کے اوپر نواڑ رکھی ہوئی تھی، یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے کہ یہ معمولی سی چھوٹی خدمت زندگی بھر وہ انجام دیتی تھی،پوری زندگی جس کام کی نوبت ہی آنے نہیں دی، آج وہ کام مجھے خود ہی کرنا پڑ رہا ہے۔چھوٹی سی خدمت کی آدمی کو قدر نہیں ہوتی یا اس کی طرف خیال نہیں جاتا۔غور کیجئے کہ اس چیز کا آدمی کی طبیعت پر کیسا اثر پڑتا ہے اور کیا کیفیت طاری ہوتی ہے۔تو واقعہ یہ ہے کہ عورتیں ہماری جو خدمات انجام دیتی ہیں ،معمولی معمولی خدمتیں ہوتی ہیں جو بڑی قابلِ قدر ہوتی ہیں لیکن ہمیں ان خدمات کی قدر نہیں ہوتی،جب وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہاتھ سے نکل جاتی ہے اس وقت پتہ چلتاہے کہ یہ چھوٹی سی تھی لیکن بڑی عجیب وغریب چیز تھی اوران کی قدر بعدِ زوالِ نعمت ہوتی ہے۔

اللہ اوراس کے رسول کی سفارش

اب ان خدمات کے ساتھ ساتھ ان کی طرف سے کوئی بات کجی کی یاطبیعت کے خلاف پیش آئے تواس کامطلب یہ نہیں ہے کہ پٹائی کردی جائے،بلکہ حدیثِ پاک کے پیش نظراس کے ساتھ رحم وکرم کااورشفقت کامعاملہ کیجئے۔باری تعالیٰ خودارشادفرماتے ہیں ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾اور حضور(ﷺ) بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کے اوپرکاحصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہواکرتا ہے،اگرتم اس کو سیدھا کرنے جاؤگے تووہ ٹوٹ جائے گی،لہٰذااس سے اسی حالت میں فائدہ اٹھاتے رہو، اور اگرناگواری کی کوئی بات اس سے سرزدہوجائے تودرگذرسے کام لو۔جیسے کسی کا بچہ کم عقل ہواور عمربڑی ہونے کے باوجود اس کی سمجھ اتنی نہیں ہے جتنی عام طورپرہواکرتی ہے، ایسا بچہ اگرکوئی ایسی حرکت کرتاہے، تو ہم درگذرکردیتے ہیں کہ اس کی سمجھ کم ہے،اس سے نادانی کی بات سرزد ہوجایاکرتی ہے، ہمیں اس کے ساتھ شفقت اور رحم وکرم کا معاملہ کرنا چاہیے۔اسی طرح یہ بھی ایک ناسمجھ ہے، اس کے ساتھ بھی شفقت اور رحم وکرم کا معاملہ کرنا چاہیے۔

اوریہ بھی سوچو کہ اگر ہماری بیٹی ہواور اس کی سمجھ اور عقل میں کچھ کمی ہو اورایسی بیٹی کی شادی کرکے ہم کسی کے یہاں بھیجیں توہم کتناخیال کریں گے،سسرال والوں کوخاص تاکید

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کریں گے کہ اس کی طبیعت میں ذراکمزوری ہے،اس کاخیال رکھنا۔ دیکھئے! یہاں اللہ تعالیٰ سفارش کررہے ہیں اور نبی کریم(ﷺ) اس کامزاج بتلارہے ہیں ، اس کے بعداگراس کی طرف سے کوئی ایسی بات پیش آجائے؛ توہمیں درگذر سے کام لینا چاہیے۔

اُلٹی چال

اور مَیں توکہاکرتاہوں کہ جہاں درگذرکرنی چاہیے ہم وہاں نہیں کرتے اور جہاں نہیں کرنی چاہے وہاں کرتے ہیں،مثلاًآپ کے کھانے میں نمک کم پڑگیاتویہ غلطی معاف نہیں ہوتی،مرچ زیادہ کیوں ہوگئی؟ہمارے کپڑے برابرکیوں نہیں دھلے ؟وہاں توپٹائی کامعاملہ کرتے ہیں۔اور اگر نماز نہیں پڑھتی تو بھولے سے بھی اس کوکچھ نہیں کہیں گے، جہاں کہنا چاہیے؛وہاں نہیں کہتے اورجہاں درگذرسے کام لیناچاہیے؛وہاں درگذرسے کام نہیں لیاجاتا

بس ! اللہ تعالیٰ نے اسی پر میری مغفرت کردی

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں ہے کہ دار العلوم دیوبند جو قائم ہوااس کی تاریخ میں لکھاہے کہ اس کے سب سے پہلے استاذ بھی محموداورسب سے پہلے شاگرد بھی محمودتھے۔ملا محمودمیرٹھ کے رہنے والے عالم تھے،قدیم زمانہ میں عالم کے لئے ’’مُلّا‘‘کا لفظ لگایاجاتاتھا،آج بھی سرحدکے علاقہ میں یہی لفظ بولاجاتاہے۔ تو پڑھانے والے مُلّامحمود تھے اوران کے پاس پڑھنے والے حضرت مولانا محمودالحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ تھے جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بعد میں ”شیخ الہند“ کہلائے۔ تو حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مُلّا محمود کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ایک روز ایسا ہوا کہ کھچڑی میں نمک کم تھا، دل میں تو آیا کہ بیوی کو تنبیہ کروں کہ نمک کم ہے لیکن پھر مَیں نے سوچا کہ انسان ہے، اندازے سے جو چیز ڈالی جاتی ہے کبھی کم اور کبھی زیادہ ہو جاتی ہے، کمی بیشی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس پر مَیں ناگواری کا اظہار کروں اور اس کو کچھ کہوں، اس لئے مَیں نے صبر سے کام لیا، بس! اللہ تعالیٰ نے اسی پر میری مغفرت کر دی۔ انہوں نے صرف تنبیہ کا ارادہ کیا تھا، پٹائی کا نہیں۔

دیکھو! اتنے بڑے عالم تھے اور عملی بڑی بڑی خدمات انجام دی تھیں، لیکن ان میں سے کسی چیز کا وہاں تذکرہ نہیں آیا۔

بیوی کے ساتھ کبھی لہجہ بدل کر بھی بات نہیں کی

حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) جو حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں سے ہیں، حضرت کے مجازین میں کراچی میں سب آخر میں انہیں کا انتقال ہوا۔ ان کے متعلق حضرت مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے مجلس میں فرمایا کہ آج ہماری ازواجی زندگی کے ترپن سال (۵۳) سال ہوئے، کبھی بیوی کے ساتھ لہجہ بدل کر بھی بات نہیں کی۔ اندازہ لگایئے کہ پٹائی کرنا اور سخت سست کہنا تو دور کی بات رہی، صرف لہجہ بدل کر بھی بات نہیں کی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت مفتی محمد تقی صاحب نے اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ واقعۃً ہم سب لوگوں کے لئے قابلِ غور ہے، فرماتے ہیں کہ لوگ کرامتیں ڈھونڈتے ہیں، پانی پر چلنا اور آسمان پر اڑنا؛ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، یہ ہے مشکل کام کہ ترپن سال (۵۳) کی میاں بیوی کی زندگی میں کیا کبھی کوئی ایسے حالات ہی پیش نہیں آئے ہوں گے ؟ ان کی بیوی کوئی آسمان سے اُتری ہوئی حور تو تھی نہیں، اور وہ بھی فرشتہ تو نہیں تھے، ان کے درمیان ناگواری کی باتیں ضرور پیش آئی ہوں گی، اس کے باوجود لہجہ بدل کر بھی بات نہیں کی۔ اس سے ان کے اخلاق واوصاف کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حقیقت میں خوش اخلاقی یہی ہے۔

یہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعلیٰ اخلاق ہیں

روایتوں میں آتا ہے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دس سال خدمت کی، کوئی کام مَیں نے کیا ہو اس کے متعلق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور اگر نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا (بخاری شریف، ۶۰۳۸) حدیثِ پاک کی تشریح کرنے والے علماء اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یہ دراصل حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اخلاق بتلائے جارہے ہیں، اس لئے کہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) تو نوعمر لڑکے تھے، دس سال کی عمر میں خدمت میں لگے اور دس سال خدمت کی، ظاہر ہے کہ ان کی طرف سے تو ایسی بے شمار باتیں پیش آئی ہوں گی جن پر تنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی ٹوکا نہیں۔ گویا یہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعلیٰ اخلاق ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

توحضرت ڈاکٹر صاحب نے ترپن(۵۳)سال کی زندگی میں کبھی لہجہ بدل کر بات نہیں کی،اس سے ہمیں ان کے اعلیٰ اخلاق کا اندازہ لگانا چاہیے،ورنہ ظاہر ہے کہ بیوی کی طرف سے کوئی نہ کوئی بات تو ضرور پیش آئی ہی ہو گی۔

اپنی بیوی سے پوری زندگی میں پانی بھی نہیں مانگا

ایک اور قدم آگے بڑھاتے ہوئے ان کی اہلیہ خود فرماتی ہیں کہ انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ مجھے پانی دو(اپنی بیوی سے پوری زندگی میں پانی بھی نہیں مانگا)جب ہم نے محسوس کیا کہ ان کو پانی کی ضرورت ہے اور خود پانی لا کر ان کو پیش کیا،وہ دوسری بات ہے، لیکن انہوں نے کبھی مطالبہ نہیں فرمایا۔کسی بھی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ خود ہی پوری کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مَیں تو یوں سمجھتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے،مَیں تو خادم ہوں ، مخدوم نہیں ہوں ، مجھے تو بڑوں کی،چھوٹوں کی،بیوی کی،مریضوں کی سب کی خدمت کرنی ہے۔انہوں نے کسی سے کبھی خدمت کا مطالبہ نہیں کیا غور کیجئے کہ جس آدمی کا نظریہ ہی ایسا ہو؛کیا وہ کبھی کسی سے تکلیف محسوس کر سکتا ہے؟

مَیں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اللہ کے ایسے بندے دنیا میں ہیں جو نبی کریم(ﷺ) کے ان ارشادات کو عملی جامہ پہنا کر ہمارے لئے نمونہ چھوڑ گئے۔اگر آپ یوں کہیں کہ آپ تو صحابہ کے قصے بیان کرتے ہیں،تابعین کے قصے سناتے ہیں ،ہم کہاں ان کی حرص کر سکتے ہیں ، ابھی تو یہ دور چودھویں صدی کا آیا ہے،تو مَیں نے جو حضرت ڈاکٹر صاحب کا واقعہ سنایا،یہ کوئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پرانے زمانہ کی شخصیت نہیں ہیں، ابھی ماضی قریب میں گزرے ہیں۔لہٰذا یہ چیز بڑی قابلِ توجہ ہے ، اس کا خاص طور پر اہتمام کرنا چاہیے۔

قومِ لوط کی ایک برائی

﴿ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضِحْكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ: لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟﴾ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے اپنے اسی وعظ وخطبہ میں ایک تیسری نصیحت یہ بھی فرمائی کہ کبھی کسی کی ریح زور سے خارج ہوجاتی ہے، تو لوگ ہنستے ہیں،اس پر آپ (ﷺ) نے نصیحت فرمائی کہ یہ ہنسنے کی چیز نہیں ہے،اس لئے کہ جو لوگ ہنس رہے ہیں،کیا ان کو ریح خارج نہیں ہوتی۔ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہرایک کو پیش آتی ہے، تو پھر اس پر ہنسنا کیا معنیٰ رکھتا ہے ؟یعنی نبی کریم (ﷺ) اس بات پر غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں کہ یہ کیا فعل ہے ؟اگر کسی کی طرف سے کوئی ایسا عیب کا کام صادر ہوتا ہے جو دوسرے میں نہ ہو ،اور اس پر کوئی ایسی بات کہی جائے ،تو سمجھ میں بھی آنے والی چیز ہے، لیکن ریح کا خارج ہونا توہر ایک کوپیش آتاہے،پھرکسی پرہنساکیامعنیٰ رکھتاہے؟یہ نامناسب فعل ہے،ایسانہیں ہونا چاہیے، اور قوم لوط کی بری عادتوں کے سلسلہ میں کتابوں میں لکھا ہے﴿وَتَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ اپنی مجلسوں میں جو نامناسب حرکتیں کرتے تھے ،ان میں سے ایک یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لوگ زورسے ریح خارج کر کے ہنسا کرتے تھے،گویا یہ قوم لوط کی برائیوں میں سے ہے۔(الدر المنثور)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیا کی ساخت ہی اس انداز کی ہے

حدیث ۲۷۵

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): ﴿لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ﴾ أَوْ قَالَ ﴿غَيْرَهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایمان والا مرد ایمان والی عورت سے بغض نہ رکھے، اگر کوئی عادت اس کو ناپسند ہے تو اسی کی کوئی دوسری بات اس کو اچھی بھی لگتی ہے۔

افادات:-یہاں ایمان والی عورت سے اپنی بیوی مراد ہے یعنی کوئی شوہر اپنی بیوی سے بُغض اور دشمنی نہ رکھے۔حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ دیکھو! جب دوآدمی ساتھ مل کر زندگی گذارتے ہیں تو یہ ایک طبعی چیز ہے کہ دونوں میں ہر ایک کی طرف سے دوسرے کے ساتھ جو معاملہ ہورہاہے،اس میں کبھی کوئی بات ضرور پیش آئے گی جس کی وجہ سے اس کو ناگواری اور تکلیف ہو،اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کے اندر جتنی بھی چیزیں پیدا فرمائی ہیں،ان سب میں خوبیاں ہی خوبیاں ہوں ، خیر ہی خیر ہو،ایسانہیں ہے، بلکہ دنیا کی ساخت اور بناوٹ ہی اس انداز کی رکھی ہے کہ اس میں خیر اور شر،بھلائی اور برائی، خوبی اور نقص یہ دونوں ملے جلے ہیں،کہیں کوئی ایسا نظر نہیں آئے گا کہ اس میں خوبی ہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خوبی ہو، نقص نہ ہو۔ بھلائی ہی بھلائی ہو، اس میں برائی نہ ہو۔ خیر ہی خیر ہو، اس میں شر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بناوٹ ہی ایسی رکھی ہے۔

ہر چیز میں خیر اور شر کا پہلو ہے

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو دعائیں مختلف چیزوں کے استعمال کے واسطے سکھلائیں ہیں ان سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً لباس کے سلسلہ میں دعا آتی ہے کہ جب آدمی کوئی نیا لباس پہنے، کرتہ، پائجامہ یا نئی چادر استعمال کرے، تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے ﴿أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ﴾ اے اللہ! اس لباس کے اندر جو خیر و بھلائی تو نے رکھی ہے اور جن مقاصدِ خیر میں یہ لباس استعمال کیا جاتا ہے اس کا مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور اے اللہ ! اس لباس کے اندر جو شر و برائی تو نے رکھی ہے اور جن بری چیزوں میں یہ استعمال میں آتا ہے، اس سے مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں (ابوداود شریف، ۴۰۲۰)

آج تو ہم نے یہ دعائیں پڑھنا بھی چھوڑدی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ چیزوں کا نقصان ہمیں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً سواری کے لئے کوئی گھوڑا خریدا تو حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ اس گھوڑے کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھو ﴿أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا جُبِلَ عَلَيْهِ﴾ اے اللہ! اس کے اندر جو خیر وبھلائی ہو اس کا مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور جس خیر و بھلائی پر وہ پیدا کیا گیا ہے اس کا سوال کرتا ہوں (سنن النسائی، ۱۰۰۶۹) تو ہم جب کوئی بھی چیز خرید کر لائیں مثلاً گاڑی لائیں، نئی ماروتی لائیں، تو اس میں بیٹھنے سے پہلے اس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا

پڑھ لینی چاہیئے ،اس کی برکت یہ ہوگی کہ اس گاڑی کے شر سے حفاظت ہوگی۔بہت سی مرتبہ نئی گاڑی ہوتی ہے اور حادثہ کا شکار ہوجاتی ہے، توگاڑی توجاتی ہے، ساتھ میں مالک کو بھی لے جاتی ہے ،یہ اس کا شر ہی توہے،یہ گاڑی کی برائی ہی توہوئی کہ اس میں سواری کے نتیجہ میں آپ کو تکلیف پہنچی،اُس سے جہاں راحت پہنچ رہی ہے،وہاں تکلیف بھی پہنچ سکتی ہے۔ہر چیز کاحال ایساہی ہے۔اسی طرح مثلاً یہ کرسی ہے ،اس میں خیر بھی ہے اوراگر یہ الٹ گئی تواسی پر بیٹھنے کے نتیجہ میں آپ بھی الٹ گئے اورچوٹ آئی،یہ اس کا شرہوا۔ہر چیز میں غورکروگے تویہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ہر چیز میں خیر کاپہلو بھی ہے اور شرکا بھی پہلو ہے۔

تعلیمات بذریعہ دعوات

تو نبی کریم(ﷺ) نے ہر چیز کے استعمال کے وقت جو دعائیں بتلائی ہیں اگران دعاؤں کا اہتمام کریں توبہت بڑافائدہ حاصل ہو،لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ ہم اپنے فائدے کی چیزوں میں بھی سنتوں کااہتمام نہیں کرتے۔ اگر ہماری زندگی میں سنتوں کا اہتمام آجائے:تو خیر ہی خیراوربرکت ہی برکت ہو۔حضرت علامہ انور شاہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ)کی تعلیمات کی روح اس کانچوڑااورخلاصہ مسنون دعائیں ہیں،آپ انے اپنی دعاؤں کے ذریعہ لوگوں کو بڑی اہم تعلیمات دی ہیں۔خیر !ابھی مَیں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نفرت کو دور رکھنے کا بہترین طریقہ

میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ ہر چیز کے اندر خوبی بھی ہے اور برائی ہے۔ عورت بھی دنیا کی ایک مخلوق ہے، اس کے اندر بھی کوئی برائی ہے تو کوئی خوبی بھی ہے، دونوں باتیں موجود ہیں، اب اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے اور اس سے کس طرح سے فائدہ اٹھانا چاہیے؟ حضور اکرم (ﷺ) اس کا طریقہ بتلا رہے ہیں کہ بھائی ! جب اس کی طرف سے کوئی ایسی بات پیش آئے جو آپ کے لئے تکلیف دہ ہے، آپ اس کی اس عادت کو پسند نہیں کرتے، تو اس وقت آپ اس ناپسندیدہ عادت سے اپنا دھیان ہٹانے کے لئے اس کی پسندیدہ چیزوں کا تصور کیجئے، نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کی ناپسندیدہ عادت کی وجہ سے آپ کے دل میں اس کے متعلق ناگواری کے جو جذبات پیدا ہوئے ہیں وہ رک جائیں گے۔ اور اگر ہم یہ طریقہ نہیں اپنائیں گے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دھیرے دھیرے کینہ اور بغض بڑھتا جائے گا اور ازواجی زندگی جہنم بن جائے گی اور پھر جدائی کی نوبت آجائے گی۔ عورت کے متعلق اپنے دل میں پیدا ہونے والی نفرت کو دور رکھنے کے لئے یہ بہترین طریقہ ہے۔

اللہ کے رجال اور ان کا کمال

در حقیقت انسان بڑا نا شکرا ہے، اور ناشکری کا انداز یہ ہے کہ وہ ایک ہی چیز کو لے کر بیٹھ جاتا ہے، کسی ساتھی میں سو خوبیاں ہوں لیکن اگر اس کا ایک عیب اور برائی سامنے آئے گی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تواس کاتذکرہ بار بار کرے گااور جو سو خوبیاں ہیں ان کا تذکرہ ہی نہیں کرے گا۔ اگر انسان کا یہ مزاج رہا تو کبھی بھی شکر کی عادت نہیں بنے گی۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) (جو میاں صاحب کے نام سے مشہور ہیں) کو بہت سخت بخار تھا، مَیں نے پوچھا کہ حضرت! کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ الحمدللہ! میری آنکھیں صحیح سلامت ہیں، کان سے بھی اچھی طرح فائدہ اٹھارہا ہوں، ہاتھ پیر برابر کام کررہے ہیں وغیرہ وغیرہ؛ ہر چیز گنوانے کے بعد فرمایا کہ بس! ذراسا بخار ہے حالانکہ اس وقت ایک سو چار ڈگری بخار تھا لیکن دیکھو کہ کتنا شکر ادا کرکے بیان کیا۔ بیان کا یہ بھی ایک انداز ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی ساری نعمتیں ہیں اور یہاں تو مزاج کا سوال کیا گیا تھا اگر اس کے جواب میں شکوہ وشکایت کے طور پر نہیں بلکہ اظہارِ واقعہ کے طور پر بولتے؛ تو کوئی حرج کی بات بھی نہیں تھی، مسئلہ اپنی جگہ پر یہی ہے، لیکن اللہ کے ان مخصوص بندوں کا یہ کمال ہے کہ ایسی حالت میں بھی وہ یہی کہتے ہیں کہ اللہ کا یہ بھی احسان ہے اور یہ نعمت بھی حاصل ہے، اور سب ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، ایک لمبی فہرست شمار کرانے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ بس! ذرا سا بخار ہے۔ اور ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جس ہاتھ سے پوری زندگی میٹھی چیزیں کھاتا رہا

ایک آقا نے ککڑی کی قاش کاٹ کر اپنے غلام کو دی، اس نے اس کو کھائی، لیکن کوئی ایسا تاثر نہیں دیا اور اپنے چہرے سے بھی ذرہ برابر ظاہر ہونے نہیں دیا کہ یہ کڑوی ہے، حالانکہ وہ بہت کڑوی تھی، جیسے میٹھی ککڑی کھائی جاتی ہے ایسی ہی رغبت سے اس کو کھایا۔ اور دوسری خود اپنے منھ میں رکھی تب پتہ چلا کہ یہ تو بہت کڑوی ہے، اس نے اپنے اس غلام سے کہا کہ اللہ کے بندے! تو نے بتلایا کیوں نہیں کہ یہ ککڑی اتنی کڑوی ہے۔ اس کا جواب ہم لوگوں کے لئے بڑا قابل عبرت ہے۔ اس نے کہا کہ جس ہاتھ سے اب تک پوری زندگی میٹھی چیزیں کھاتا رہا؛ اگر ایک چیز کڑوی مل گئی تو کیا مَیں اس کا اظہار کروں؟ واقعہ یہی ہے کہ ہم لوگوں کا مزاج ناشکری والا بن گیا ہے، جس کو ٹھیک کرنا بہت ضروری ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو! اگر کسی نے آپ کو آدھا گلاس پانی دیا تو اس کی تعبیر کے دو انداز ہیں، جس کی طبیعت میں ناشکری ہے وہ یوں کہے گا کہ آدھا گلاس خالی ہے، اور جس کی طبیعت میں شکر ہے، وہ کہے گا کہ آدھا گلاس بھر کر دیا ہے۔

تب ہی زندگی گذر سکتی ہے...

بہر حال! حضور اکرم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ اگر اپنی بیوی سے کوئی بات ناگواری کی اپنی طبیعت کے خلاف دیکھے، تو اس کے ساتھ بغض نہ رکھے، اس لئے کہ اگر اس کی ایک بات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ناپسند آئی ہے،تودوسری کوئی بات پسند آئے گی،ہمارایہی انداز ہوناچاہیے؛تب ہی زندگی گذرسکتی ہے۔ورنہ اگرکسی ایک ایسی بات کوکوئی آدمی لے کربیٹھ جاتاہے جواس کی طبیعت کے خلاف ہوئی ہے؛توپھرایسے آدمی کوچاہیے کہ نکاح کاارادہ ہی ترک کردے، اس لئے کہ کوئی بھی عورت آئے گی اس میں کوئی نہ کوئی بات توایسی ضرورہوگی، جیساکہ میں پہلے بھی عرض کرچکاہوں کہ کسی میں یہ خرابی دیکھی تواس کوالگ کردیا،پھردوسری لائے،ویسے پہلی کو الگ کردینے کے بعد دوسری عورت جلدی سے ملنے والی نہیں ہے، اوراگرمل گئی تواس میں بھی وہی بات ہوگی،اب اس کے ساتھ بھی اسی طرح کیاتوتیسری کامعاملہ تواور زیادہ سنگین ہوجائے گا۔اورمان لو کہ اگرمل بھی گئی تواس میں بھی وہی بات ہوگی۔تواب سوال پیداہوگاکہ اس کوبھی الگ کردے گا؟نہیں!بلکہ اب توسوچے گاکہ اس کوتوایسے ہی چلالو،اس کے ساتھ تو خداواسطے سمجھوتہ کرلو۔تومیں پوچھتاہوں کہ بھائی! یہ سمجھوتہ والی بات آج آپ کی سمجھ میں آئی؟یہی معاملہ پہلی والی کے ساتھ کرتے تودودو کوطلاق دینے کی نوبت آتی؟

آں چہ کند دانا کند ناداں لیک بعد از خرابیٔ بسیار

فارسی کاایک مقولہ ہے کہ جوکام عقل مندکرتاہے وہی کام بیوقوف بھی کرتاہے، لیکن بیوقوف وہ کام بہت ساری خرابی پیداہونے کے بعدکرتاہے،اور عقل مند آدمی پہلے ہی دن وہ کام کرلیتاہے۔بہرحال!نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کویہ تعلیم دی ہے کہ اس کی ایک بات اگر آپ کو ناپسندہے ،تودوسری آپ کوپسند آئے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وفاداری سے اونچی چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟

حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک بزرگ کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی بیوی بڑی جھگڑالو تھی، وہ جب بھی گھر میں آویں تو جھگڑا شروع کر دیتی تھی۔ وہ بڑے صبر سے کام لیتے تھے۔ کسی نے کہا کہ یہ کیا روز روز کی جھک جھک ہے، اس کو طلاق دے دو، انہوں نے کہا کہ بھائی! اس کو الگ کرنا تو بہت آسان ہے، جب چاہوں الگ کر دوں، اس میں کیا دیر لگتی ہے، یہ تو میرے ہاتھ کا معاملہ ہے، لیکن اس کے اندر ایک ایسی خوبی ہے جس کی وجہ سے مَیں اس کو الگ کرنا نہیں چاہتا۔ پوچھا کہ وہ خوبی کیا ہے؟ تو فرمایا کہ بڑی وفادار ہے، اگر آج حکومت مجھے گرفتار کر لے، تو جاتے وقت مَیں اس کو جس جگہ چھوڑ کر جاؤں گا، اگر دس سال کے بعد بھی واپس آؤں گا تو وہ وہیں بیٹھی ہوئی مجھے ملے گی۔ اور واقعی بات ایسی ہی ہے۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے معاشرے کی عورتوں میں وفاداری والا وصف بڑا قابلِ رشک ہے، یہ تو آپ یوروپ و امریکہ جا کر پوچھو، وہاں یہ جنس گراں مایہ آپ کو نہیں ملے گی، وہاں تو یہ چیز بالکل ہی مفقود ہے، اور اب تو وہ برائیاں ہمارے سماج میں بھی آ رہی ہیں، ہمارے یہاں بھی دیکھو گے تو ایسے لوگ آپ کو ملیں گے۔ تو ان کی وفاداری سے اونچی چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس وصف کی خاطر تو سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے، اس کی دوسری ساری کمی کوتاہیوں کو برداشت کیا جا سکتا ہے، اسی لئے عورت کی اس خوبی کو مدِ نظر رکھنے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ بگڑی ہوئی بند گھڑی کا حال مَیں نے پہلے بھی عرض کیا تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانہ میں

حضرت مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جو گھڑی بند پڑی ہے، وہ بھی چوبیس گھنٹے میں دو مرتبہ صحیح وقت بتلاتی ہے، مثلاً نو(۹) بجے بند ہو گئی ہے، تو جب رات کے نو(۹) بجیں گے تو اس میں بھی نو(۹) بتائے گی، اوراسی طرح دن میں بھی ہو گا، تو چوبیس گھنٹے میں دو وقت وہ بھی صحیح وقت بتلاتی ہے۔ اس مثال کا حاصل صرف اتنا ہی ہے کہ کسی بھی چیز کو بالکل بے کار اور مہمل نہ سمجھو، یہ نہ سمجھو کہ اس میں کوئی خوبی ہے ہی نہیں، جس کو تم بالکل بے کار سمجھ رہے ہو؛ اس میں بھی کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہو گی۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانہ میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانہ میں
(اقبال)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْوَصِيَّةُ بِالنِّسَآءِ

عورتوں کے بارے میں تاکید

مجلس (۴)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورتوں کے متعلق نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو تاکید فرمائی ہے اسی کا بیان چل رہا ہے۔ آج ایک روایت پیش کرتے ہیں۔

حدیث ۲۷۶

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ (رضی اللہ عنہ) أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللهَ تعالیٰ وَ أَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ: أَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ ۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن احوص جشمی (رضی اللہ عنہ) سے فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حجۃ الوداع میں فرماتے ہوئے سنا جس میں آپ انے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور لوگوں کو نصیحت بھی فرمائی، آپ نے فرمایا: سنو اور آگاہ ہو جاؤ! عورتوں کے سلسلہ میں میری طرف سے بھلائی اور حسنِ سلوک کی نصیحت قبول کرو، یہ عورتیں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں، اس کے علاوہ اور کسی اور چیز کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ البتہ اگروہ کھلم کھلا کسی فاحشہ کا ارتکاب کریں، اگروہ ایسا کرتی ہیں تو پھر اصلاح کے لئے ان سے بستر الگ کرلو، اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو پھر ان کی ایسی پٹائی بھی کرسکتے ہو جو سخت نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات ماننے لگیں تو پھر آگے کوئی سخت اقدام کرنے کی ضرورت نہیں ہے سنو! تمہارا تمہاری عورتوں پر حق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے آدمی کو آنے نہ دیں جس کے آنے کو تم پسند نہیں کرتے،اور تمہارے گھر میں بھی ایسے آدمی کو آنے نہ دیں جن کا آنا تمہیں گوارا نہیں ہے۔سنو!اوران کا حق تم پر یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے لباس اوران کے کھانے پینے کے معاملہ میں اچھائی اور بھلائی کا سلوک کرو۔

حجۃ الوداع کا مختصر پس منظر

حجۃ الوداع یعنی ۱۰ ؁ھ میں نبی کریم(ﷺ) نے جوحج فرمایاتھااورحج کی فرضیت کے بعد یہی ایک حج نبی کریم(ﷺ) نے کیاہے اورآپ نے پہلے ہی سے اعلان فرمادیاتھا کہ مَیں اس سال حج کرنے والاہوں ،تم لوگ بھی میرے ساتھ چلو،چنانچہ صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد اوربہت بڑامجمع نبی کریم(ﷺ) کے ساتھ حج کے لئے چلا،اور اسی موقع پر آپ نے صحابہ کرام سے یہ بھی فرمایاتھاکہ شاید آئندہ مَیں تم کونہ دیکھ سکوں اورتم سے ملاقات نہ ہوسکے ، گویاآپ نے ایسااندازاختیار فرمایاجیسے کوئی رخصت ہونے والا اور الوداع کہنے والا اختیار کرتاہے،گویا یہ ایک الوداعی پروگرام تھااسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع سے تعبیر کیاجاتاہے۔ گویاآپ کو معلوم تھاکہ اتنابڑامجمع جس کے سامنے مَیں اپنی باتیں پیش کررہاہوں،دوبارہ جمع ہونے والا نہیں ہے،اورپھرایسی باتیں کہنے کادوبارہ موقع ملنے والانہیں ہے۔اس میں آپ انے اپنی امت کو ان کی زندگی میں پیش آنے والی اہم اہم چیزوں کی طرف رہنمائی فرمائی، اور جہاں جہاں آپ کواندیشہ تھاکہ امت کا پاؤں پھسل سکتا ہے،یااس معاملہ میں امت راہِ راست

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے ہٹ سکتی ہے، گمراہی میں مبتلا ہوسکتی ہے؛ ایسے امور کے سلسلہ میں نبی کریم(ﷺ) نے بڑے اہتمام سے رہنمائی فرمائی۔

اس حج میں نبی کریم(ﷺ) نے ایک خطبہ دیا تھا، جو بڑا عظیم الشان ہے، جس میں نبی کریم(ﷺ) نے اپنی امت کو ان خاص خاص چیزوں کی تاکید ووصیت فرمائی تھی جن کے متعلق آپ کو خطرہ تھا کہ امت ان کی وجہ سے فتنوں میں مبتلا ہوسکتی ہے، یا امت کی طرف سے ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی واقع ہوسکتی ہے، ایسی اہم اہم چیزیں ارشاد فرمائی تھیں، اور ایسے موقع پر آدمی اہم چیزوں کو ہی بیان کیا کرتا ہے۔ ویسے تو یہ خطبہ بڑا لمبا ہے، اس میں بہت ساری چیزیں ہیں لیکن حضرات محدثین موضوع کی مناسبت سے اس کے مختلف اجزاء کو اپنی کتابوں میں پیش کرتے ہیں۔

نبی کریم(ﷺ) کو اندیشہ تھا

حضرت عمرو بن احوص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم(ﷺ) نے اپنے اس خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی اور لوگوں کو نصیحت بھی فرمائی۔ چونکہ اس خطبہ میں نبی کریم(ﷺ) نے اور بھی بہت ساری باتیں ارشاد فرمائی تھیں اور راوی ان چیزوں کا تذکرہ چھوڑ رہے ہیں اس لئے انہوں نے اجمالی طور پر کہا ﴿ذَكَّرَ وَوَعَظَ﴾ اور پھر راوی آپ کے خطبہ کے اس اہم جزو کو نقل فرماتے ہیں جس کو اس بیان سے مناسبت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس خطبہ میں نبی کریم (ﷺ) نے عورتوں کے حقوق کے متعلق بڑی اہمیت کے ساتھ امت کو متوجہ کیا، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کا معاملہ بھی ان امور میں سے تھا جن کے متعلق نبی کریم (ﷺ) کو یہ اندیشہ تھا کہ امت کی طرف سے اس کی ادائیگی کے معاملہ میں کوتاہی کا صدور ہوسکتا ہے، اس لئے آپ انے اپنے اس خطبہ میں بڑی اہمیت کے ساتھ جو چیزیں ارشاد فرمائیں ان میں اس کو بھی شامل فرمایا۔

چنانچہ فرمایا ﴿أَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْراً﴾ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے عربی زبان میں لفظ ﴿أَلَا﴾ استعمال کیا جاتا ہے، سنو اور آگاہ ہو جاؤ، عورتوں کے سلسلہ میں میری طرف سے بھلائی اور حسنِ سلوک کی نصیحت قبول کرو، مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھائی کا سلوک کرو۔ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید دوسرے موقعوں پر بھی فرمائی ہے لیکن اس موقع پر بھی نبی کریم (ﷺ) نے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس بات کی وصیت و نصیحت فرمائی۔

عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں

پھر نبی کریم (ﷺ) نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کے واسطے ان کا ایک ایسا عجیب و غریب وصف بیان فرمایا کہ اگر آدمی اس وصف پر غور کرے تو یقیناً کبھی بھی عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے معاملہ میں کوتاہی نہیں کرے گا ﴿فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ﴾ علامہ نوویؒ نے اسی کو فرمایا ہے ﴿عَوَانٍ أَيْ أَسِيْرَا تُجْمَعُ عَانِيَةٍ . شَبَّهَ رَسُوْلُ اللهِ ا اَلْمَرْأَةَ فِيْ دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ بِالْأَسِيْرِ﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

”عَوَانٍ“”عَانِیَۃٌ“ کی جمع ہے، عربی زبان میں ”عَانِیٌ“ قیدی کو کہتے ہیں، اس کا مؤنث ”عَانِیَۃٌ“ ہے، یعنی قیدی عورت ہو تو اس کو ”عَانِیَۃٌ“ کہا جائے گا۔

گویا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) حسنِ سلوک کی جو تاکید فرمارہے ہیں اس میں آپ نے ان کا ایک ایسا وصف بیان کیا کہ آدمی اگر اس وصف کو سوچے تو کبھی اس کے ساتھ زیادتی اور بے انصافی کا معاملہ نہیں کرسکتا، اور وہ وصف بیان کیا ﴿فَإِنَّمَا هُنَّعَوَانٍ عِنْدَكُمْ﴾ یہ عورتیں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں یعنی نکاح کے بعد وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کی حیثیت تمہارے یہاں قیدی جیسی ہوگئی، یہ وہ شخصیت ہے کہ جس نے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کردیا ہے۔

قابلِ غور مضمون

سوچنے کی چیز ہے کہ ایک نادان اور ناتجربہ کار لڑکی جس نے ابھی دنیا نہیں دیکھی ہے اس کی پیدائش گھر میں اپنے ماں باپ کے یہاں ہوئی، وہیں پلی بڑھی، وہیں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی، وہیں اپنے بھائی بہنوں میں، رشتہ داروں اور سہیلیوں میں پروان چڑھی، اپنے ملنے والوں میں بڑے آرام وراحت سے زندگی گذار رہی تھی، جب عمر کی اس منزل میں پہنچی جس میں عورت کو نکاح کے بعد خاوند کے حوالہ کیا جاتا ہے، اس وقت اس کے ماں باپ نے اس کا رشتہ تمہارے ساتھ طے کرکے نکاح کرکے تمہارے حوالہ کردیا، اب تمہارے یہاں اس کے لئے بالکل اجنبی ماحول ہے، اس نے بالکل اجنبی گھر میں ایک اجنبی شخص کے حوالہ اپنے آپ کو کردیا ہے۔ ہم اگر کسی اجنبی ماحول میں ایک دو دن کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور اجنبی لوگوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے واسطہ پڑتا ہے، تو وہاں ہم پر جو کچھ گذرتی ہے اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیسی مشقت اور تکلیفیں لاحق ہوتی ہیں اور اس کی وجہ سے کیسی مصیبتوں میں گرفتار ہونا پڑتا ہے۔ لیکن یہ عورت زندگی بھر کے لئے اپنے اصلی ماحول کو چھوڑ کر آئی ہے۔ غور کیجئے کہ اس نے کتنی بڑی قربانی دی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر عورت کی صرف اسی ایک قربانی پر غور کرے تو کبھی بھی اس کے ساتھ ناروا سلوک نہیں کرے گا۔ اس نے اپنی ماں کو چھوڑا، باپ کو چھوڑا، اپنے اُس گھر کو چھوڑا؛ جہاں پیدا ہوئی، پلی بڑھی، اپنے بھائی بہنوں کو چھوڑا، اگر دادا دادی، نانا نانی ہیں؛ تو ان کو چھوڑا، دوسرے تمام رشتہ داروں کو چھوڑا، اپنے بچپن کی سہیلیوں کو چھوڑا۔

اپنے گھر سے کس کو تعلق نہیں ہوتا؟

اپنے وطن اور پیدائش والے گھر کے ساتھ کس کو تعلق نہیں ہوتا؟ ہم لوگ اپنی عمر کی جس منزل میں ہیں، وہاں پہنچنے کے بعد بھی اگر ہم وطن سے دور ہو جائیں تو کچھ دنوں تک تو ہو سکتا ہے کہ صبر و تحمل سے کام لیں، لیکن ایک وقت آتا ہے کہ آدمی کو وطن کی یاد آتی ہی ہے.

ہجرت کے موقعہ پر جب صحابہ کرام ؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کی آب و ہوا ٹھنڈی ہونے کی وجہ سے باہر کا کوئی آدمی جب وہاں جاتا تھا تو وہ ایک مخصوص قسم کے بخار میں مبتلا ہو جاتا تھا، یہ حضرات بھی وہاں جانے کے بعد اسی بیماری میں مبتلا ہوئے، ان بیمار ہونے والوں میں حضرت ابو بکر صدیق ﴿رضی اللہ عنہ﴾ اور حضرت بلال ﴿رضی اللہ عنہ﴾ بھی تھے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بخاری شریف میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت موجود ہے کہ جب مَیں اپنے والدحضرت ابوبکر کی عیادت کے لئے اور تیارداری کے لئے پہنچی تووہ مکہ مکرمہ کی یاداور فراق میں اشعار پڑھ رہے تھے،اسی طرح حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کودیکھا کہ وہ بھی مکہ مکرمہ کی یادمیں اشعارپڑھ رہے ہیں (بخاری شریف،۳۹۲۶)معلوم ہوا کہ اپنے وطن اور گھر کی یادفطری چیز ہے۔

...تو ہمارے دل پر کیاگذرے گی؟

اب یہ لڑکی جواپنے والدین کے یہاں سے سب چھوڑچھاڑکر،سب کچھ قربان کرکے رخصت ہوکرآپ کے یہاں آگئی،آخرکس بنیادپر؟حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اگرہم سے یہ کہاجائے کہ تمہارانکاح ہونے والاہے اورنکاح کے بعد آپ کواپنے ماں باپ، بھائی بہن اوراپناگھرجس میں آپ پیداہوئے،پلے بڑھے اور پروان چڑھے،اس سب کو چھوڑکردوسرے گھر منتقل ہوناہے اورہمیشہ کے لئے وہیں کا ہوکررہناہے،توسوچو!ہمارے دل پر کیاگذرے گی؟

ہمارے لئے بہت بڑا سبق ہے

اللہ تعالیٰ نے شریعتِ مطہرہ کے ذریعہ سے نکاح کے واسطے جوطریقہ مقررفرمایا ہے اس میں صرف دوبول رکھے ہیں،ایک طرف سے کہاجاتاہے کہ نکاح میں دیا، دوسری طرف سے اس کومنظوررکھاجاتاہے کہ قبول کیا۔چاہے پہلے لڑکی کی طرف سے کہاجائے، اورلڑکا جواب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں قبول کرے، یا پہلے لڑکا کہے اور جواب میں لڑکی قبول کرے۔ پہلا جو جملہ بولا جاتا ہے اس کو فقہاء کے یہاں ایجاب کہتے ہیں اور جواب میں جو جملہ بولا جاتا ہے اس کو قبول سے تعبیر کرتے ہیں۔ خیر! ان دو بولوں کی اس صنفِ نازک اور ایک کمزور و نادان لڑکی نے اتنی لاج رکھ لی کہ اپنا سب کچھ قربان کر کے وہ آپ کی ہو کر رہ گئی۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اس میں ہم لوگوں کے لئے بہت بڑا درس اور سبق ہے کہ ایک کمزور مخلوق ان دو بولوں کا اتنا خیال، اتنا لحاظ اور اتنی رعایت کرتی ہے کہ اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے اور آپ کی بن جاتی ہے، اور ہم بھی دو بول کہتے ہیں ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور نبی کریم (ﷺ) کی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں؛ اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم (ﷺ) کے طریقوں کو اپنانے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، اُن دو بولوں کی خاطر جو قربانی اُس لڑکی نے دی، کیا اِن دو بولوں کی خاطر ایسی قربانی ہم دیتے ہیں؟

کوئی بھی اس کا حمایتی نہیں

اور واقعہ یہ ہے کہ عورت کی حیثیت شوہر کے یہاں قیدی کی سی ہے، نبی کریم (ﷺ) نے بہت عمدہ تعبیر فرمائی ہے، آپ اسے زیادہ بلیغ اور کون ہوسکتا ہے۔ ایسی عمدہ تعبیر ہے کہ عورتوں کی اس حیثیت کو جو شوہر کے یہاں ہے، اس سے اچھے انداز میں پیش نہیں کیا جاسکتا ﴿فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ﴾ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ اور پھر کمال تو یہ ہے کہ اس کا کوئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سپورٹر(Supporter) بھی نہیں ہے یعنی اگراس کے ساتھ شوہر کی طرف سے،ساس کی طرف سے خسر کی طرف سے،نند کی طرف سے،دیور کی طرف سے،جیٹھ کی طرف سے،اور اگرگھر میں دوسرے افراد موجود ہیں جیسے دادی ساس، دادا خسر،نانی ساس،نانا خسر وغیرہ جتنا بڑا کنبہ ہوگا اسی مناسبت سے افراد بھی بڑھتے جائیں گے؛ ان میں سے کسی کی طرف سے کوئی زیادتی،کوئی طعن و تشنیع یا اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوجائے تو اس کا کون ہے؟ کوئی بھی اس کا حمایتی نہیں ہے، حضور اکرم(ﷺ) یہ جملہ ارشاد فرماکر عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمارہے ہیں کہ جیسے قیدی کے ساتھ حسنِ سلوک کیاجاتاہے،اسی طرح آپ بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کامعاملہ کیجیے۔

نکاح سے صرف ملکِ متعہ حاصل ہوتی ہے

اب آگے ایک اہم سوال ہے کہ شوہر جب نکاح کرکے بیوی کو اپنے گھر میں لاتا ہے تو اس کو اس نکاح کے نتیجہ میں بیوی کے اوپر کتنا اختیار اور کتنی (ملکیت)حاصل ہوتی ہے؟یہ بہت اہم سوال ہے۔تو حضور(ﷺ) فرماتے ہیں﴿لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئاً غَيْرَ ذٰلِكَ﴾نبی کریم(ﷺ) نے یہ بھی عجیب بات ارشاد فرمائی ہے کہ یہ تمہارے گھر میں رہے، باہر نہ جائے؛بس!اس کے علاوہ اور کسی چیز کے تم مالک نہیں ہو۔مطلب یہ ہے کہ نکاح جس مقصد کے لئے کیاگیا ہے وہ یہ ہے کہ شوہر اپنی فطری ضرورت پوری کرے، توالد وتناسل،اولاد کی پیدائش کا سلسلہ جاری رہے،شریعت نے نکاح کو صرف اسی لئے مشروع کیاہے۔نکاح کا یہی ایک مقصد ”عورت سے

استمتاع“ ہے،اس نکاح کے ذریعہ سے شوہر کو عورت سے صحبت، مجامعت اور وطی کرکے فائدہ اٹھانے کا اختیار شریعت نے دیا ہے۔چنانچہ فقہاء اسی کو ایک خاص لفظ ”ملکِ متعہ“ سے تعبیر کرتے ہیں ۔ ”متعہ “فائدہ اٹھانے کی چیز کو کہا جاتا ہے۔گویا ایک مخصوص قسم کا فائدہ صحبت، مجامعت اور وطی کرکے ایک مرد عورت سے حاصل کرتا ہے،صرف اور صرف اسی ایک مقصد کو حاصل کرنے کے لئے شریعت نے نکاح کو مشروع کیا ہے۔چنانچہ تمام کتب فقہ اٹھاکر آپ دیکھ لیجیے کہ نکاح کے نتیجہ میں شوہر کو عورت کے اوپر جو ملکیت و اختیار حاصل ہوتا ہے،تو وہ کون سی ملکیت ہے؟یہی فائدہ اٹھانے کی ملکیت ملتی ہے۔

کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے

پہلے زمانہ میں باندیاں بھی ہوا کرتی تھیں ،کوئی اس کو خرید کر لاتا تو اس کو”ملکِ رقبہ“ کہا جاتا تھا یعنی آقا اس کی ذات کا مالک ہوا کرتا تھا اور اس کے اختیارات تو بہت ہوتے تھے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے۔یہ تو ایک آزاد عورت ہے۔جب نکاح کرکے اس کو اپنے یہاں لائے تو اس نکاح کے نتیجہ میں آپ کو اس پر شریعت نے صرف اور صرف اتنا ہی اختیار دیا کہ آپ اس سے فائدہ اٹھانے کے مالک بنے؛اسی کو”ملکِ متعہ“کہتے ہیں۔چونکہ یہ فائدہ اٹھانے کے لئے اس کی طبیعت چوبیس گھنٹے میں کسی بھی وقت آمادہ ہوسکتی ہے، اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے،معلوم نہیں طبیعت میں کب انتشار پیدا ہو اور کب عورت کی طرف رجحان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ومیلان پیدا ہو اور یہ فائدہ اٹھانے کی کب ضرورت پیش آجائے؛ اس لئے عورت کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ چوبیس گھنٹے تم کو گھر میں ہی رہنا ہے۔

نفل روزہ کے لئے شوہر کی اجازت لازم ہے

اور جس مقصد کے لئے یہ نکاح کیا گیا ہے اس کی شریعت نے اتنی رعایت کی کہ شوہر کہیں سفر پر نہیں ہے اُس زمانہ میں عورت اگر نفل روزہ رکھنا چاہتی ہے تو حدیث ِپاک میں آتا ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہیں رکھ سکتی،اس کو پہلے سے پرمشن (Permission)لینی پڑے گی،پہلے شوہر سے پوچھ لے کہ کل روزہ رکھنے کا میرا ارادہ ہے رکھوں؟شوہر کہے کہ ٹھیک ہے،رکھ سکتی ہو؛تو روزہ رکھے۔شوہر کی اجازت کے بغیر اس کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔اگر شوہر کو اطلاع کردی اور اس نے خاموشی اختیار کی اور اس کا وطیرہ اور انداز ایسا ہے کہ خاموشی بھی اجازت سمجھی جاتی ہے؛ تو اس کی خاموشی بھی اسی حکم میں شمار ہوگی۔تو دیکھو!اگر شوہر نے کہا کہ مجھے صحبت کی ضرورت ہے اور وہ کہے کہ میرا تو روزہ ہے،تو رکاوٹ آجائے گی،اس لئے شریعت نے نفل روزہ کے لئے شوہر کی اجازت کو لازم قرار دیا ہے، کیونکہ روزہ کی وجہ سے شوہر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چاہے روٹی جل جائے

اور عورت کو چوبیس گھنٹے گھر میں رہنے کا جو پابند بنایا ہے اس کی بھی وجہ دراصل یہی ہے کہ شوہر کا جب جی چاہے اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور شوہر کا سب سے بڑا حق یہی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر عورت گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی، اس لئے کہ اگر وہ باہر گئی اور ادھر شوہر کو ضرورت پیش آئی تو؟ اس لئے شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جاسکتی۔

بلکہ شوہر کی اس ضرورت کا اتنا لحاظ کیا گیا کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ عورت روٹی پکا رہی ہے اور روٹی توے پر ڈال دی ہے اور شوہر کو ضرورت پیش آئی اور اس نے مطالبہ کیا تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اس بات کی پرواہ مت کرو کہ روٹی جل جائے گی، پہلے شوہر کی ضرورت پوری کرو۔ (المعجم الکبیر، ۸۲۴۰)

غیر اسلامی معاشرہ اور رسموں کی تباہی

شریعت کی نگاہ میں عفت وعصمت اور پاکدامنی کا بہت زیادہ اہتمام ہے۔ ہمارے ماحول میں غیر اسلامی رسمیں گھس جانے اور غیر اسلامی معاشرتی آداب جو خود ہم نے گھڑ رکھے ہیں ان کی وجہ سے ہم لوگوں کو یہ باتیں قابلِ تعجب معلوم ہوتی ہیں جیسے ماں باپ گھر میں ہوں تو بیوی سے کیسے صحبت کی جاسکتی ہے۔ بہت سی جگہ پر تو۔جہاں مشترک فیملی والا بڑا خاندان ہوتا ہے۔ بیچارہ شوہر کئی دن تک ترس کر رہ جاتا ہے، اس کو ملاقات کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اب آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہی بتلایئے کہ اس آدمی کی جب ضرورت پوری نہیں ہوگی تو آخر اس کے لئے وہ کوئی نہ کوئی راستہ تو تلاش کرے گا ہی۔شریعت نے نکاح کے بعد اپنے لئے کم سے کم ایک الگ کمرہ ہونے کا کہا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جب اس کے دل میں تقاضہ پیدا ہو تو وہ اپنی ضرورت پوری کرسکے اور بیوی کو بھی پابند بنایا کہ تم کو اسی لئے اس کے یہاں بھیجا ہے۔

اوراگر وہ عورت اپنی طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے،بیماری کی وجہ سے،یا (Health) کی وجہ سے اس کی متحمل نہیں ہے،اورآدمی کی طبیعت میں قوت زیادہ ہے تو اسی کی رعایت کرتے ہوئے شریعت نے مزید دو، تین،چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے؛ لیکن زنا کی کسی بھی حال میں اجازت نہیں دی،اس کو بالکل حرام قرار دیا ہے۔

سماج کی خطرناک صورتِ حال

آج ہمارے سماج ومعاشرہ میں لوگوں نے دوسرا نکاح کرنا عیب بنا رکھا ہے، حالانکہ وہی آدمی برائیوں میں ،بدکاریوں میں ،زناکاریوں میں مبتلا ہے،گھر والے سب جانتے ہیں ، خاندان والوں کو معلوم ہے،بیٹے بڑے ہوچکے ہیں ،ان کو بھی معلوم ہے کہ باپ بدراہی پر آچکا ہے، لیکن اگر بیٹوں سے بھی کہتے ہیں کہ والد صاحب کی دوسری شادی کرادو؛تو وہ منع کریں گے۔کیوں؟اس لئے کہ نئی بیوی آئے گی تو املاک کے اندر حصہ دینا پڑے گا۔ہمارا ذہن کہاں جاتا ہے،اللہ کی پناہ۔بات تو اصل اتنی ہی ہے اورکچھ نہیں۔اس کے نتیجہ میں کہاں کہاں کیا کیا ہورہا ہے۔وہ عورت بھی نادان ہے، وہ خود تو اپنی کمزوری،اپنی بیماری اوراپنی عمر کے تقاضہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی وجہ سے حق ادا کرنے سے قاصر ہے،اس کے باوجود اجازت نہیں دیتی،حالانکہ اس کی اجازت شریعت نے ضروری نہیں رکھی ہے۔اصل مسئلہ تو یہی ہے، لیکن پھر بھی وہ رکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں کرتی ہے، پھر اگر شوہر دوسری راہ تلاش کر لے اور پتہ چلے تو اس کو مان لے گی،یہ اس کو گوارہ ہے، اس پر خاموشی اختیار کر لے گی۔ہم تو چونکہ دارالافتاء لے کر بیٹھے ہیں اس لئے ہمارے پاس تو ایسے بے شمار کیس آتے ہیں۔

بلکہ مَیں آپ کو بتاؤں کہ اب تو یہاں تک ہو گیا ہے کہ مثلاً خوش حال گھرانہ ہے، شوہر کو اللہ تعالیٰ نے مال وثروت دے رکھا ہے،اس کو خیال آتا ہے کہ مَیں دوسری بیوی کو نبھا سکوں گا،اب جیسے ہی بیوی کو یہ اندیشہ ہوتا ہے تو وہ کام کاج کے لئے نوجوان اور پُرکشش نوکرانی رکھتی ہے اور اس کو خوب پیسے دیتی ہے اور پھر صبح کے وقت اس سے کہتی ہے کہ جاؤ! بھائی کو اٹھا کر آؤ۔بیوی جانتی ہے کہ یہ وہاں جائے گی تو کیا ہونے والا ہے، لیکن کچھ بھی نہیں ہمارے سماج میں ایسے قصے ہو رہے ہیں اور ہمارے پاس تو آتے ہیں۔یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟

صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں

شریعت نے جو یہ کہا ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتی؛ یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔اور شریعت نے شوہر کی اس ضرورت کو پورا کرنے کا اتنا زیادہ اہتمام کرایا کہ حدیثِ پاک میں یہاں تک آتا ہے کہ اگر شوہر نے عورت کو اپنی ضرورت پوری کرنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے لئے بلایالیکن وہ نہیں آئی اورشوہراس کی وجہ سے صبح تک ناراض رہا؛توایسی عورت پرفرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔(بخاری شریف،۳۲۳۷)کتناسخت ارشاد ہے!!

اوربھی سن لیجیے۔تین آدمی ایسے ہیں جن کی نمازقبولیت کے لئے ان کے سرسے اوپر نہیں جاتی،ان میں ایک وہ عورت بھی ہے جس کاشوہر اس سے ناراض ہو(مصنف بن ابی شیبہ،۴۱۰۹) ایسی بے شمار احادیث ونصوص آخرکیوں بیان کئے گئے ہیں؟آپ صرف اس کے ظاہری اسباب کونہ دیکھئے، دراصل آدمی کی پاک دامنی اورعفت وعصمت کی حفاظت کے لئے شریعت نے ایک نظام بنایاہے،اورشریعت یہ چاہتی ہے کہ اس نظام میں ذرہ برابررخنہ اندازی نہیں ہونی چاہیے،اگررخنہ پڑا تو پھرسب معاملہ گڑبڑہوجائے گا۔

زناکی سزااتنی سخت کیوں؟

اسی لئے عفت وعصمت کی خلاف ورزی پرسخت سے سخت سزائیں مقررکی ہیں مثلاً کوئی آدمی زناکرلے،تواگرشادی نہیں ہوئی ہے توسوکوڑے مارے جائیں گے، اور اگرشادی شدہ ہے اورزناکرے،توپتھرمارمارکرختم کردیاجائے گاکہ شادی ہوگئی ہے اور اس کے بعدبھی ایسا کیا؟ یعنی تیرے لئے تواس گناہ کاکوئی امکان ہی نہیں تھا،تیری ضرورت پوری کرنے کے لئے تو جگہ موجودتھی،اس کے باوجودتونے ایسا کیوں کیا؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

’’ملکِ متعہ‘‘ کا مطلب

بہر حال! مَیں تو یہ عرض کررہا تھا کہ نکاح کے نتیجہ میں شوہر فقط اس سے فائدہ اٹھانے کا مالک ہوتا ہے۔ جہاں مسئلے بتلائے جاتے ہیں وہاں اسی کو فقہاء ’’ملکِ متعہ‘‘ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب مصیبت تو یہ ہے کہ ہمارے پڑھنے والے طلبہ بھی لفظ ’’متعہ‘‘ کا حقیقی مطلب نہیں سمجھتے، پتہ نہیں کیا سے کیا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ’’متعہ‘‘ کا مطلب تو صرف اتنا ہی ہے کہ فائدہ اٹھانے کی چیز۔ اور فائدہ اٹھانے کا جو حق دیا گیا اسی کو ’’ملکِ متعہ‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور نکاح اسی لئے کیا جاتا ہے۔

نکاح کیوں کروایا جاتا ہے؟

اب ہمارے سماج میں اس کے علاوہ دوسرے مقاصد کیا ہیں وہ بھی دیکھئے۔ مثلاً نکاح اس واسطے کررہے ہیں کہ گھر میں کوئی کام کرنے والی نہیں ہے، اس لئے بیٹے کا نکاح جلدی کرادو، نکاح کراتے وقت ہی یہ جذبہ کارفرما ہے۔ خیر! وہ بھی ضمناً ہو، اور دونوں طرف سے تعاون ہو؛ تو کوئی گناہ بھی نہیں ہے، لیکن بعض ماں باپ اسی لئے نکاح کرواکر لاتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا نامرد ہے، پہلے بھی ایک شادی ہوچکی تھی، عورت کے حق ادا کرنے کی اس میں طاقت ہی نہیں ہے، ڈاکٹروں سے معاینہ کروایا جاچکا ہے، تمام ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر رپورٹ دے دی ہے کہ وہ عورت کا حق ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، پھر بھی یہ چیز لڑکی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

والوں سے چھپاکر نکاح کروادیتے ہیں،اس کے بعد کتنے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں؛یہ ہم اورآپ سب جانتے ہیں،جس کی تفصیل میں جانے کی اس وقت ضرورت نہیں ہے۔حالانکہ شریعت نے نکاح توعفت وپاکدامنی کے لئے رکھاتھا،لیکن ایسانکاح تو زناکادروازہ کھولتا ہے، اور ایسے واقعات ہورہے ہیں،اس لئے مَیں بہت واضح طورپر یہ بات پیش کررہاہوں۔ لٰہذااماں باپ کو اس طرف بھی خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو صحیح سمجھ عطافرمائے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْوَصِيَّةُ بِالنِّسَآءِ

عورتوں کے بارے میں تاکید

مجلس (۵)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورتوں کے متعلق نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو تاکید فرمائی ہے اسی کا بیان چل رہاہے، اس سلسلہ میں کچھ باتیں گذرچکی ہیں آج اس سے آگے کچھ اور باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

کھاناپکانا عورت کے ذمہ نہیں

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایاکہ سنو!عورتوں کے سلسلہ میں میری طرف سے بھلائی اورحسنِ سلوک کی نصیحت قبول کرو،اس لئے کہ وہ تمہارے ماتحت قیدی کی حیثیت سے ہیں۔

پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں ﴿لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئاً غَيْرَ ذٰلِكَ﴾ یہ تمہاری ماتحتی میں ہیں، اور ایک مرد ایک عورت سے جو فائدہ اٹھاتاہے اسی کے لئے نکاح ہواہے، بس!اس کے علاوہ اور کوئی اختیار تم کو ان پر حاصل نہیں ہے۔

فقہاء اور شراحِ حدیث نے اس جملہ کی جو تشریح کی ہے،مردوں کے مجمع میں جب اس کو بیان کیاجاتاہے تومردوں کے تیوربدل جاتے ہیں۔حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ وہ تمہاری ماتحتی میں ہیں اورایک مرد عورت سے جوفائدہ اٹھاتاہے وہ تم اس سے اٹھاسکتے ہواوراسی لئے اس کوگھرمیں رہنے کا پابند کیاگیاہے،بس!یہ اس کی ذمہ داری ہے،باقی اس کے علاوہ اس کے متعلق جوکچھ سمجھاجاتاہے ،ایسی کوئی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی،یہاں تک کہ کھانا پکانے کی ذمہ داری بھی شرعاًعورت کی نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عورتیں دو طرح کی ہوتی ہیں

ویسے فقہاء نے لکھاہے کہ دو قسم کی عورتیں ہیں،ایک تو وہ عورت ہے جو بیوی بن کر آپ کے گھر میں آئی اس سے پہلے اپنے گھر میں جہاں رہتی تھی وہاں بھی کھانا پکایا نہیں کرتی تھی بلکہ اس کے ماں باپ کے یہاں اس کو پکاپکایا کھانا ملا کرتا تھا؛تو اس صورت میں شوہر پر دیانۃً یعنی فیمابینہ وبین اللہ اور قضاءً یعنی فیمابینہ وبین الناس یہ لازم ہے کہ پکا پکایا کھانا لا کر مہیا کرے،اگر شوہر عدالت میں جائے گا تو وہاں سے بھی یہی حکم دیا جائے گا کہ اس عورت کو پکا پکایا تیار کھانا لا کر دیا کرو،اور عورت اس کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

آپ لوگ کہیں گے کہ عورتوں تک آواز جارہی ہے اور وہ سن رہی ہیں،اب تو ہمارے لئے مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔

ہمارے ایک دوست پوچھ رہے تھے کہ اتوار کا دن آتا ہے تو بیوی کہہ دیتی ہے کہ آج تو مَیں کھانا نہیں پکاؤں گی،باہر سے تیار کھانا منگوادو؛اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟ مَیں کیا کروں؟ مَیں نے کہا کہ وہ صرف ایک دن کہتی ہے یہی غنیمت ہے، شکر ادا کرو، اگر آج کا بیان سن لے گی تو پتہ نہیں وہ کیا کہے گی۔

خیر!فقہاء نے لکھاہے کہ اگر وہ پکاپکایا کھانے کا مطالبہ کرے تو اس کے لئے وہ مہیا کیا جائے گا، آپ کا اور آپ کے بچوں کا کھانا پکانے کی بھی ذمہ داری اس کی نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تب صرف اپنا کھانا پکائے گی

اور دوسری عورت وہ ہے کہ جو اپنے ماں باپ کے یہاں تھی تو کھانا خود پکایا کرتی تھی تو اس صورت میں بھی قضاءً یعنی فیمابینہ وبین الناس پکانے کی ذمہ داری اس کی نہیں ہے، یعنی عدالت کے ذریعہ حکم صادر کرواکر تو یہ کام اس سے کروایا نہیں جاسکتا، ہاں! دیانۃً یعنی فیمابینہ وبین اللہ اور اخلاقی اعتبار سے وہ کھانا پکائے گی، لیکن وہ بھی صرف اپنا ہی، کہ آپ کچا سامان لاکر اس کو دے دو کہ اپنا کھانا پکاکر کھالو۔ یہاں بھی آپ کا اور بچوں کا کھانا پکانے کی ذمہ داری اس کی نہیں ہے۔

ساس خسر کی خدمت عورت پر فرض نہیں

لیکن ہمارے سماج میں تو گویا سارے حقوق کی بنیاد ہی یہ سمجھی جاتی ہے، جو ہم اپنے طور پر سمجھ رہے ہیں۔ اگر کھانے میں نمک بھی کم ہوگیا تو پیالہ اٹھاکر ماردیں گے گویا یہ اس کی طرف سے بہت بڑی کوتاہی ہے، حالانکہ اس نے کھانا پکاکر دیا یہی اس کا بڑا احسان ہے۔ اسی طرح دوسری خدمتیں ہیں، یہی حال شوہر کے ماں باپ یعنی ساس سسر کی خدمت کا ہے۔

ہمارے معاشرے وسماج میں تو مزاج یہ بنا ہوا ہے کہ شوہر کے ماں باپ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ اپنے شوہر کی خدمت کرے یا نہ کرے؛ ہماری خدمت تو اس کو کرنی ہی ہے، اس پر ہمارا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حق اس کے شوہر سے بھی زیادہ ہے۔حالانکہ کتابوں میں صاف لکھاہے کہ وہ توشوہر کے ماں باپ ہیں ،ان کی خدمت کی ذمہ داری توشوہر کی ہے،اگروہ بیمار بھی ہیں تو شوہر کے لئے ضروری ہے کہ ان کی خدمت کرے،اگر یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اخلاقاً شوہر کے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرتی ہے اور ان کی خدمت کرتی ہے تو شوہرکو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اس کا احسان ہے۔ہمارے یہاں معاشرہ سماج و سوسائٹی میں ساس بہوکے اورنند بھاوج کے جو جھگڑے ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت سارے گھر برباد ہوجاتے ہیں؛وہ اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔حالانکہ کتابوں میں یہ مسئلہ صاف لکھاہے کہ شوہر کے ماں باپ بیمار بھی ہوں توان کی خدمت کی ذمہ داری شوہر کی ہے،وہ اگر نہیں کرسکتاتواس کے لئے ملازم کا انتظام کرے،اگرماں کامعاملہ ہے تونوکرانی اورخادمہ رکھ دے؛لیکن شوہراپنی بیوی پر جبر نہیں کرسکتا۔ہاں! اگروہ خوشی سے یہ سمجھ کر کہ شوہرکاکام ہے،اوراس کے ماں باپ کی بھی خدمت کرنی چاہیے،اورگھرکاماحول بھی درست رہے،اس لئے اخلاقی ذمہ داری سمجھتے ہوئے شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کامعاملہ کرتی ہے تودوسری بات ہے اور یہ اس کا بڑا احسان ہے۔لیکن ہمارے معاشرے میں بیوی یہ سب کام کرتی ہے پھربھی کبھی اس کااحسان نہیں سمجھاجاتا، شوہر کے دل میں یااس کے ماں باپ کے دل میں یاشوہر کے بھائی بہنوں کے دل میں بھولے سے بھی کبھی یہ خیال نہیں آتاکہ یہ سب کام جوکررہی ہے وہ اس کااحسان ہے بلکہ وہ لوگ تویوں سمجھتے ہیں کہ یہ اس کافریضہ ہے،اس میں اس نے کون سی دھاڑماردی؟اور کون ساکمال کردیا؟حالانکہ یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) کاواقعہ

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق مولانامفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے لکھاہے کہ وہ ایک قصہ بیان کیاکرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے ان کی دعوت کی،وہ حضرت سے بیعت تھے اوران کی گھروالی بھی حضرت سے بیعت تھی،آپ وہاں کھانے کے لئے تشریف لے گئے،آپ کی عادت تھی کہ کھانے کے بعد گھروالوں کاشکریہ اداکیاکرتے تھے کہ آپ نے کھاناپکایا،ماشاء اللہ بڑا لذیذاوراچھاپکاتھا۔جب کھانے سے فارغ ہوکرجانے لگے توچونکہ گھروالی بھی بیعت تھی اس لئے پردہ کے پیچھے سے اس نے سلام کیا،حضرت نے سلام کاجواب دینے کے بعد شکریہ کے کلمات کہے کہ آپ نے کھانابڑاعمدہ پکایا،بہت پسند آیا (اور ایساکہنا چاہیے تاکہ ان کاحوصلہ بڑھے اوردلجوئی بھی ہوجائے)حضرت ڈاکٹرصاحب کے اس کہنے پراندرسے رونے اورسسکیوں کی آوازآئی توحضرت فرماتے ہیں کہ میں گھبراگیاکہ پتہ نہیں کیابات ہوئی،کیامیری طرف سے کوئی ایسی چیزپیش آئی۔مَیں نے کہاکہ کیا میری طرف سے کوئی تکلیف پیش آئی؟اندرسے کہاکہ نہیں حضرت!یہ جوآپ کے ساتھ کھڑے ہیں نا،چالیس سال سے کھاناپکاکران کوکھلارہی ہوں، ایک دن بھی انہوں نے یہ جملہ نہیں کہاکہ تم نے کھانابہت اچھاپکایا،آج آپ کی توہم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے پہلی مرتبہ دعوت کی اور آپ یہ کہہ رہے ہیں؛اس لئے میرا جی بھر آیا۔اور حضرت فرماتے ہیں کہ جو آدمی اپنا حق سمجھے گا وہ کبھی شکریہ کی بات نہیں کرے گا،اور جو آدمی یہ سمجھے گا کہ اس کا احسان ہے؛ وہ البتہ ممنون ہوگا۔اور واقعہ بھی یہی ہے۔

دنیا میں جنت کی حوریں

حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ہمارے ہندوستان و پاکستان اور ایشیائی ممالک کی عورتیں تو جنت کی حوریں ہیں،یہ ہماری خدمت کرتی ہیں اور شوہر جب تک گھر آکر کھانا نہیں کھالیتا وہاں تک یہ بے چاری کھانا تک کھانے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ جب تک شوہر کو کھلا نہیں دیتی وہاں تک حلق سے ایک لقمہ نہیں اتارتی۔یوروپین ممالک کی اقوام میں میاں بیوی کے جو تعلقات ہیں اور وہاں آپس کے جو معاملات ہوتے ہیں، ان سے آپ واقفیت حاصل کریں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا۔اور اب تو یہ چیزیں دھیرے دھیرے ہماری طرف بھی آتی جارہی ہیں۔اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ جب بیوی آپ کی خدمتیں کرتی ہے تو آپ کو اس کا احسان بھی ماننا چاہیے اور اس احسان کے مطابق ان کے ساتھ سلوک بھی کرنا چاہیے لیکن ہمارے معاشرہ میں ایسا نہیں ہوتا،اسی کے نتیجہ میں گھر برباد ہوتے ہیں۔ اسی کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمارہے ہیں ﴿لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئاً غَيْرَ ذٰلِكَ﴾ عورت پر تم کو اس کے علاوہ اور کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ شوہر کا حق ہے

لیکن جہاں مردوں کے لئے یہ ہدایات ہیں؛وہیں عورتوں کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکل نہیں سکتیں۔یعنی محلہ میں کسی کے یہاں تھوڑی دیر کے لئے بھی جانا ہو،تب بھی اس کے لئے شوہر کی اجازت لینا ضروری ہے، شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا عورت کے لئے کسی حال میں بھی درست نہیں ہے،یہ شوہر کا حق ہے اس میں بھی کوتاہیاں ہوتی ہیں۔اِدھر ہوتی ہیں تو اُدھر بھی ہورہی ہیں۔ہمارے سماج میں عورتیں شوہر سے اجازت لینے کو ضروری ہی نہیں سمجھتیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کا سبق آموز عمل

بخاری شریف میں روایت موجود ہے،حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر تہمت والا واقعہ جب پیش آیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہورہا تھا،ایک مہینہ تک حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیمار تھیں اس وجہ سے ان کو اس بات کا پتہ ہی نہیں تھا کہ ان کے متعلق باہر ایسی باتیں ہورہی ہیں، ایک مرتبہ وہ قضائے حاجت کیلئے جارہی تھیں، حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی خالہ زاد بہن حضرت ام مسطح (رضی اللہ عنہا) ساتھ تھیں،راستہ میں ان کو ٹھوکر لگی تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت مسطح کے لئے کچھ بددعائیہ کلمات استعمال کئے،حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کو ٹوکا کہ ایسا مت کہو۔اس پر انہوں نے کہا کہ تمہاری وجہ سے تو مَیں ان کو بددعا دے رہی ہوں۔پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تمہیں معلوم نہیں؟ اور پھر انہوں نے پورا قصہ سنایا کہ تمہارے متعلق لوگ ایسی باتیں کررہے ہیں۔حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فوراً گھر واپس لوٹیں اورانہوں نے جوبات کہی تھی اس کے متعلق معلوم کرناچاہتی تھی کہ کیا واقعۃً لوگوں میں ایسی باتیں ہورہی ہیں یا نہیں؟حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) گھرمیں تشریف لائے تومَیں نے اجازت چاہی کہ اگرآپ اجازت دیں تومَیں اپنے ماں باپ کے گھرجاؤں (بخاری شریف،۳۹۱۰)حالانکہ جولوگ مسجدِ نبوی گئے ہیں،وہ جانتے ہیں کہ خوخہ ٔابوبکر مسجد کے اُس کنارے پرہے اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کاحجرہ مسجد کے اِس کنارے پرہے،گویانبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان سے حضرت ابوبکرکا مکان اتناہی دورتھا جتنا یہ جماعت خانہ اِدھرسے اُدھرہے۔بس اتناہی دورجاناتھا اور صرف یہی معلوم کرناتھاکہ واقعۃًلوگوں میں ایسی باتیں ہورہی ہیں یانہیں،اورنبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنے سے پہلے ہی چند منٹ میں معلوم کرکے آسکتی تھیں،لیکن وہ نہیں گئیں، چونکہ شریعت کایہی حکم ہے کہ شوہرکی اجازت کے بغیرعورت گھرسے باہرقدم نہیں رکھ سکتی،اوریہ شوہرکاحق ہے لیکن اس میں عورتوں کی طرف سے بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔

اگر بیوی کھلی نافرمانی کرے...

بہرحال!نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ تمہیں ان پراس کے علاوہ اورکوئی اختیار حاصل نہیں ہے﴿اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ﴾البتہ اگروہ کھلّم کھلاّکسی فاحشہ کا ارتکاب کریں۔”فاحشہ کا ارتکاب“سے کیامرادہے؟بعضوں نے کہاکہ زناکا ارتکاب کرے،یاشوہرکی نافرمانی میں مبتلا ہو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ اگر وہ ایسا کرتی ہیں کہ شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں تو پھر اصلاح کے لئے ان سے بستر الگ کرلو۔ اس کی تفصیل پہلے بتاچکا ہوں ﴿وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْباً غَيْرَمُبَرِّحٍ﴾ اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو پھر ان کی ایسی پٹائی بھی کرسکتے ہو جو سخت نہ ہو۔ ﴿غَيْرَمُبَرِّحٍ: اَلضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ هُوَالشَّاقُّ الشَّدِيْدُ﴾ امام نوویؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضرب مبرح ایسی پٹائی کو کہتے ہیں جو بہت سخت ہو، اور جس سے جسم پر نشان پڑ جائے، یعنی اگر پہلی تدبیر سے کام نہ چلے تو پھر غیر مبرح پٹائی کرو۔

﴿فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاتَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً﴾ اگر تمہارے سمجھانے سے یا بستر الگ کردینے سے یا ایک آدھ مرتبہ معمولی پٹائی کرنے سے وہ تمہاری بات ماننے لگیں اور نافرمانی سے باز آجائیں تو پھر آگے کوئی سخت اقدام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مرد کے حقوق عورتوں پر

﴿أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا﴾ سنو! تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے ﴿وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا﴾ اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔

﴿فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ﴾ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے آدمی کو آنے نہ دیں جس کے آنے کو تم پسند نہیں کرتے ﴿وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ﴾ اور تمہارے گھر میں بھی ایسے آدمی کو آنے نہ دیں جن کا آنا تمہیں گوارا نہیں ہے، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر میں کوئی نہ آئے، چاہے عورت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے ماں باپ، بھائی بہن ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر شوہر کوان کا آنا ناپسند ہے توان کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے، اگر وہ ملنے بھی آویں تو باہر کھڑے رہ کر مل سکتے ہیں شوہر کے کہے بغیر گھر کے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہمارے سماج میں اس بات کو سمجھنے میں بھی بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔

عورتوں کے حقوق مرد پر

﴿أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ﴾ سنو! اوران کا حق تم پر یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے لباس اوران کے کھانے پینے کے معاملہ میں یعنی ان کے نفقہ اورکسوہ میں اچھائی اور بھلائی کاسلوک کرو۔ ویسے توشوہر ان کے لئے لباس اور کھانے پینے کاانتظام کرتے ہیں لیکن حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں صرف کھانے پینے کے انتظام کا حکم نہیں ہے بلکہ ﴿تُحْسِنُوا﴾ کا حکم ہے کہ ان کے ساتھ کھانے پینے اورلباس کے معاملہ میں احسان، اچھائی اور عمدگی کا سلوک ہونا چاہیے۔ بعض لوگ بقدرِ ضرورت کھانے اورلباس کاانتظام کردیتے ہیں اس سے نبی کریم (ﷺ) کی اس ہدایت اور حکم کاحق ادا نہیں ہوتا، بلکہ کھانے پینے اورلباس کے علاوہ عورت کوجیب خرچ کے نام سے کچھ رقم الگ سے بھی دینی چاہیے، تاکہ وہ اپنی کوئی ضرورت آزادانہ طور پر پوری کرسکے، اس لئے کہ بعض ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا زبان سے اظہار نہیں کیاجاسکتا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آدمی کی جیسی جیسی مالی پوزیشن بنائی ہو، اس کے مطابق ان کے ساتھ فراخی اورکشادگی کا معاملہ کیاجاناچاہیے۔ اورکھانے پینے کے معاملہ میں بھی جس کاجیساجیسا زندگی کامعیار ہو اس کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مطابق سلوک ہوناچاہیے، مثلاًایک غریب آدمی ہے تواس کے کھانے پینے کااور لباس کاانتظام کرے۔متوسط آمدنی والاآدمی اپنے گھروالوں کے لئے اسی کے مناسب انتظام کرے اوراعلیٰ آمدنی والاخوشحال صاحبِ ثروت آدمی اس کی حیثیت کے مناسب گھر والوں کے لئے انتظام کرے،اسی کی شریعت ہدایت دیتی ہے۔

رہائش، آسائش، آرائش اور نمائش

اوررہائش کاانتظام بھی ضروری ہے جیساکہ دوسری روایتوں سے ثابت ہوتا ہے، اور کتبِ فقہ میں اس کی تفصیلات موجودہیں کہ نفقہ میں تین چیزیں آتی ہیں ، کھلانا پلانا، کپڑا، اور رہائش۔اورجیساکہ پہلے بتلایاتھاکہ اس میں وسعت سے کام لے،بخل اور تنگی سے کام نہ لے،بلکہ ہرآدمی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے،اللہ تبارک وتعالیٰ نے مالی اعتبار سے جو حیثیت دے رکھی ہے،اس کالحاظ کرتے ہوئے بیوی پرخرچ کرناچاہیے۔

حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سلسلہ میں بڑی عجیب وغریب بات ارشادفرمائی ہے کہ ایک توآدمی کی ضرورت ہواکرتی ہے جیسے مکان رہنے کی ضرورت کے لئے ہے، توایک تورہائش کادرجہ ہے، اس کے لئے توآدمی ایک جھونپڑاڈال دے تواس کے ذریعہ بھی سردی گرمی سے بچاؤہوجائے گااوررہنے کی ضرورت پوری ہوجائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیکن اس سے آگے کاایک درجہ آسائش کا ہے کہ ایساانتظام کیاجائے کہ ذرا راحت اور آرام ملے جیسے پختہ کمرہ ہواوراس میں جھونپڑے کے مقابلہ آدمی اپنے آپ کو زیادہ محفوظ سمجھے اورراحت زیادہ محسوس کرے،توآسائش کی بھی شریعت اجازت دیتی ہے۔

اس کے بعداس سے آگے آرائش اورزینت کا درجہ ہے یعنی ذرااچھالگے جیسے آدمی نے مکان پختہ بھی بنوالیااورپلاسٹر بھی کروالیا اور اندر بجلی ،پنکھاوغیرہ بھی موجود ہے،اس میں رہائش اورآسائش دونوں ہیں لیکن ابھی رنگ روغن نہیں کروایا،اگررنگ روغن کروالے گا تو ذرااچھالگے گا؛تویہ آرائش ہے اوراس کی بھی اجازت ہے۔

لباس کے معاملہ میں بھی ان تینوں درجات کی شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا لباس پہناجائے جواچھاہو اور گھر والوں کوبھی پسند آوے،اگرکوئی آدمی لباس میں اس کا اہتمام کرتا ہے تو اس میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں ہے۔

کیایہ بھی کبر ہے؟

حدیثِ پاک میں بھی آتاہے،حضرت ابن مسعود(رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایا﴿لایَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍمِّنْ کِبْرٍ﴾ جس آدمی کے دل میں کبرکاایک ذرہ بھی ہوگاوہ جنت میں نہیں جاسکے گا،اس پر ایک آدمی نے پوچھا ﴿یَارَسُوْلَ اللهِ !یُحِبُّ الرَّجُلُ أَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًاوَنَعْلُهٗ حَسَناً﴾ اے اللہ کے رسول! ایک آدمی یہ چاہتاہے کہ اس کاکپڑااچھاہواوراس کاجوتا اچھاہو؛ تو کیا یہ بھی کبر ہے؟نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ کبر اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کانام نہیں ہے بلکہ ﴿اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ﴾ کبر تو یہ ہے کہ آدمی حق وانصاف کی بات نہ مانے،اس کو ٹھکرادے اورلوگوں کودل سے حقیر سمجھے(ترمذی شریف، ۱۹۹۹) باقی اگر اپنا اور اپنے گھر والوں کااوردوستوں کا جی خوش کرنے کے لئے اچھالباس پہنتا ہے ؛تو اس کا نام کبر نہیں ہے۔

نمائش ناجائز

حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اس کے بعدچوتھادرجہ نمائش اوردکھلاوے کا آتا ہے کہ آدمی اچھامکان اس لئے بناتاہے اورعمدہ لباس اس لئے پہنتاہے تاکہ لوگ دیکھ کر یہ سمجھیں کہ بڑامالداراوربڑی حیثیت والاہے،لوگوں میں نام اور شہرت ہو،اگریہ جذبات ہیں توپھر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔بہرحال!عورتوں کا بھی ان کے کھانے پینے، لباس اورضرورتوں کے معاملہ میں اپنی حیثیت کے مطابق خیال رکھنا چاہیے اوران کی ضرورت پوری کرنے کااہتمام کرناچاہیے۔

بیوی کاکیاحق ہے؟

حدیث ۲۷۷

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ(رضی اللہ عنہ) قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ!مَاحَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ:أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ،وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ،وَلَا تُقَبِّحْ،وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ۔ (حديث حسن۔رواہ أبوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت معاویہ بن حیدہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیااے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کی بیوی کااس پر کیاحق ہے؟نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں ارشادفرمایاکہ جب تم کھاؤتواس کو بھی کھلاؤ،جب تم کپڑے پہنوتواس کو بھی کپڑے پہناؤ اوراس کوچہرہ پر مت مارو،اوراس کوکوسنا مت دو،اور ان کونہ چھوڑومگرگھرہی میں۔

افادات:۔"جب تم کھاؤتواس کو بھی کھلاؤ،جب تم کپڑے پہنوتواس کو بھی کپڑے پہناؤ" کامطلب یہ ہے کہ اس کا نفقہ یعنی کھلانے پلانے اورکسوہ یعنی لباس کا انتظام کیجیے، جس کوہمارے یہاں گجراتی میں (ભરણ,પોષણ) کہتے ہیں۔

﴿وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ﴾اوراگرکسی وجہ سے تادیب کے طورپر مارنے کی ضرورت پیش آئے توچہرے پرنہ ماریو۔ویسے جانورکے چہرے پر بھی مارنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے توپھرظاہرہے کہ انسان کے چہرے کاکیاحکم ہوناچاہیے،اوراس کی وجہ یہ بھی ہے کہ چہرہ محاسن کا مجموعہ ہے ،اورحواس یعنی جن سے آدمی کام لیتا ہے جیسے آنکھ کان زبان وغیرہ یہ سب چہرے ہی میں واقع ہیں،اس لئے کہیں ایسانہ ہوکہ چہرہ پر مارنے کی وجہ سے ان میں سے کوئی ضائع اوربرباد ہوجائے اورپھرتکلیف کاباعث ہو۔

اس میں بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ ہے

﴿وَلَا تُقَبِّحْ﴾اوراس کو کوسنامت دویعنی طعن وتشنیع مت کرو،اس سے حدیث ِپاک میں بڑی سختی سے منع کیاگیاہے،کسی کو بھی طعن وتشنیع کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی،بلکہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بعض روایتوں میں تو یہاں تک ہے کہ اگر کسی کو کوئی گناہ کا کام کرتے ہوئے دیکھا اور پھر اپنے کو اس سے بہتر سمجھتے ہوئے اس کو طعن کیا تو حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کہ وہ خود جب تک اس گناہ میں مبتلا نہیں ہو گا تب تک اس کو موت نہیں آئے گی(ترمذی شریف،۲۵۰۵) اس لئے طعن و تشنیع، کوسنے دینا اور برا بھلا کہنے کا معاملہ بڑا سخت ہے۔عام طور پر گھروں میں ساس اپنی بہوؤں کے ساتھ یہی معاملہ کرتی رہتی ہیں،یا نندیں اپنی بھاوج کو ایسی باتیں سناتی رہتی ہیں،یہ بڑا خطرناک طریقہ ہے، اور نبی کریم(ﷺ) نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔باندیاں اور غلام جن کے آقا مالک ہوا کرتے ہیں ان کے معاملہ میں بھی نبی کریم(ﷺ) نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ ان کو کسی بھی بات پر کوسنے نہ دئے جائیں(الادب المفرد،۱۷۲)اس لئے یہ طریقہ آج کے اس زمانہ میں تو اور زیادہ مضر ہے،اور اس میں بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ ہے۔

تنبیہ وتادیب کا طریقہ

﴿وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ﴾اور ان کو نہ چھوڑو مگر گھر ہی میں۔مطلب یہ ہے کہ اگر ان کی کسی حرکت پر تنبیہ وتادیب کے لئے اور کسی غلطی سے باز رکھنے کے لئے اگر سزا دینے کی ضرورت پیش آوے تو پہلے تو اس کو بھلے طریقہ سے سمجھایا جائے،اگر اس سے وہ اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرلے تو بہت اچھا ہے،ورنہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس سے بستر الگ کرلیا جائے۔اس دوسرے طریقہ کے سلسلہ میں اس روایت میں یہ بات بتلائی ہے کہ گھر ہی میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بستر الگ ہو یعنی آپ الگ کمرہ میں آرام کریں، یا اسی کمرہ میں رہیں لیکن الگ بستر پر سوئیں لیکن آپ گھر چھوڑ کر چلے جائیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اور اسی سے فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ بستر تو الگ کیا جائے گا لیکن سلام کلام کا سلسلہ بند نہیں کیا جائے گا۔ عام طور پر مکمل قطع تعلق کر لیا جاتا ہے کہ کسی سوال کا جواب نہیں دیتے یا سلام کا جواب نہیں دیا جاتا اور کوئی بات چیت نہیں کی جاتی؛ اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

شوہر چار مہینے سے زیادہ گھر سے باہر نہیں رہ سکتا

اور اسی حدیث کی وجہ سے فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو گھر میں چار مہینہ سے زیادہ کے لئے چھوڑ کر نہ جاوے، اگر چار مہینہ سے زیادہ کے لئے جانا ہے تو بیوی کی اجازت لینا اور اس کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے، اگر اس کی اجازت و رضامندی حاصل کئے بغیر جائے گا؛ تو شرعاً ایسا کرنا درست نہیں ہے اور گنہ گار ہوگا۔ ہاں! اگر چار مہینے یا اس سے کم کا سفر چاہے دینی یا دنیوی ہو جیسے کاروبار کے لئے ہو، یا حج کے لئے ہو، یا جہاد کے لئے ہو، یا طلبِ علم کے لئے ہو، یا دعوت و تبلیغ کے لئے ہو، یا کسی اور کام کے لئے ہو؛ تو اس میں اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے قلمرو اور اپنی حدودِ مملکت میں باقاعدہ اس بات کا اعلان کرایا تھا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی عادتِ شریفہ تھی کہ رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے مدینہ منورہ میں رات کے وقت گشت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے، کسی مکان میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے کچھ اشعار کی آوازآئی، آپ نے کان لگاکر دھیان سے سناتومعلوم ہواکہ کوئی عورت اپنے شوہرکے فراق وجدائی میں اشعارکہہ رہی ہے۔بعدمیں حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) نے تحقیق کی تو معلوم ہواکہ اس کاشوہرجہادمیں گیاہواہے،آپ نے اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھاکہ ایک عورت بغیرشوہرکے زیادہ سے زیادہ کتنازمانہ رہ سکتی ہے؟ انہوں بتلایاکہ چارمہینے۔توآپ نے یہ حکم جاری کردیاکہ کوئی بھی آدمی جہادکے لئے جاوے توچارمہینے سے زیادہ باہر نہیں رہ سکتایعنی چارمہینے پورے کرنے سے پہلے اس کو گھرواپس آجانا چاہیے (کنزالعمال،۴۵۹۲۴)اسی بناء پرفقہاء نے یہ مسئلہ لکھاہے کہ اگرچارمہینے سے زیادہ کیلئے جانا چاہتاہے توبیوی کی اجازت ورضامندی لے کر جاسکتاہے،اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر اگر جائے گاتوشرعاًگنہگار ہو گا۔

سب سے کامل ایمان والا

حدیث ۲۷۸

عن أبي هريرة(رضی اللہ عنہ) قال قال رسول الله(صلی اللہ علیہ وسلم): أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً،وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم(ﷺ) نے ارشادفرمایا کہ تمام مؤمنین میں ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل وہ آدمی ہے جواخلاق کے اعتبار سے سب سے بہترہو ،تم میں سب سے بہتروہ ہیں جواپنی بیویوں کے لئے سب سے بہترہوں۔

ظاہرداری کانام اخلاق نہیں ہے

اخلاق کامطلب کیاہے؟کسی سے صرف ہنس کر پیش آناجیسے آج کل مزاج بن گیاہے،یہ مکمل اخلاق نہیں ہیں۔حضرت قاری محمدطیب صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ آج کل ہرچیزاُلٹی ہوگئی ہے،پہلے چراغ تلے اندھیراہوتاتھااورآج کل بلب کے اوپر اندھیراہوتا ہے ،اسی طرح لوگوں نے اخلاق کامطلب یہ سمجھ لیاکہ کوئی آدمی کسی سے ہنس کر پیش آوے اوریہ جملہ کہہ دیاکرے کہ آپ سے مل کربڑی خوشی ہوئی اوربہت اچھالگا،چاہے اس کے متعلق دل میں نفرت وعداوت اوربغض بھراہواہو،لیکن زبان سے صرف اتناکہہ دینے کو اخلاق سے تعبیرکیاجاتاہے،حالانکہ اس کانام اخلاق نہیں ہے۔

بلکہ آج کل تویہ ایک فن ہوگیاہے کہ لوگوں سے کس طرح بات کی جائے تاکہ اس کی وجہ سے ان کواپناگرویدہ وفدائی بنایاجاسکے،ایسے اندازسے لوگوں سے بات کرنا جس کی وجہ سے لوگ ہماری تعریف کریں کہ فلاں بڑے اچھے اخلاق سے پیش آنے والاہے،اپنی بڑائی اورخوبی کے متعلق لوگوں کے دلوں میں اس طرح کی بات پیداکرنا اورباقاعدہ اس کو فن کی حیثیت سے سیکھنا؛یہ اخلاق نہیں ہے،بلکہ یہ توصرف دکھلاوا اورریاکاری ہے اور حبِ جاہ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قبیل سے ہے۔اوراب تواس کے متعلق کتابیں بھی چھپتی ہیں کہ کس آدمی سے کس انداز سے بات کی جائے۔شریعت کی اصطلاح میں اس کانام اخلاق نہیں ہے۔

اخلاق کی حقیقت

بلکہ اخلاق تودل کے اندرکی کیفیت ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں آدمی غیر اختیاری طور پراپنے اعضاء وجوارح سے سامنے والے کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتاہے، اوروہ کیفیت یہ ہے کہ اللہ کی ہر مخلوق کے متعلق دل میں یہ جذبہ ہوکہ یہ میرے اللہ، میرے خالق اورمیرے مالک کی مخلوق ہے،مجھے اس کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے،مجھے اس کے ساتھ خیرخواہی اوردل سوزی کامعاملہ کرناچاہیے۔

جیسے اپنے بھائی کے متعلق دل میں یہ جذبہ ہوتاہے کہ یہ میرابھائی ہے،مَیں جن ماں باپ کی اولادہوں یہ بھی انہی ماں باپ کی اولادہے توجیسے ایک آدمی اپنے سگے بھائی کی خیرخواہی کرتاہے،اس کے ساتھ اسی رشتہ کی وجہ سے محبت کاسلوک کرتاہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے ساتھ ہمیں ایک رشتہ ہے کہ ہماراپیداکرنے والااورہمارارب جس کے انعامات ہم ہرگھڑی استعمال کرتے ہیں،اس کاحق یہ ہے کہ اس کی ہر مخلوق کے ساتھ محبت،حسنِ سلوک اورخیرخواہی ودل سوزی سے پیش آیاجائے،اسی کیفیت کے نتیجہ میں آدمی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہرمخلوق کی بھلائی بھردی جاتی ہے اورپھر اس سے بے اختیارایسے افعال سرزدہوتے ہیں جن سے سامنے والوں کوراحت پہنچتی ہے؛اصل اخلاق یہ ہیں۔صرف ظاہری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طور پر زبان سے یہ کہہ دینا کہ مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی اور بڑا اچھا لگا اس کا نام اخلاق نہیں ہے۔

اور در حقیقت تصوف وسلوک کے اندر انہی اخلاق کی درستگی پر محنت کی جاتی ہے، اور اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر انہی کو سیکھا جاتا ہے، صرف کسی کتاب کے پڑھ لینے سے یہ چیزیں حاصل نہیں ہوا کرتیں ۔بہر حال! حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں ﴿أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً﴾ ایمان والوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان کے اعتبار سے وہ آدمی ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔

یہ اخلاق تھوڑے ہی ہیں

﴿وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ﴾ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہوں، ایک آدمی کے اخلاق اور حسنِ سلوک کا دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے لیکن اس کے گھر والوں کو اس کی طرف سے شکایت ہے ؛تو یہ کون سے اخلاق ہوئے؟ گجراتی میں کہاوت ہے:-

ઘર ના છોકરા ઘંટી ચાટે, ઉપાધ્યાય ને આટા

ساری دنیا میں سخاوت ہو رہی ہے اور گھر میں بچے بھوکے مر رہے ہیں، اگر آپ کے اخلاق کی ساری دنیا تعریف کر رہی ہے کہ بڑے اچھے، اور بیوی کو آپ کی طرف سے تکلیف پہنچ رہی ہے؛ تو یہ اخلاق تھوڑے ہی ہیں، اسی لئے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں ﴿وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہوں، اسی لئے دوسری روایت میں یہ بھی ہے ﴿وَأَنَا خَيَارُكُمْ لِنِسَآئِيْ﴾ اور مَیں اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔ اور کسی آدمی کے متعلق بالکل صحیح رائے اس کے گھروالے ہی قائم کرسکتے ہیں، وہی بتلائیں گے کہ اخلاق کے اعتبار سے وہ کس درجہ میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گھروالوں کے ساتھ آدمی حسنِ سلوک سے پیش آوے۔

اللہ کی بندیوں کومت مارو

حدیث ۲۷۹

عن أياس بن عبدالله بن أبي ذباب (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): لَا تَضْرِبُوْا إِمَآءَ اللهِ۔ فَجَآءَ عُمَرُ (رضی اللہ عنہ) إِلٰى رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰى أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ، فَأَطَافَ بِاٰلِ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) لَقَدْ أَطَافَ بِاٰلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ، لَيْسَ أُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ۔ (رواه أبوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت ایاس بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضوراقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کومت مارو۔ ایک مدت کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! عورتیں اپنے شوہروں کے مقابلہ میں شیر اور جری بن گئیں۔ تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر اجازت دی کہ ضرورت ہوتو مارسکتے ہو۔ پھر تو یہ ہوا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروالوں یعنی ازواجِ مطہرات کے پاس بہت ساری عورتوں نے چکر لگانا شروع کردیا تو اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پر نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ محمد کے گھر والوں کے پاس بہت ساری عورتیں چکر لگا رہی ہیں اور اپنے شوہروں کی شکایتیں کرتی ہیں، جو لوگ اپنی بیوی کی پٹائی کرتے ہیں وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔

خبرِ واحد کا حکم صحابہ کے حق میں

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جب نبی کریم (ﷺ) کی زبانِ مبارک سے براہِ راست یہ سن لیں کہ ان کو مت مارو، تو پھر اس بات پر عمل کیسے نہ ہو۔ دیکھئے! شریعت کے جو دلائل ہیں ان میں ایک تو قرآنِ پاک ہے، اس کا حکم تو قطعی ہوا کرتا ہے۔ اور جو حدیثیں تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں ان کا حکم بھی قطعی ہے۔ یہاں علماء موجود ہیں وہ جانتے ہیں کہ تواتر کس کو کہتے ہیں، لیکن خبرِ واحد کا حکم ظنی ہوتا ہے، اس میں ظنیت اس وجہ سے آئی کہ حضور کا یہ ارشاد بہت سارے واسطوں سے ہم تک پہنچا، ہم نے براہِ راست نبی کریم (ﷺ) کی زبانِ مبارک سے یہ بات نہیں سنی ہے، بلکہ صحابہ نے سنی ان سے تابعین نے سنی اور ان سے تبع تابعین نے سنی، اور پھر ان سے ان کے شاگردوں نے سنی، اس طرح پانچ دس بیس واسطوں سے ہم تک پہنچی، اب بیچ میں جو واسطے آئے تو ہو سکتا ہے کہ ان سے سننے میں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو، حضور (ﷺ) نے کیا فرمایا ہو، اور انہوں نے کیا سنا ہو، یہ ایک امکان ہے ان واسطوں کی وجہ سے اس حدیث میں ظنیت آئی، لیکن حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نبی کریم (ﷺ) کا کوئی ارشاد کسی واسطہ سے نہیں بلکہ براہِ راست سنتے تھے، ان کے لئے تو حضور (ﷺ) کا ہر ارشاد وہی درجہ رکھتا تھا جیسے قرآنِ پاک کی آیت ہو، اُس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ارشاد سے جو حکم ثابت ہوتا تھا وہ لازمی اور قطعی ہوا کرتا تھا، اس حکم کی ذرہ برابر بھی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی، یہ تو ایمان اور کفر کا معاملہ ہو جاتا ہے۔

حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ہونے کی تمنا

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ بہت سی مرتبہ ہم لوگ تمنائیں کرتے ہیں کہ کاش! ہم اُس زمانہ میں ہوتے۔ حالانکہ اُس زمانہ کے تقاضے بڑے سخت تھے، وہاں تو ذرا سی بات میں آدمی ایمان سے کفر میں پہنچ جاتا تھا۔ اُس زمانہ کے اندر جو مطالبے تھے معلوم نہیں ہم اپنی عافیت پسندی اور راحت پسندی کی وجہ سے ان تقاضوں پر پورے اترتے یا نہیں۔ اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی(صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت کے لئے جن حضرات کو منتخب کیا وہ اپنی ان قربانیوں اور ایثار و جان نثاریوں کی وجہ سے اس کے اہل تھے اور ہم تو صرف تمنائیں کرنے والے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس کو جس زمانہ میں پیدا کیا وہی اس کے لئے بالکل مناسب ہے۔

بہرحال! حضرات ِ صحابہ جب براہِ راست نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ مبارک سے ایک بات سن رہے ہیں تو اس میں ذرہ برابر بھی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی تھی، وہ حضرات تو فوراً اس پر عمل کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) حضراتِ صحابہ کو خطاب فرما رہے تھے اور فرمایا ﴿اِجْلِسُوْا﴾ بیٹھ جاؤ، حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) مسجد سے باہر تھے، ان کے کان میں آواز پہنچی تو وہیں بیٹھ گئے، اس لئے کہ انہوں نے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ مبارک سے سنا ﴿اِجْلِسُوْا﴾ تو انہوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے یہ تاویل نہیں کی کہ اندر جاکر بیٹھنے کے لئے کہاہے، اس لئے کہ ان کے یہاں تاویل کا کوئی دروازہ تھاہی نہیں۔جب نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دیکھاتو کہاکہ اندرآجاؤ۔(ابوداود،۱۰۹۱)

یہ عورتیں شیر بن گئیں

خیر!جب نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ مبارک سے حضرات صحابہ نے یہ سن لیاکہ اللہ کی بندیوں کومت مارو،توبس!بات ختم ہوگئی،تمام صحابہ نے یک لخت ان کوہاتھ لگانابھی چھوڑ دیا،اس کے بعدکوئی کچھ نہیں کہتاتھا۔جب یہ سلسلہ ہواتوایک مدت کے بعد حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئےاورعرض کیاکہ اےاللہ کےرسول! آپ نے منع فرمادیاکہ عورتوں کومارو مت،آپ کے اس ارشادپرسب نے ان کوہاتھ لگاناچھوڑدیاتواب یہ عورتیں اپنے شوہروں کے مقابلہ میں شیراورجری بن گئیں،شوہروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں کرتی ہیں،ان کے ساتھ زیادتیاں کرنے لگیں۔جب حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) نے آکر یہ حقیقتِ حال بیان کی توحضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر اجازت دی کہ ضرورت ہوتومارسکتے ہو۔

عورتوں کومارناسنت نہیں

ویسے قرآنِ پاک نے بھی اجازت دی ہے ﴿وَاضْرِبُوهُنَّ﴾ یہاں علماء نے لکھاہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اجازت تودی لیکن مارنے کو پسند نہیں فرمایااورآپ نے خودکبھی کرکے بھی نہیں بتایا اس لئے عورتوں کومارناسنت نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نسائی شریف کی روایت ہے، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ اپنی کسی بیوی کی کبھی پٹائی کی اور نہ اپنے خادم کی، بلکہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے کسی کو نہیں مارا سوائے جہاد کے۔(نسائی شریف، ۹۱۶۴) ہاں! جہاں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو توڑا جاتا تو وہاں آپ نے غصہ کا اظہار فرمایا، ورنہ کبھی آپ نے کسی کو ہاتھ نہیں لگایا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ یہی ہے ویسے بوقتِ ضرورت اگرچہ اجازت دی گئی ہے لیکن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو پسند نہیں فرمایا ہے

وہ اچھے لوگ نہیں ہیں

خیر! جب اجازت مل گئی تو پھر کیا تھا، پھر تو یہ ہوا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں یعنی ازواجِ مطہرات کے پاس بہت ساری عورتوں نے چکر لگانا شروع کر دیا، چونکہ عورتیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں اپنی باتیں ازواجِ مطہرات یعنی امہات المؤمنین کے واسطہ سے ہی پیش کیا کرتی تھیں اس لئے وہاں آکر شکایتیں کرنے لگیں کہ ہمارے شوہر ہماری پٹائی کرتے ہیں۔ جب یہ معاملہ ہونے لگا تو اس پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ محمد کے گھر والوں کے پاس بہت ساری عورتیں چکر لگا رہی ہیں اور اپنے شوہروں کی شکایتیں کرتی ہیں، جو لوگ اپنی بیوی کی پٹائی کرتے ہیں وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ اور جیسا کہ پہلے تفصیل سے مَیں بتلا چکا ہوں کہ بوقتِ ضرورت مارنے کی اجازت ہے لیکن سخت مار نہیں بلکہ ہلکی مار ہو، اور ہلکی مار وہ ہے کہ جس کے ذریعہ جسم پر کوئی نشان نہ پڑے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دنیالذت اندوزی کی چیز ہے

حدیث ۲۸۰

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) أن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔
(رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ دنیا؛ فائدہ اٹھانے، لذت اندوزی اور ضرورت پوری کرنے کی چیز ہے، اور دنیا کی تمام چیزوں میں سے فائدہ اٹھانے، لذت اندوزی اور ضرورت پوری کرنے کے لحاظ سے بہترین چیز نیک بیوی ہے۔

افادات:۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کی چیزوں کو اسی لئے پیدا کیا کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھاویں اور اپنی ضرورتیں پوری کریں اور لذت حاصل کریں، گویا دنیا کام میں لانے کی چیز ہے۔ "مَتَاعٌ" عربی زبان کا لفظ ہے اور وہ ایسی چیز کو کہتے ہیں کہ جو زیادہ قیمتی نہ ہو لیکن اس کے بغیر کام بھی نہ چلتا ہو۔

تین لفظوں کی تحقیق

ہمارے حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ایک واقعہ بیان کرتے تھے۔ صاحب بن عباد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے قرآنِ پاک کے تین لفظوں کی تحقیق مطلوب تھی، ایک تو لفظ "رَقِيْم" جو سورۂ کہف میں آیا ہے۔ دوسرا لفظ "تَبَارَكَ" جو سورۂ فرقان اور سورۂ ملک میں ہے اور تیسرا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لفظ"مَتَاعٌ"۔اوران کی عادت تھی کہ وہ دیہاتوں اوراعراب کے علاقوں میں پہنچ جاتے اوران کی زبان سنتے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ مَیں ایک جگہ پہنچاتودیکھاکہ گھروالے نہیں ہیں اورایک بچہ بیٹھاہواہے ،اتنے میں ایک کتاآیااوروہ کپڑاجو چولھے پر ہنڈیاوغیرہ پکڑنے کے لئے استعمال کیاجاتاہے،اس کواپنے منھ میں اٹھاکرچلا گیااور قریب ہی پہاڑکی چوٹی تھی اس پر جاکرپاؤں پھیلاکراچھی طرح سے براجمان ہوکر بیٹھ گیا،اس کے بعد جب گھروالے آئے تو اس بچے نے سارامنظرجودیکھاتھاوہ اس طرح بیان کیا ﴿جَآءَ الرَّقِيْمُ وَأَخَذَالْمَتَاعَ وَتَبَارَكَ الْجَبَلَ﴾رقیم یعنی کتاآیااورمتاع یعنی وہی کپڑا (صافی ،جو قیمتی نہیں ہواکرتالیکن اس کے بغیر کام بھی نہیں چلتا)اُٹھایااورپہاڑکی چوٹی پر چڑھ کرپاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ (تفسیر حقی ۷/۳۲۲)

نیک بیوی کی چار نشانیاں

خیر!معلوم ہواکہ جوچیززیادہ قیمتی نہ ہواوراس کے بغیرکام بھی نہ چلے اس کومتاع کہتے ہیں،اوردنیاکی بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی قدروقیمت نہیں ہے،دنیاہے توبے قیمت چیز، لیکن فائدہ اٹھانے کی چیزہے اور اس کے بغیرکام بھی نہیں چلتا۔تونبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں ﴿اَلدُّنْيَامَتَاعٌ وَخَيْرُمَتَاعِ الدُّنْيَاالْمَرْأَةُالصَّالِحَةُ(صحیح مسلم،حدیث نمبر ۳۷۱۶)﴾ دنیا؛فائدہ اٹھانے، لذت اندوزی اورضرورت پوری کرنے کی چیزہے،اور دنیاکی تمام چیزوں میں سے فائدہ اٹھانے،لذت اندوزی اورضرورت پوری کرنے کے لحاظ سے بہترین چیزنیک بیوی ہے۔نیک بیوی کونبی کریم(ﷺ) نے ﴿خَيْرُالْمَتَاعِ﴾یعنی دنیاکی چیزوں میں سے فائدہ اٹھانے کی سب سے بہترین چیز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ارشاد فرمایا۔ چنانچہ اسی نیک بیوی کی تشریح خود نبی کریم (ﷺ) کے ارشاد کے اندر ابوداود وغیرہ میں موجود ہے ﴿إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ﴾ شوہر جب اس کو دیکھے تو اس کا جی خوش ہو جائے اور مسرت حاصل ہو ﴿وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ﴾ اور شوہر اس کو کسی بات کا حکم دے تو وہ اس حکم کو بجالاوے، فرمانبرداری کرے (سنن ابوداود، ۱۶۶۲) اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے ﴿وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهِ﴾ اور جب شوہر گھر سے غیر حاضر ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے یعنی اپنی ذات کے معاملہ میں کوئی خیانت نہ کرے، کسی کے ساتھ برائی میں ملوث نہ ہو، اور شوہر کے مال کی بھی پوری امانتداری کے ساتھ حفاظت کرے (سنن ابن ماجہ، ۱۸۵۷) اگر کسی عورت میں یہ صفات ہیں تو اس کو نبی کریم (ﷺ) نے بہترین عورت ارشاد فرمایا ہے اور ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی نبی کریم (ﷺ) نے ترغیب دی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان تمام ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰی الْمَرْأَةِ

شوہر کے حقوق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ أما بعد:-

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے معاشرت کے متعلق احادیث کو بیان کرنا شروع کیا ہے، پہلے ایک عنوان گذر چکا تھا جس میں شوہر پر بیوی کے کیا کیا حقوق ہیں ان کو بتلایا تھا، آج دوسرا عنوان قائم کیا ہے جس میں بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے اس کو بتلائیں گے۔

اسلام کا خاص انداز

مَیں پہلے بھی یہ بتلا چکا ہوں کہ اسلام کی تعلیمات میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسی کو سامنے رکھتے ہوئے خطاب کیا جاتا ہے کہ تم پر فلاں کے یہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی کا تمہیں اہتمام کرنا ہے، گویا جس پر حق واجب ہے اس کو مخاطب بنا کر اور اسی کو حکم دے کر بتلایا جاتا ہے کہ تمہارے اوپر فلاں فلاں کے یہ حقوق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں جن کی ادائیگی کا تم اہتمام کرو۔ جن کے حقوق ہیں ان کو یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں پر تمہارے حقوق ہیں، بلکہ جن پر حقوق عائد ہوتے ہیں جنہیں ادائیگی کرنی ہے ان کو مخاطب بنا کر یوں کہا جاتا ہے کہ تمہارے اوپر فلاں فلاں کے یہ حقوق ہیں، تمہیں ان کی ادائیگی کا اہتمام کرنا ہے اور ان کی طرف توجہ کرنا ہے، اگر ان حقوق کو ادا نہیں کروگے تو تمہیں یہ سزا دی جائے گی۔

مثلاً باپ کو یوں کہا جائے گا کہ بیٹے کا تمہارے اوپر یہ حق ہے، اگر تم اس حق کو ادا نہیں کرتے تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں سزا دی جائے گی۔ اور بیٹے کو یہ کہا جائے گا کہ تمہارے اوپر باپ کا یہ حق ہے، تمہیں اس کو ادا کرنا ہے، اگر تم نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا دی جائے گی۔

اسی طرح شوہر کو خطاب کر کے کہا جائے گا کہ تم پر بیوی کے یہ حقوق ہیں، تمہیں ان کی ادائیگی کا اہتمام کرنا ہے۔ بیوی کو مخاطب بنا کر یوں کہا جائے گا کہ تم پر شوہر کے یہ حقوق ہیں، تمہیں ان کی ادائیگی کا اہتمام کرنا ہے۔ یہی شریعت کا ایک خاص مزاج ہے کہ ہر وہ معاملہ جس کا تعلق دو فریق سے ہو، دو الگ الگ شخصیتوں سے ہو، یا دو الگ الگ جماعتوں سے ہو، وہاں شریعت جس جماعت پر حق ہوا کرتا ہے اسی کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہتی ہے کہ تمہیں یہ کرنا ہے۔ شریعت دوسری جماعت کو یہ کہے گی کہ تم پر پہلی جماعت کا یہ حق ہے، اس کو ادا کرو۔ دوسری کو یہ نہیں کہے گی کہ پہلی جماعت پر تمہارا یہ حق ہے؛ اس کو وصول کرو۔ یا پہلی کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ دوسری جماعت پر تمہارا یہ حق ہے ؛ وصول کرو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اربابِ اموال اور عمال

مثلاً نبی کریم (ﷺ) کے زمانہ میں اربابِ اموال ہوا کرتے تھے اور ان کے اموال میں زکوٰۃ واجب ہوا کرتی تھی، اور اس زمانہ میں عرب میں عام طور پر مال مویشیوں کی شکل میں ہوا کرتا تھا، کسی کے پاس بھیڑ بکریاں ہوتیں، کسی کے پاس گائیں ہوتیں اور کسی کے پاس اونٹ ہوتے تھے، تو ان کے لئے بھی شریعت نے نصاب مقرر کیا ہے جیسے سونے چاندی کے لئے ساڑھے سات تولہ سونا یا چھ سو بارہ اعشاریہ تین پانچ گرام چاندی نصاب ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اور اس کا چالیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ اسی طرح جانوروں کا بھی نصاب مقرر ہے مثلاً کسی کے پاس پانچ اونٹ ہیں تو ایک بکری، دس اونٹ ہیں تو دو بکریاں، پندرہ ہیں تو تین بکریاں زکوٰۃ کے طور پر واجب ہوتی ہیں، اسی طرح آگے تفصیل ہے۔ اور اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں ہیں تو ایک بکری واجب ہوتی ہے، پھر آگے تفصیلی حساب بتلایا گیا ہے۔ تو مویشیوں میں بھی ایک نصاب ہے۔ اور نبی کریم (ﷺ) کے زمانہ میں آپ کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے باقاعدہ آدمی مقرر کئے جاتے تھے جن کو "مُصَدِّق" یعنی "زکوٰۃ وصول کرنے والے" کہا جاتا تھا۔ خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور بعد کے زمانہ میں جو حاکمِ وقت ہوتا تھا وہ ہر علاقہ کے لئے آدمی مقرر کیا کرتا تھا۔ یہ تو "مُصَدِّق" یعنی "زکوٰۃ وصول کرنے والے" ہوئے۔ اور دوسری طرف وہ اربابِ اموال تھے جن کے پاس یہ لوگ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے جاتے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ کوئی آدمی جب کسی کے پاس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جاکرمالی مطالبہ کرے گا،چاہے وہ شریعت کافرض اور واجب کیاہواہی ہو، تب بھی جب آدمی کے پاس سے مال جاتاہے،تووہاں سے نکلنے کے لئے کچھ پس وپیش توکرتاہی ہے،ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے جو پوری خوش دلی کے ساتھ واجب کردہ مقدار اضافہ کے ساتھ ادا کرنے کااہتمام کریں۔

بہرحال!جب''مُصَدِّق''حضرات زکوٰۃ کی وصول یابی کے لئے جاتے تھے تو اربابِ اموال کے ساتھ کچھ نہ کچھ کشمکش کی شکل پیداہوہی جاتی تھی،یہ لوگ کہتے کہ تمہیں اتنا دیناہے اوروہ لوگ کہتے کہ نہیں بلکہ صرف اتناہی واجب ہوتاہے،جیسے آج کل ٹیکسوں کے معاملہ میں ہوتاہے۔وصول کرنے والے کہتے ہیں اتنادیناہے، اور دینے والے کہتے ہیں کہ نہیں!بلکہ اس سے کم اتناہی ہوتاہے،اس طرح دونوں کے حساب میں فرق ہوہی جاتاہے۔

وصول یابی کے لئے جانے والوں کوہدایات

تونبی کریم(ﷺ) نے ''مُصَدِّق''حضرات کوہدایتیں دیتے ہوئے یہ فرمایا ﴿إِيَّاكُمْ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ﴾ان کے جوبہترین مال ہیں ان کوزکوٰۃ کے طورپروصول نہ کیاجائے یعنی جو جانورتم زکوٰۃ کے طورپروصول کرو؛وہ نہ بالکل اعلیٰ درجہ کاہو،اورنہ بالکل گھٹیا درجہ کاہو،بلکہ درمیانی قسم کاجانوروصول کیاجائے گا۔حضرت معاذ(رضی اللہ عنہ) کوجووصیت فرمائی تھی اسی میں یہ بھی تھا ﴿اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ﴾مظلوم کی بددعاسے بچیو،اس لئے کہ ان پرجتنی مقدارواجب ہے اس سے زیادہ اگروصول کروگے تویہ تمہاری طرف سے ایک طرح کاظلم اورزیادتی ہوگی،اور اس صورت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں وہ اگر بددعا کرے گا تو تمہارا نقصان ہے﴿فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ﴾اس لئے کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، وہ سیدھی پہنچتی ہے۔ (شعب الایمان،۸۸)

اسی طرح زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے یہ بھی کہا گیا کہ ان کے گھروں پر جاکر وصول کرو، ان کو اپنے یہاں نہ بلاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے کی ایک شکل تو یہ ہے کہ ایک جگہ آفس قائم کردی، ٹینٹ لگادیا اور اعلان کردیا کہ سب اپنے جانور لے کر یہاں آؤ، مَیں دیکھ کر حساب کردوں گا۔ اب جانور والوں کو اپنے جانور یہاں پیش کرنا بڑا مشکل کام ہے، اس لئے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ایسا مت کرو بلکہ ان کے وہاں جاکر وصول کرو۔

اور یہ بھی فرمایا﴿اَلْمُعْتَدِيْ فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا﴾حاکم کی طرف سے مقرر کیا ہوا آدمی یعنی "مُصَدِّق" زکوٰۃ کی وصول یابی میں اگر حد سے آگے بڑھتا ہے تو وہ گناہ کے اعتبار سے ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ آدمی جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا (ابوداؤد شریف، ۱۵۸۵) گویا ان حضرات کو تو یہ ہدایتیں دیں۔

اربابِ اموال کو ہدایات

اور دوسری طرف اربابِ اموال کو یہ ہدایت دی کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے آدمی تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے آویں تو تمہارے پاس سے خوش اور راضی ہو کر جانے چاہئیں، اگر وہ خوش ہو کر نہیں گئے تو تمہاری زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (ابوداود شریف،۱۵۸۸)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیہات کے کچھ لوگوں نے آکر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ شکایت کی کہ یارسول اللہ! زکوٰۃ کی وصول یابی کے لئے جولوگ آتے ہیں وہ ہمارے اوپر جتنی مقدار واجب ہوتی ہے اس سے زیادہ وصول کرتے ہیں، توکیاہم اپناکچھ مال چھپالیں؟ اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کے بعد بھی وہ لوگ جولیں گے وہ اتناہی ہوجائے گا جتناہم پرواجب ہے۔ توحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نہیں! تمہیں چھپانے کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیاکہ یارسول اللہ! اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں؟ توآپ انے فرمایاکہ اگرچہ وہ تم پر ظلم کریں تب بھی تم کوچھپانے کی اجازت نہیں ہے۔ (ابوداود شریف، ۱۵۸۶)

بہرحال! اربابِ اموال کویہ تاکید فرمائی کہ ان کی رعایت کرواور "مُصَدِّق" حضرات کویہ ہدایت دی کہ ان کی رعایت کرواوران کاحق اداکرو۔ اسی طرح ہر معاملہ میں شریعت کا یہی طرزہے۔ ماں باپ اوراولاد کامعاملہ ہے تواولادکویہ تاکید کی ہے کہ والدین کاحق اداکرو، اورماں باپ کوکہاکہ ان کاخیال رکھو۔ شوہر کوبتلایا کہ بیوی کے تم پریہ حقوق ہیں اوربیوی کو بتایاکہ شوہرکے تم پریہ حقوق ہیں۔

پھر تودنیامیں کبھی کوئی جھگڑاہی نہ ہو

اب اگرجس پرجوذمہ داری شریعت نے عائد کی ہے وہ اس کو اداکرے گا، تو تمام کے حقوق اداہوجائیں گے اورکسی کومطالبہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ جس پرحق ہے اس سے یوں توکہاکہ تم اداکرو، لیکن جس کاحق ہے اس سے یہ نہیں کہا کہ تم اپنا حق مانگو، بلکہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بعض روایتوں میں توصراحت ہے کہ تمہاراحق اگرکسی پر ہے توتم اس سے مطالبہ مت کرو، تم پراس کاجوحق ہے اس کواداکرو۔ہر شخص اگراس ہدایت پر عمل کرنے لگے پھرتودنیامیں کبھی کوئی جھگڑاہی نہ ہو۔

توحقیقت یہ ہے کہ شریعت نے ایک طریقہ بتلایاہے کہ دوسرے کا حق اداکرو۔لیکن آج کل دنیامیں ایک طریقہ جاری ہے،وہ کیاہے؟اپنے حق کامطالبہ کرو۔جب ہر ایک اپناحق مانگے گااوردوسرااس کواداکرے گاتواس کانتیجہ اگرچہ یہی نکلے گاکہ حقوق اداہوں گے لیکن اِس میں نزاع اور جھگڑاپیداہوتاہے،اوراُس میں جھگڑے کاسوال ہی نہیں ہوتا۔جب کوئی مطالبہ نہیں کرتااورصاحبِ حق خوداداکرتاہے توامن وامان اورسکون قائم ہوتاہے،کسی کو کسی سے کوئی اختلاف نہیں رہتا۔بات وہی ہے لیکن شریعت نے طریقہ بدل دیاہے۔

کیاایسی کوئی انجمن قائم ہوئی؟

آج کل دنیامیں جتنے بھی جھگڑے ہیں آقااورمالک کے درمیان،باپ اور بیٹے کے درمیان،میاں اوربیوی کے درمیان؛اس کی وجہ یہی ہے کہ ہرایک اپناحق مانگتاہے کہ میرا حق لاؤ۔اورحق کے مطالبوں کے لئے یونینیں قائم کی جاتی ہیں، مثلاً انجمنِ تحفظِ حقوقِ نسواں کہ عورتوں کے حقوق وصول کرو،لیکن عورتوں پرجوحقوق ہیں ان کی ادائیگی کے لئے کہ ان کو تاکیدکی جائے اورسمجھایاجائے؛کیاایسی کوئی انجمن قائم ہوئی؟آج تک دنیامیں کبھی کوئی یونین اس لئے قائم نہیں کی گئی کہ ہم پرجوذمہ داریاں ہیں ان کواداکیاجائے۔حق مانگنے کیلئے توانجمن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قائم ہوتی ہے، لیکن حق دینے کے لئے نہیں۔حالانکہ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ تم پر جو حقوق ہیں وہ ادا کرو، اس کا اگر اہتمام کیا جائے گا تو پھر کبھی کوئی نزاع و جھگڑا پیدا نہیں ہو گا۔

مرد عورتوں کے اوپر نگران ہیں

اس لئے جہاں شوہروں کے حقوق بتلائے گئے ہیں وہاں عام طور پر عورتوں کو خطاب کیا گیا ہے۔باری تعالیٰ کا ارشاد پیش کیا ہے ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ مرد عورتوں کے اوپر نگران ہیں، ان کا انتظام سنبھالنے والے، ان کی دیکھ ریکھ رکھنے والے اور حالت درست کرنے والے ہیں ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرما رکھی ہے ﴿وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ اور اس لئے بھی کہ مردوں نے اپنے مال عورتوں کے اوپر مہر اور نفقہ کے طور پر خرچ کئے ہیں۔

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ پس نیک عورتیں جو اللہ کی مطیع وفرمانبردار ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے جن حقوق کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے اس کا اہتمام کرنے والی ہیں۔

مرد کو حاکم کیوں بنایا گیا؟

اس آیت کو لا کر مردوں کا عورتوں پر جو حق ہے وہ بتلایا گیا ہے۔سب سے پہلا حق یہ ہے کہ مرد کو امیر کی اور عورت کو مامور کی حیثیت دی گئی ہے۔آج کل تو یہ مسئلہ بھی موضوعِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بحث بناہوا ہے کہ مرد کو حاکم کیوں بنایا گیا؟ یہاں ﴿قَوَّامُ﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ﴿قَامَ یَقُوْمُ﴾ کا معنیٰ ہے کسی کام کو ٹھیک طریقہ سے انجام دینا ﴿قَامَ عَلَی الْأَمْرِ﴾ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ اس کام کو ٹھیک اور درست طریقہ سے انجام دیا گیا ہو۔ گویا عورتوں کے معاملات کو درست کرنے والے اور انتظام کو ٹھیک طریقہ سے سنبھالنے والے مرد ہیں، ان کو منتظم مقرر کیا گیا ہے۔ انتظامی امور مردوں کے حوالہ کئے گئے ہیں، اس اعتبار سے ان کو امیر بنایا گیا ہے۔ یہاں ﴿قَوَّامُ﴾ کہا گیا ہے، مالک نہیں یعنی یہ نہیں کہا کہ مرد عورتوں کے مالک ہیں، اگر شوہر کو بیوی پر ملکیت دی ہے تو وہ فقط جنسی فائدہ اٹھانے کی ہے، اس سے آگے اس کی ذات کا اور اس کے مال کا مالک نہیں بنایا ہے، عورت کا ذاتی مال ہو تو شوہر کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ خیر! یہاں لفظ ''قَوَّامُ'' استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ امیر ہے۔

اور اس کی وجہ بھی بتلائی گئی ہے ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، یعنی خِلقی اور فطری اعتبار سے مرد کو عورت کے اوپر فضیلت حاصل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو قوتِ عمل مرد کو عطا فرمائی ہے وہ عورت کے اندر موجود نہیں ہے۔ اسی لئے بہت سے ایسے امور جن کے لئے زیادہ قوت کی ضرورت ہوا کرتی ہے وہ مرد کے حوالہ کئے گئے ہیں، اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے دوسری مزید فضیلتیں بھی مرد کو عطا فرمائی ہیں۔ بلکہ میڈیکل سائنس کی تحقیقات کے اعتبار سے بھی مرد کے دماغ کا وزن عورت کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اور قویٰ کے اعتبار سے دوسری بہت ساری صلاحیتوں میں بھی فرق ہے۔ جسمانی اعتبار سے بھی خود میڈیکل سائنس نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مرد کو عورت کے مقابلہ میں فوقیت حاصل ہے۔ خیر! اللہ تعالیٰ نے بعض اوصاف کے اندر مرد کو عورت کے اوپر فوقیت عطا فرمائی ہے، اور یہ ایک فطری، کھلی اور بدیہی چیز ہے، اس کے لئے زیادہ دلائل قائم کرنے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

کیا عورت اس سے دست بردار ہوجائے گی؟

آج ہمارے اس زمانہ میں عورتوں کی آزادی کا خوب شور مچایا جارہا ہے اور حقوقِ نسواں کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے، حالانکہ اِس زمانہ میں بھی یوروپ اور امریکہ کا حال دیکھئے، جو لوگ اپنی آنکھوں سے وہاں کا حال دیکھ کر آئے ہیں، ان سے پوچھئے۔ اور اس بات پر بھی غور کیجئے کہ اگر آپ نے عورت کو آزادی دے کر کسی دفتر میں پہنچا بھی دیا اور جس طرح مرد دفتر میں بیٹھ کر کام کرتا ہے، یہ بھی کرنے لگے گی، تو عورت کو فطری اور خِلقی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، کیا دفتر میں پہنچنے کے بعد وہ ان سے دستبردار ہوجائے گی؟ مثلاً بچے جننے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر ہی رکھی ہے، مرد کے اندر نہیں رکھی، اگر مرد کو گھر میں بٹھادیا اور عورت کو دفتر میں پہنچادیا تو اب ایسا تو نہیں ہوگا کہ عورت میں سے بچے جننے والی صفت ختم ہوجائے گی، اس سے فطری عمل میں کوئی تبدیلی آنے والی نہیں ہے، دفتر میں جانے کے بعد بھی اس کو تو بچے جننے ہی ہیں، اور ماں ہونے کی حیثیت سے بچے کو جو کچھ دینا ہے وہ تو وہی دے سکتی ہے؛ مرد نہیں دے سکتا۔ اسی لئے امریکہ میں بے شمار بچے ایسے ہیں جو ماں باپ کی شفقت و محبت سے محروم رہنے کی وجہ سے نفسیاتی طور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پر ان کا جو نشوونما اور ترقی ہونی چاہیے وہ نہیں ہوتی، اسی لئے وہاں پاگل پن اور نفسیاتی بیماریوں کے قصے ایشین ممالک کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں، حالانکہ ظاہری اعتبار سے راحت وآرام اور سکون کے اسباب جتنے اُن علاقوں میں مہیا ہیں، اتنے اِن علاقوں میں نہیں ہیں، اس کے باوجود نفسیاتی مریضوں کی تعداد وہاں زیادہ ہے۔

اور پھر یہاں تک لکھا ہے کہ عورت بیچاری صبح گھر سے نکلتی ہے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ٹریفک کا مقابلہ کر کے دفتر پہنچتی ہے، شام کو دفتر سے چھوٹ کر پھر ٹریفک میں اپنا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ضائع کر کے گھر پہنچتی ہے، اور گھر آنے کے بعد بچوں کا جو مسئلہ ہے وہ تو حل ہونے والا نہیں ہے، ان کی طرف تو اس کو جو توجہ دینی ہے وہ تو دینی ہی ہے۔ عورت کے باہر نکلنے اور مرد کے شانہ بہ شانہ چلنے سے اس کے فطری عمل میں کوئی تبدیلی آنے والی نہیں ہے اور آزادی کا نعرہ لگا دینے کی وجہ سے عورتوں کو آزادی ملنے والی نہیں ہے۔

آزادئ نسواں؛ صرف لیبل

اور اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مرد جو قانون بناتا ہے اس میں اپنی بالادستی تو قائم ہی رکھتا ہے، چاہے زبان سے کچھ بھی کہتا رہے، پھر اگر یوروپ اور امریکہ ہو؛ امارت تو مرد کی ہی رہتی ہے اور سمجھدار لوگوں کا کہنا تو ہے کہ دراصل بات یہ ہے کہ مرد اپنی شہوت پوری کرنے کے لئے عورت کو نمائش گاہ میں لانا چاہتا تھا اور بغیر کسی وجہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے لا نہیں سکتا تھا، اس لئے آزادئ نسواں کا صرف لیبل دے کر عورت کو باہر نکالا گیا ہے اور اس طرح مرد اپنی خواہشات پوری کررہا ہے۔

خواتین پریشان ہیں

ایک بات یاد آئی گذشتہ ہفتہ ہی اخبار میں اچٹتی نظر پڑگئی تو اس میں ایک رپورٹ پیش کی گئی تھی کہ دفتروں میں کام کرنے والی عورتوں کی بڑی تعداد ایسی ہے جن کو اپنے اوپر کام کرنے والوں کی طرف سے پریشانیاں اور تکلیفیں پیش آتی رہتی ہیں، کہنے کا حاصل یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود کوئی سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

مرد کو عورت پر نگران مقرر کرنے کی ایک وجہ

خیر! مرد کو عورت پر نگران اور منتظم مقرر کیا گیا ہے، اس کی ایک وجہ تو وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر مردوں کو جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، وہ عورتوں کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ خالق اور پیدا کرنے والے ہیں ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ جو پیدا کرنے والا ہے کیا وہ ہر ایک کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہے؟ جیسے آپ کوئی چیز بنائیں تو اس میں کیا کمی ہے اور کیا کمال ہے؛ وہ آپ ہی جان سکتے ہیں۔ بنانے والا اس کے عیب وکمال کو جتنا جان سکتا ہے کوئی دوسرا اتنا نہیں جان سکتا اور جب اللہ تعالیٰ ہی نے فرمادیا ہے ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ تو پھر کسی اور کو اعتراض کا کیا حق ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسری وجہ

اوردوسری وجہ یہ ہے ﴿وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ﴾اوراپنامال انہوں نے خرچ کیا یعنی نکاح میں لاتے وقت شوہرمہردیتاہے،اوربعدمیں عورت کانفقہ مردپر واجب ہوتاہے۔ شریعت نے توعورت کوکمانے کے لئے کہاہی نہیں ہے۔مَیں پہلے بھی بتلاچکاہوں کہ ایک ہی شخصیت ایسی ہے جس کے پاس اپنامال موجودہوتے ہوئے بھی اس کانفقہ دوسرے پر واجب ہے اوروہ بیوی ہے۔بیوی کے پاس اپنے ذاتی کروڑہاکروڑروپے موجود ہوں اور وہ نافرمان نہیں ہے اور شوہرکے گھرسے چلی نہیں گئی ہے، تو اس کاخرچہ شوہرکے اوپرواجب ہے اس کے علاوہ کوئی بھی ایسانہیں ہے،چاہے وہ ماں ہوباپ ہو،اولادہو،ایک دوسال کاچھوٹا بچہ بھی اگرایساہے کہ اس کی ملکیت میں مال موجودہے تواس کانفقہ کسی دوسرے پر واجب نہیں ہے۔ماں باپ کانفقہ اولادپراس وقت واجب ہوتاہے جب کہ ان کے پاس مال موجودنہ ہو اگرمال موجودہے توان کا نفقہ اولادپر نہیں ہے،بیٹے کے پاس اگراتنے پیسے موجودہیں جن میں اس کے کپڑے آسکتے ہیں توباپ کے اوپراس کے کپڑوں کے لئے خرچ کرنے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ہاں !صرف بیوی کی شخصیت ایسی ہے کہ شریعت نے اس کے خرچہ کی ذمہ داری شوہرپررکھی ہے﴿وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ﴾سے یہی بتلایاگیاہے کہ شوہران پر اپنا روپیہ خرچ کرتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کسی ایک کو امیر ضرور بنایا جاتا ہے

اب اسی چیز کو ایک غلط طریقہ سے پیش کیا گیا کہ مردوں کو حاکم بنادیا گیا اور عورتوں کو غلام بنادیا گیا، حالانکہ جو حقوق شریعت نے متعین کئے ہیں ان میں عورت کو صرف ایک ہی چیز کا پابند بنایا ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتی، باقی دوسرے جتنے بھی کام کاج ہیں وہ شرعی حقوق کے طور پر لازم نہیں کئے ہیں۔

بہر حال! شریعت نے مرد کو عورت پر امیر اور منتظم بنایا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے دو یا تین آدمی سفر کر رہے ہوں تو ان کو چاہیے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بناویں تا کہ سفر کے معاملات بخوبی انجام پاتے رہیں۔ اسی طرح یہ زندگی بھی ایک سفر ہے، میاں بیوی دونوں مل کر اس سفر کو قطع کر رہے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ اس سفر کے لئے بھی کسی کو امیر مقرر کیا جاتا، لیکن یہ کام ان دونوں پر نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی فیصلہ کر دیا اور شوہر کو زندگی کے اس سفر میں امیر بنادیا، اور اس کی وجہ بھی بتلادی گئی کہ عمومی طور پر جو قوتِ عمل اور صلاحیتیں جنسی اعتبار سے مرد کے اندر موجود ہیں، وہ عورت کے اندر نہیں ہیں۔ اگر انفرادی طور پر کہیں کوئی عورت کسی مرد سے بڑھی ہوئی ہو تو وہ اس اصول سے مستثنیٰ ہے۔ دنیا کے کسی بھی اصول کو اٹھا کر دیکھ لیجئے اس میں مستثنیات ہوتے ہی ہیں۔ بہر حال! یہاں تو امیر بنانے کی بات چل رہی تھی، اور سارے اختیارات اسی نسبت سے شوہر کو حوالہ کئے گئے ہیں۔ اب اس پر بھی اگر لوگوں کو اشکال ہے تو کیا کیا جائے۔ اس لئے کہ دو میں سے ایک بات ہو سکتی ہے کہ تمام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اختیارات یاتوشوہر کے حوالہ کئے جاتے یاعورت کے حوالہ کئے جاتے،اگرعورت کے حوالہ کئے جاتے؛توآج کوئی آدمی اگراِس پراشکال کرتاہے؛تووہ اُس پر بھی اشکال کرسکتاتھا۔

امیر کی حیثیت اور مقام

بہرحال!شوہرکوامیر،نگران اورانتظام کودرست کرنے والے کی حیثیت دی گئی ہے،اورشریعت نے توامیرکی حیثیت بھی بتلادی ﴿سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ﴾ (کنزالعمال،۱۷۵۱۸) جس کو امیربنایا جائے وہ یہ نہ سمجھے کہ مجھے حکم چلاناہے بلکہ اس کی طرف سے اس بات کااہتمام ہوکہ اپنے رفقاء کوآرام پہنچانے کی کوشش کرے،ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دینے کا اہتمام کرے؛یہ ہے امارت کی حیثیت۔تویہاں پربھی مردکواموِرخانہ داری کے واسطے منتظم مقرر کیاگیاہے،اس کی ایک وجہ تواس میں صلاحیت تھی،اوردوسری بات یہ بھی ہے کہ اس کواس بات کا مکلف کیاگیاکہ وہ عورت کوزیادہ سے زیادہ راحت وآرام پہنچانے کااہتمام کرے۔

مرد کی امارت جنت سے چلی ہے

اسی لئے قرآنِ پاک میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے جنت میں بسایا تواس بات کی تاکیدفرمائی کہ اس درخت کے قریب نہ جائیو،کہیں ایسانہ ہوکہ اس کوکھالو اورشیطان تم سے غلطی کروالے اورنتیجہ یہ ہو﴿فَتَشْقَى﴾ کہ تم مشقت اور تکلیف میں پڑجاؤ۔ اس کی تفسیرمیں مفسرین نے لکھاہے کہ وہاں حضرت آدم اور حضرت حوا دونوں ہیں لیکن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مشقت میں پڑنے کا خطاب فقط حضرت آدم کو کیا گیا کہ تم تکلیف میں پڑ جاؤ گے، کیونکہ عام طور پر گھر کو چلانے کے معاملہ میں جو تکالیف آتی ہیں وہ مرد پر ہی عائد ہوتی ہیں، اور مرد کو ہی ان تکالیف کو اٹھانا پڑتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شروع ہی سے امارت مرد کے حوالہ کی گئی ہے

ایسی عورت پر فرشتے لعنت کرتے ہیں

حدیث ۲۸۱

عن أبي هريرةؓ قَالَ قَالَ رسول اللهﷺ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَأْتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

وفى رواية لهما: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے: نبی کریمﷺ نے فرمایا: جب مرد نے اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف دعوت دی، وہ نہیں گئی۔ شوہر رات بھر اس سے ناراض رہا، اس عورت پر فرشتے لعنت (اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی بددعا) کرتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ ایک روایت میں ہے: جو عورت اپنے شوہر کے بستر سے الگ رات گذارے گی، فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہیں گے۔

وفى رواية: قَالَ رسول اللهﷺ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا۔

ترجمہ:۔ ایک اور روایت میں ہے: نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف دعوت دیتا ہے اور عورت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انکار کرتی ہے، توجو ذات آسمان میں ہے(اللہ تعالیٰ)اس پرناراض ہوجاتا ہے یہاں تک کہ شوہرراضی ہوجائے۔

افادات :-ایک تویہ ہے کہ بیوی صحبت کے قابل نہیں ہے، یاتو حالتِ حیض میں ہونے کی وجہ سے،یاایسی بیمارہے کہ وہ اس مشقت کوبرداشت نہیں کرسکتی، کسی ماہر حکیم نے اس کومنع کررکھاہے؛تو دوسری بات ہے۔لیکن کوئی عذرنہ ہواورانکارکرے اور اس کے منع کرنے پرشوہراس سے ناراض ہوکررات گذارے؛توایسی عورت پرفرشتے لعنت کرتے ہیں

فرشتوں کی لعنت کی وجہ

گویاعورت کونکاح کرکے لانے کامقصدیہی ہوتاہے کہ مرد اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کرے،اورجب عورت کواس مقصد کے لئے بلایاجارہاہے اورعورت انکار کرے گی توجس مقصدکے لئے نکاح کیاگیاتھاوہ مقصد حاصل نہیں ہورہاہے، اور جب عورت برضا و رغبت مرد کی اس ضرورت کوپوراکرنے کے لئے اپنے آپ کوپیش نہیں کرے گی توپھراس کا نتیجہ یہ ہوگاکہ مردکی نگاہیں دوسری طرف جائیں گی اورمَیں پہلے بھی عرض کرچکاہوں کہ جو آدمی گھرمیں بھوکارہتاہے وہ باہرکھاناتلاش کرتاہے۔تو اگرعورت کوبلانے کے باوجود مرد کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تونتیجہ یہ ہوگاکہ مرد زنا میں مبتلاہو گا،حالانکہ شریعت نے تومردکی عفت کے لئے اتنازیادہ اہتمام کیاہے کہ اگر وہ ایک عورت سے اپنی ضرورت پوری نہ کرسکے تودوسری بیوی کرنے کی بھی شریعت نے اجازت دی ہے لیکن زنااورزناکے مقدمات یعنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جوچیزیں زنااور حرام کاری تک پہنچانے والی ہیں ان تمام کوشریعت نے صاف صاف طور پر حرام قراردے دیاہے۔نگاہوں کو نیچی رکھنے کاحکم دیا،شرمگاہوں کی حفاظت کاحکم دیا،البتہ نکاح کی اجازت دی اوراگر ایک سے ضرورت پوری نہیں ہوتی تودوتین اورچار تک کی اجازت دی، اوریہ ایک فطری چیز ہے۔

آگے دوسری روایت کاحوالہ دیتے ہیں کہ جوعورت اپنے شوہر کے بستر سے الگ رہتے ہوئے رات گذارے گی، مطلب یہ ہے کہ اس کی ضرورت کوپوراکرنے کے لئے اپنے آپ کوپیش نہیں کرے گی توفرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

یہاں تک کہ شوہرراضی ہوجائے

ایک اورروایت میں ہے ،نبی کریم(ﷺ) نے ارشادفرمایاکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کواپنے بستر کی طرف اپنی ضرورت کے لئے دعوت دیتاہے اورعورت انکارکرتی ہے،توجوذات آسمانوں میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پرناراض ہوجاتاہے یہاں تک کہ شوہرراضی ہوجائے،جب تک شوہرراضی نہیں ہوتا وہاں تک اللہ تعالیٰ بھی ناراض رہتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شوہر کی اجازت ضروری ہے

حدیث ۲۸۲

عن أبي هريرةؓ أَنَّ رسول اللهﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے: حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کی موجودگی میں روزہ رکھے مگر اس کی اجازت سے۔ اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے۔

افادات:۔ یعنی شوہر سفر میں نہیں ہے؛ تو اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ اور اگر شوہر سفر میں ہے تو بات صاف ہے کہ وہ گھر پر ہے ہی نہیں کہ اس کی اجازت کا کوئی سوال پیدا ہو، اس لئے اگر وہ روزہ رکھتی ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ شوہر کے گھر پر موجود ہوتے ہوئے عورت اگر نفل روزہ رکھنا چاہتی ہے تو جب تک وہ شوہر سے پیشگی اجازت نہ لے لے، وہاں تک روزہ رکھنے سے بھی شریعت نے منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ وہی ہے کہ اگر اس کو دن میں ضرورت پیش آجائے اور اس کا روزہ ہے تو وہ اس کی ضرورت پوری کرنے کے قابل نہیں رہے گی، اس لئے منع کیا۔

اور شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے، چاہے وہ کوئی بھی ہو، عورت کا اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً عورت کا سگا بھائی ہے لیکن شوہر نے کہہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رکھاہے کہ تیرے بھائی کو میرے گھر میں مت گھسائیو، تو اس صورت میں عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو شوہر کے گھر میں آنے کی اجازت دے۔ہاں! اگر وہ ملنے کے لئے آیاہے تو عورت خود اس سے ملنے کے لئے گھر کے دروازے پر آسکتی ہے،وہ گھر سے باہر رہے اور یہ اندر سے اس سے بات چیت کرلے۔

ہر ایک اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے

حدیث ۲۸۳

وعن ابن عُمَرَ(رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيْرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے: نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگران و ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اپنے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ چنانچہ بادشاہِ وقت اور حاکم اپنی رعیت کا نگران وذمہ دارہے، مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے،اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران وذمہ دارہے،لہٰذا تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیاجائے گا۔

افادات:-یہاں اسی بات کو بتلانے کے لئے اس روایت کو لائے ہیں کہ عورت کی اپنے گھر میں رہتے ہوئے دو ذمہ داریاں ہیں،ایک تو گھر کی اور شوہر کے مال اور چیزوں کی حفاظت کرنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یعنی وہ گھر کا نظم و نسق اس طرح سنبھالے کہ شوہر کا مال ضائع نہ ہو۔اور دوسری ذمہ داری شوہر کی اولاد کی نگرانی اور پرورش کرنی ہے۔

لہٰذا تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا،یعنی اگر وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مؤاخذہ ہو گا۔

اپنے اعضاء کا بھی ذمہ دار ہے

بلکہ علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ کسی کے ماتحت کوئی نہیں ہے،اس نے شادی بھی نہیں کی ہے اور اکیلا ہی رہتا ہے؛تو وہ اپنے اعضاء کا ذمہ دار ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے آنکھوں پر، زبان پر،کان پر،ہاتھ پر،پاؤں پر،شرمگاہ پر،اور دوسرے اعضاء پر اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے ان اعضاء کو جس طرح چاہے استعمال کرے،تو گویا وہ ان کا نگران وذمہ دار ہے اس لئے ان کو اسی طریقہ پر استعمال کرنا ہے جس طرح استعمال کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اگر اس کے خلاف استعمال کرے گا تو کل کو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑ ہو گی۔

روٹی جلتی ہے تو جل جانے دے

حدیث ۲۸۴

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَعَنْ أَبِيْ عَلِيٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ (رضی اللہ عنہ) أَنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَأْتِهٖ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ۔

ترجمہ:۔حضرت طلق بن علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے واسطے بلاوے، تو عورت کو چاہئے کہ وہ فوراً جاوے، چاہے وہ چولہے پر بیٹھی ہو۔

افادات:۔یعنی چولہے پر بیٹھی ہے اور توے پر روٹی ڈال دی ہے، اور اس حالت میں بھی اگر شوہر اس کو بلائے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تاکید یہ ہے کہ وہ چلی جاوے، روٹی جلتی ہے تو جل جانے دے، اس کی پرواہ نہ کرے۔ گویا اس کو اتنی اہمیت دی گئی ہے۔

مَیں پہلے بھی بتلا چکا ہوں کہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ مرد کا دھیان ذرا دیر کے لئے بھی دوسری طرف جانے نہ پائے، ایک لمحہ کے لئے بھی وہ دوسری کوئی چیز نہ سوچے، اگر عورت کو بلایا اور اس نے انکار کیا تو اب اس کا دماغ دوسرے چکر میں پڑے گا، حالانکہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی مرد کے دل ودماغ میں اپنی بیوی کے سوا دوسری کوئی عورت آنی ہی نہیں چاہیے، اور اس کی شکل یہی تھی کہ عورت کو اس بات کی تاکید کی جاتی کہ مرد اپنی ضرورت کے لئے اس کو جب بھی بلائے، اس وقت وہ چاہے جس حالت میں بھی ہو؛ فوراً پہنچ جائے، اس صورت میں پھر مرد کا دھیان دوسری طرف نہیں جائے گا۔ اور اگر عورت ایسا نہیں کرتی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی توجہ دوسری طرف جائے گی اور وہ اپنے لئے دوسری شکلیں سوچے گا، اور یہی چیز آگے جاکر مرد اور عورت دونوں کی بربادی کا ذریعہ بنے گی بہت سی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عورتیں اس معاملہ میں کوتاہی کرتی ہیں اورجب مرد آؤٹ لائن پر چلا جاتاہے توپھر روتی پھرتی ہیں،حالانکہ اس کو آؤٹ لائن پرجانے کے لئے اس طرح کی شکلیں اسی نے پیدا کی تھیں، اس لئے ان باتوں پر خاص دھیان دینے کی ضرورت ہے اورایسی چیزوں سے بچنے کااہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔

وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے

حدیث ۲۸۵

عن أبي هريرةؓ عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) قَالَ لَوْ كُنْتُ آمِراً أَحداً أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا ۔(رواہ الترمذی وقال:حديث حسن صحيح)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ اگرمیں کسی کوحکم کرتاکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اورکوسجدہ کرے تومیں عورت کوحکم کرتاکہ وہ اپنے شوہرکو سجدہ کرے۔

افادات:-ایک روایت میں آتاہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ وہ ایران گئے تھے،یہ اس زمانہ کاقصہ ہے جبکہ ابھی ایران فتح نہیں ہواتھا،وہاں انہوں نے دیکھا کہ حاکم کے سامنے لوگ سجدہ کرتے ہیں،انہوں نے آکرنبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے اس کا تذکرہ کیاکہ وہ لوگ اپنے حاکم کوسجدہ کرتے ہیں،اس لئے یارسول اللہ!آپ توزیادہ حق رکھتے ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔اس وقت حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اورکوسجدہ کرنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی اجازت نہیں ہے، اگر مَیں اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ گویا ان کا اتنا زیادہ حق ہے۔

جنت کا پروانہ

حدیث ۲۸۶

وعن أُمِّ سَلَمَةَ(رضی اللہ عنہا)قَالَتْ:قَالَ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم):أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ،وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ،دَخَلَتِ الْجَنَّةَ۔(رواہ الترمذی وقال:حدیث حسن)

ترجمہ:۔حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہے تو وہ جنت میں جائے گی۔

افادات:-اس روایت میں عورتوں کے لئے کتنی بڑی بشارت ہے کہ شوہر کا خوش ہونا ہی اس کے لئے جنت کا پروانہ ہے۔

حورِ عین کا خطاب

حدیث ۲۸۷

وعن معاذِبْنِ جَبَلٍ (رضی اللہ عنہ) عَنِ النبی(صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ:لَاتُؤْذِی امْرَأَةٌ زَوْجَهَافِی الدُّنْيَا اِلَّاقَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِالْعِيْنِ لَاتُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللہ ! فَإِنَّمَاهُوَعِنْدَكَ دَخِيْلٌ، يُوْشَكُ أَنْ يُفَارِقَكِ اِلَيْنَا۔(رواہ الترمذی وقال:حدیث حسن)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت معاذبن جبل (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ جب دنیامیں کوئی عورت اپنے شوہرکوتکلیف پہنچاتی ہے؛تواس مردکی وہ بیوی جو جنت کے اندرحوروں میں سے حورِعین (بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورت)اس کو وہاں ملنے والی ہے وہ حوراس کی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے مارے،اس کوتکلیف مت پہنچا،اس لئے کہ وہ توتیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھے چھوڑکروہ ہمارے پاس آنے والا ہے۔

افادات:-چونکہ عورتوں کوسوکن کی بات بہت تیزلگاکرتی ہے اوران کی باتوں سے دل جلاکرتا ہے،تویہ حوربھی جواس کی ہونے والی بیوی ہے اس کاجملہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس لئے نقل فرمایاکہ تیرے اس کرنے پروہاں یہ کہاجاتاہے،اس لئے تیری غیرت کا تقاضہ یہ تھا کہ تواس کی نوبت ہی نہ آنے دے کہ اس کویہ کہنے کاموقع ملے،بلکہ اس کو راحت پہنچانے کا اہتمام کر۔

اورمردکوبھی ایک طرح کی تسلی ہے کہ اگر عورت کی طرف سے ایذائیں پہنچتی ہیں تو صبرو تحمل سے کام لو،عنقریب جب دنیاسے جاؤگے تووہاں تم کو ایسی عورت ملنے والی ہے کہ جو تمہیں دنیامیں پہنچنے والی تکلیف پر بھی اپنے لئے تکلیف محسوس کرتی ہے،تو جب تم وہاں پہنچوگے توتمہیں وہ کتنی راحت پہنچائے گی۔

مردوں کے لئے سب سے زیادہ سخت فتنہ

حدیث ۲۸۸

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن أُسَامَةَبْنِ زَيْدٍ(رضی اللہ عنہ) عَنِ النبی(صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ:مَاتَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ (متفق عليه)

ترجمہ:۔حضرت اسامہ بن زید(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایاکہ مَیں نے اپنے بعد مردوں کیلئے کوئی زیادہ سخت فتنہ عورتوں کے مقابلہ میں نہیں چھوڑا۔

افادات:-یعنی ہراعتبار سے، اپنی کشش ونمائش کے اعتبار سے بھی مردوں کیلئے سب سے بڑے فتنہ کی چیز عورتیں ہیں۔اورویسے بھی جب عورتیں بیوی ہونے کی حیثیت سے ایسے امورمیں-جن میں ان کودخل نہیں دیناچاہیے-دخل دیتی ہیں اور مرد اگران کی مان کر چلتا ہے،تواس کے نتیجہ میں معاشرت کی لائن سے بہت سی خرابیاں پیش آتی ہیں،اس لئے مردوں کواس باب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے،اوراس سلسلہ میں شریعت نے جو ہدایتیں دی ہیں ان کوملحوظ رکھناچاہیے۔یہ بھی نہیں ہوناچاہیے کہ عورت کاحق ضائع کردیا جائے،اوریہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اس کواتناسر پربٹھادے کہ اس کی بات مانتے ہوئے دوسروں کے حقوق کوضائع کرتا رہے، بلکہ آدمی کو درمیانی اورمعتدل راہ اختیار کرنی چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطافرمائے۔

آپس کے حقوق کی ادائیگی کا ہمیں اہتمام نصیب فرمائے۔

اور آپس کی حق تلفیوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلنَّفَقَةُ عَلَى الْعَيَالِ

(مجلس ۱)

اہل وعیال پر خرچ کرنا

مجلس (۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُبِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَاوَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَامَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَاۤ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَاہَادِیَ لَہٗ، وَنَشۡھَدُاَنۡ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡكَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَاوَمَوۡلَانَامُحَمَّدًاعَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔ أمابعد:-

فأعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

وَعَلَی الۡمَوۡلُوۡدِ لَہٗ رِزۡقُھُنَّ وَ کِسۡوَتُھُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ۔ (البقرۃ:۲۳۳)

وقال تعالی:-لِیُنۡفِقۡ ذُوۡسَعَۃٍ مِّنۡ سَعَتِہٖ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَیۡہِ رِزۡقُہٗ فَلۡیُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰہُ اللّٰہُ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰھَا۔ (الطلاق:۷)وقال تعالی:-وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَھُوَ یُخۡلِفُہٗ۔ (سبآء:۳۹)

اہل وعیال کی کفالت

پچھلے باب میں بیوی کے اوپر شوہر کے کیا حقوق ہیں ان کو بیان کیا تھا اور اس باب میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آدمی اپنے گھر والوں اور اہل وعیال پر جو خرچ کرتا ہے، ان کا نفقہ برداشت کرتا ہے؛ تو اس پر اس کو کیا ملتا ہے، اسی سلسلہ میں کچھ آیات وروایات پیش کرتے ہیں

پہلی آیت لائے ہیں﴿وَعَلَی الۡمَوۡلُوۡدِ لَہٗ رِزۡقُھُنَّ وَ کِسۡوَتُھُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ باپ کے اوپر بچوں کی ماؤں کا کھانا پینا اور کپڑا دستور کے مطابق لازم ہے یعنی یوں کہئے کہ بیوی اپنے شوہر کے پاس اپنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آپ کو فارغ کر کے اسی کے کام کے واسطے گھِری رہتی ہے تو اب شوہر پراس کی تمام ذمہ داری اپنی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔اور دنیا کا بھی دستور ہے کہ جو آدمی کسی کے کام کے لئے اپنے آپ کو فارغ کئے ہوئے ہو اور اسی کے کام کے لئے مصروف ومشغول ہو تو اس کا خرچہ اسی کے ذمہ ہوا کرتا ہے، اگرہم اور آپ اپنے کسی کام کے واسطے کسی کو بمبئی لے جائیں یااپنے گھر بلائیں اور کھانے کا وقت آوے توایسا نہیں ہوتا کہ اس سے کہہ دیں کہ جاؤاپنے گھرجاکرکھالو،یااپنے پیسوں سے کھالو، بلکہ جب اپنے کام کے لئے لے گئے توکھلانے پلانے کی ذمہ داری بھی ہم پر ہی ہے۔

بیوی کے جیتے مرتے ساری ذمہ داری شوہرپر ہے

عورتوں کومردوں کی ضرورت پورا کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے حلال کرکے ان کے نکاح میں دیااور عورتیں مردوں کی اسی ضرورت کے پیشِ نظر اپنے آپ کو مردوں کے پاس اپنے تمام گھروالوں کو قربان کرکے آگئی تواب اس کے نفقہ اوراس کے خرچہ کی ساری ذمہ داری شوہروں کے اوپرہے۔اس سلسلہ میں پہلے بھی مَیں مسئلہ بتلاچکاہوں کہ شریعت میں جودوسروں کانفقہ کسی کےاوپر واجب ہوتاہے اس میں اصول تو یہ ہے کہ جس کے پاس اپنا مال موجودہو،اس کانفقہ اورخرچہ کسی دوسرے کے اوپر واجب نہیں ہوتا،یہاں تک کہ باپ کے پاس اپنامال موجودہے تواس صورت میں باپ کانفقہ وخرچہ اولادکے اوپرنہیں ہے،وہ اپنے مال میں سے اپناخرچ برداشت کرے گا۔اولادکے پاس اپنامال موجود ہے،چاہے وہ نابالغ ہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کیوں نہ ہوں،ان کا نفقہ اور خرچہ ان کے مال میں واجب ہو تا ہے، باپ کے ذمہ نہیں ہے۔ کوئی بھی آدمی جس کے پاس اپنا مال موجود ہو،اس کا نفقہ اور خرچہ اسی کے مال میں سے نکالا جائے گا،البتہ ایک شخصیت ایسی ہے اور وہ ہے بیوی؛کہ اس کا نفقہ شوہر کے اوپر ہے، چاہے بیوی کا اپنا مال کتنا ہی کیوں نہ ہو۔بیوی کے پاس کروڑہا روپیہ موجود ہے، اس کے باوجود اس کا نفقہ شوہر کے اوپر ہے،چاہے شوہر صرف کھاتا پیتا ہے اوراس کے پاس ضرورت کے مطابق ہی رقم ہے، تب بھی بیوی کا خرچہ شوہر کے اوپر ہو گا، بیوی کا نفقہ اس کے اپنے مال میں نہیں ہے۔

یہاں تک کہ جب آدمی کا انتقال ہو جائے تو مسئلہ یہ ہے کہ اپنے انتقال کے وقت آدمی نے جو کچھ مال وجائیداد وغیرہ چھوڑی ہے اس میں جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں سب سے پہلے اس کے ترکہ میں سے اس کی تجہیز و تکفین وتدفین کے مصارف نکالے جائیں گے،کسی سے مانگا نہیں جائے گا۔ہاں !اگر اس نے کچھ بھی مال نہیں چھوڑا ہے تو پھر دوسرے لوگ اس کا انتظام کریں گے،چاہے مرنے والا بڑا ہو یا چھوٹا بچہ ہو،مرد ہو یا کوئی عورت ہو، لیکن اگر وہ عورت کسی کی بیوی ہے اور شوہر موجود ہے تو اس نے چاہے کروڑہا روپیہ اپنی ملکیت میں چھوڑا ہو؛ تب بھی اس کا کفن دفن شوہر کے ذمہ ہے،چونکہ زندگی میں اس کے کپڑے کا خرچہ شوہر کے اوپر واجب تھا،موت کے بعد کا لباس یعنی کفن کی ذمہ داری بھی شوہر کے اوپر ہی ہے،ہاں! اگر شوہر کے پاس کچھ بھی مال نہیں ہے تو پھر عورت کے مال میں سے کفن دفن کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو ایک تو اس کے کھلانے پلانے کی ذمہ داری، دوسرا اس کی رہائش کا انتظام اور تیسرا اس کے لباس کا انتظام اور جو ضروری چیزیں ہیں مثلاً بالوں کے واسطے ضروری تیل، یا غسل کے واسطے پانی اور صابن وغیرہ کا انتظام؛ یہ سارا خرچہ شوہر کے اوپر ہے، باقی عیش و عشرت کے لئے زائد چیزوں کی ذمہ داری شوہر کے اوپر نہیں ہے۔

خرچہ دینے میں کس کی حیثیت کا اعتبار ہوگا؟

﴿رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِالۡمَعۡرُوفِ﴾ "دستور کے مطابق" یعنی مالی اعتبار سے عورت بھی اسی جیسے خاندان اور گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جو پوزیشن اللہ تبارک وتعالیٰ نے شوہر کو عطا فرمارکھی ہے؛ تو اس کے مطابق اس کا خرچہ ہوگا، اگر وہ غریب ہیں تو عام طور پر غریب لوگ جس قسم کے مکان میں رہتے ہیں، اور غریب لوگ جس قسم کا لباس استعمال کرتے ہیں، اور غریب لوگ جس قسم کا کھانا استعمال کرتے ہیں؛ اسی قسم کا کھانا، مکان ورہائش کا انتظام، اور کپڑے شوہر کے اوپر واجب ہوں گے۔

اور اگر دونوں ایسے ہیں کہ ان کا تعلق مالدار طبقہ سے ہے تو اس صورت میں اونچے طبقہ والے آدمی جس قسم کے مکان میں رہتے ہیں، جس قسم کا لباس استعمال کرتے ہیں اور جس قسم کا کھانا پینا ان کا ہوتا ہے، اسی قسم کا خرچہ شوہر کے اوپر واجب ہوگا۔

اور اگر شوہر مالدار ہے اور بیوی غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، یا شوہر غریب ہے اور بیوی مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے تو اس صورت میں فقہاء کے یہاں کچھ تفصیل ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حنفیہ کے یہاں مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ دونوں کی پوزیشن ملحوظ رکھتے ہوئے بیچ کا راستہ نکالا جائے گا۔

عورتوں کی کمائی کھانا

عورتوں کے لئے کمانے کو شریعت نے ضروری قرار نہیں دیا، اس کو تو گھر ہی میں رہنا ہے۔ ہاں! اگر اپنے گھر میں رہ کر کچھ کاروبار کرتی ہے، اور اس سے کچھ پیسہ حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کا اپنا ہے، شوہر کا اس پر کوئی حق نہیں ہے، اگر وہ اپنی مرضی سے شوہر کو دینا چاہے تو الگ بات ہے، اور شوہر کو بھی اس پر نگاہ نہیں رکھنی چاہیے۔ ایک مرد ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے جو مقام اور وقار اس کو عطا فرمایا ہے اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ بیوی کی کمائی کے اوپر شوہر کی نظر نہ ہو، بلکہ وہ سامنے چل کر دیتی ہو؛ تب بھی اپنے بلند حوصلہ کی وجہ سے یوں کہے کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، مَیں خود ہی کما کر لاتا ہوں اور تمہارے خرچ کا انتظام کرتا ہوں۔

جیب خرچ بھی دو

﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ﴾ حیثیت والا اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ پہلے بتلایا تھا کہ ضروری اور واجب خرچہ کے علاوہ جیب خرچ کے لئے کچھ رقم بیوی کو دینی چاہیے، تاکہ ایسی ضرورتیں جن کو وہ کسی کے سامنے ظاہر نہ کرسکتی ہو ان میں وہ اس رقم کو استعمال کرسکے، اور جس کی روزی نپی تلی اور تنگ ہے کہ اس کے پاس مالی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وسعت نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے وہ اس کے مطابق خرچ کرے۔اسی آیت کی وجہ سے علماء کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ گھر کا خرچہ دینے میں شوہر کی مالی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا﴾اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اتنا ہی پابند بناتے ہیں جتنا اس کو دیا گیا۔اسی آیت میں آگے یہ ہے کہ بعض لوگ خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور یوں سوچتے ہیں کہ کم ہو جائے گا تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں﴿سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد سہولت پیدا کر دیتے ہیں۔

جو خرچ کروگے؛ اس کا بدلہ پاؤگے

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ﴾(بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے،اللہ کے اس حکم کو پورا کرنے کے واسطے)تم جو کچھ بھی خرچ کروگے؛اس کا بدلہ پاؤگے۔

ایک بات یاد رہے کہ ویسے بھی آدمی اپنی طبعی محبت کی وجہ سے اولاد اور بیوی پر خرچ کرتا ہی ہے،لیکن اگر وہ یہ نیت کرلے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں اپنی بیوی بچوں کا نفقہ برداشت کروں اور ان کی ضرورتوں کا انتظام کروں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسی حکم کو پورا کرنے کی نیت سے وہ محنت کرتا اور کماتا ہے،اور کمانے کے واسطے جو مشقت پیش آتی ہے اس کو برداشت کرتا ہے اور پھر خرچ کرتا ہے تو اس صورت میں چونکہ اس کی نیت اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کی ہے ،تو یہ سب اجر وثواب میں داخل ہے اور گویا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھر والوں کے لئے تھکنا

احیاء العلوم میں امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک روایت نقل کی ہے ﴿مَنْ سَعیٰ عَلیٰ عِیَالِهٖ مِنْ حِلِّهٖ فَهُوَ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ(اخرجه الطبرانی فی الاوسط۔أحیاء علوم الدین ۸۹/۲)﴾جو آدمی حلال طریقہ سے اپنی اولاد کا خرچہ برداشت کرنے کے لئے محنت کرتا ہے،تو وہ ایسا ہے جیسے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا،یعنی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کو جہاد پر جو اجر وثواب ملتا ہے، یہ آدمی اپنے گھر والوں کی، اپنے بچوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے حلال طریقہ سے کمانے کے لئے جو کوشش کرے گا اور جو محنت کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر بھی اس کو وہی اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے گویا اس کو یہ کام طبعی تقاضوں کی وجہ سے بوجھ سمجھ کر نہیں کرنا چاہیے۔

بعض لوگ محبت ہوتی ہے تو طبعی تقاضہ کی وجہ سے،اور اگر محبت نہیں ہوتی ہے تو بیگار سمجھ کر کرتے ہیں اور یوں سوچتے ہیں کہ یہ تو جھک مار کے کرنا ہی ہے، ایسی نیت نہیں ہونی چاہیے،بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم پورا کرنے کی نیت سے کرے تو وہ بھی عبادت میں شمار ہوگا اور اس میں اس کو ثواب ملے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عورت کو حق ہے کہ وہ انکار کردے

ایک بات یادرہے کہ آج کل لوگ اپنے اہل وعیال کا نفقہ پو راکرنے کے لئے کوشش ضرورکرتے ہیں لیکن اس میں شریعت نے ایک بڑی شرط جو لگائی ہے وہ حلال کی ہے حلال کا اہتمام بہت ضروری ہے۔فقہاءنے تو یہاں تک لکھاہے کہ اگر کوئی شوہر حرام کمائی کے ذریعہ سے عورت کانفقہ اداکرناچاہتاہےتوعورت کویہ حق ہے کہ وہ انکارکردے کہ مَیں تمہاری اس کمائی کاپیسہ لینانہیں چاہتی،مجھےتوحلال لاکردو،اوراس سلسلہ میں عورت قاضی کے یہاں دعویٰ دائرکر سکتی ہے،اس لئے حلال کمائی کا اہتمام بہت ضروری ہے۔

ہمارے اوراسلاف کے درمیان بڑافرق

ہمارے معاشرہ میں عام طورپرجوبرائیاں پھیلی ہوئی ہیں اورجو خرابیاں آچکی ہیں ان خرابیوں کے مختلف اسباب ہیں،ان اسباب میں سے ایک بڑاسبب یہ ہے کہ ہم نے اپنی کمائی کے ذرائع میں حلال طریقہ کااہتمام کرناچھوڑدیا،اورحلال کی جواہمیت ہمارے اسلاف کےیہاں تھی وہ ہمارے دلوں میں نہیں رہی۔حرام سےبچنے کاجو اہتمام اورحرام کاجوڈران کے دل و دماغ میں بیٹھاہواتھا اور حرام سےبچنےکےلئےوہ جتنا اہتمام کرتے تھے، اورحرام کیابلکہ حرام کے شبہ سے بھی بچنے کاجواہتمام کرتے تھے وہ ہمارےیہاں نہیں ہے، ”حکایاتِ صحابہ“جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فضائل کی کتابوں میں پہلی کتاب ہے، آپ تعلیم میں سنتے رہتے ہیں، اس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے زہد اور تقویٰ کا مستقل ایک باب قائم کیا ہے، اس باب میں کئی واقعات پیش کئے ہیں۔

وہ مشتبہ کھجور

خود نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا کتنا اہتمام فرماتے تھے، ایک مرتبہ جن زوجۂ مطہرہ کے یہاں آپ کی رات کی باری تھی، انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کو نیند نہیں آرہی ہے، کروٹیں بدل رہے ہیں، تو ان زوجۂ مطہرہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے آج آپ کو نیند نہیں آرہی ہے؟ حضو اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ در اصل ایک کھجور گھر کے اندر پڑی ہوئی تھی، مَیں نے اُٹھا کر اس لئے کھالی کہ وہ ضائع نہ ہوجائے، لیکن اب مجھے یہ خیال آیا کہ اگر وہ صدقہ کی ہوئی تو؟(مسند أحمد۔ ۶۸۲۰)اور چونکہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے، محض اس خیال کی وجہ سے آپ کو رات بھر نیند نہیں آئی۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرنی چاہیے

دیکھو! جو لقمہ اوردانہ دستر خوان پر گرجاتا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس دانہ کو اٹھا کر صاف کر کے کھالو، اگر پڑا رہنے دو گے تو وہ شیطان کے لئے ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اور دانے جس نے دئے؛ یہ دانہ بھی اسی نے دیا ہے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) بڑی عمدہ مثال سے اس چیز کو سمجھاتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھے کہ دیکھو!وزیر اعظم یا بادشاہ نے آپ کو کوئی چیز کھانے کے لئے دی، اور آپ اسی کے سامنے وہ چیز کھارہے ہیں،اب اگراس میں سے کوئی چیز گرگئی تو آپ فوراً اس کو اُٹھا کر صاف کرکے کھالیں گے،اس لئے کہ آپ یہ سوچیں گے کہ اگر مَیں اس کو ایسے ہی چھوڑ دوں گا تووہ کیا سمجھیں گے کہ میری دی ہوئی چیز کی اس کے یہاں کوئی قدر نہیں ہے۔جب ہم دنیا کے بڑے لوگوں کی دی ہوئی چیز کے ساتھ ان کااکرام مدِنظر رکھتے ہوئے اتنا زیادہ اہتمام کر تے ہیں توپھر یہ جتنا بھی اورجوکچھ بھی دیاہواہے وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کاہی دیاہواہے،اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہروقت دیکھتاہے،ہم اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں، توپھر ہمیں اس دانے کو اٹھاکر صاف کرکے کھالیناچاہیے،اس میں ہمیں کسی قسم کی عاراور شرم محسوس نہیں ہونی چاہیے اس معاملہ میں ہم بہت زیادہ کوتاہی کرتے ہیں۔

اکابر کا اہتمام

ہمارے اکابر کے یہاں اس کابڑااہتمام ہواکرتاتھا،شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی (رحمۃ اللہ علیہ)کے حالات میں لکھاہے کہ ان کے دسترخوان پرجب کھاناہوتا تھا توجب کھانا کھاکرسب فارغ ہوجاتے تھے اورکوئی دانہ یاروٹی کاکوئی ٹکڑاکسی کے سامنے گراہوا ہوتاتھاتو حضرت مولانا اس کواُٹھاکرصاف کرکے کھالیاکرتے تھے،حضرت کے اس اہتمام کی وجہ سے کسی کا لقمہ اگر گرجاتا تھا تو وہ اس کو گرا ہوا رہنے نہیں دیتا تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کے یہاں بھی دیکھا،اس بات کا خاص اہتمام تھا کہ کوئی چیز ضائع نہیں ہونی چاہیے،یہاں تک کہ کسی پھل کے ذائقہ میں ذرا معمولی سی تبدیلی آگئی ہوتی تو حضرت شیخ اس خیال سے کہ وہ ضائع نہ ہونے پائے یہ فرماتے تھے کہ کون ہے جو اس کو کھالے گا؟ اس لئے کہ بعض طبائع اس کو گوارا کرلیتی ہیں اور بعض طبائع کو گوارا نہیں ہوتا۔یہاں تک کہ کوئی آدمی گلاس میں پانی لے کر آدھا پیتا تو باقی آدھا گلاس پانی پھینک دینا حضرت شیخ کو بالکل گوارہ نہیں تھا،اگر دیکھ لیتے تو فرماتے کہ پانی تم نے پھینک دیا، ایسا کیوں کیا؟

ایک ایک قطرہ کتنا قیمتی ہے

واقعہ ہے کہ پانی جیسی نعمت مفت میں اس طرح وافر مقدار میں ملی ہوئی ہے اس لئے ہمیں اس کی قدر نہیں ہے۔ابھی قریبی زمانہ میں کچھ کے اندر جو سمندری طوفان آیا تھا،اس کے بعد کے حالات ہم نے سنے کہ کسی اخبار کا کوئی نامہ نگار وہاں پہنچ گیا اور ایک بوتل پانی کی اس کے پاس تھی،تو پانی کی اس بوتل کو دیکھ کر بیسیوں آدمی اس کے چاروں طرف جمع ہوگئے۔ جہاں پانی نہیں ہوتا وہاں ایک ایک قطرے کی قدر ہوتی ہے،یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مفت میں اور وافر مقدار میں دیدیا ہے اس لئے ہمیں اس کی قدر نہیں ہے،جن کے پاس نہیں ہے ان سے پوچھو کہ کتنی قیمتی چیز ہے۔بہرحال!اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اپنی جگہ پر بہت ہی قیمتی ہے،اس لئے ہمیں اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ ضائع نہ ہونے پائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوحِ دل پر نقش کرنے کی بات

اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا واقعہ حکایاتِ صحابہ ہی کے اندر لکھا ہوا ہے اس زمانہ میں لوگوں کے پاس بہت سے غلام ہوتے تھے، تو آقا ان سے کہہ دیا کرتے تھے کہ تم اپنے طور پر اپنا کاروبار کرو اور شام کو اتنی مقدار مجھے دے دینا، باقی جو بچے وہ تمہارا رہے گا، پھر پورے دن کی محنت کے بعد جو رقم آتی تھی وہ غلام مقررہ رقم ان کو پہنچا دیا کرتا تھا؛ اس کو خراج کہتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا ایک غلام تھا جس کو انہوں نے خراج پر اُٹھار کھا تھا، ایک روز وہ کچھ کھانے کی چیز لے کر آیا، یہاں حضرت کا فاقہ تھا اور کھانے کی چیز لا کر حضرت کے سامنے رکھی تو حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے بھی ایک لقمہ لے کر کھا لیا، حالانکہ ان کی عادت یہ تھی کہ روزانہ اس سے تفصیل پوچھتے تھے کہ یہ کہاں سے اور کس طرح لایا۔ اتفاق کی بات کہ اس روز فاقہ کی وجہ سے طبیعت میں بھوک کا تقاضہ تھا اور آج تک پوچھتے رہے اس لئے شاید ضرورت محسوس نہ کی ہو، یا طبیعت کے تقاضہ کی وجہ سے پوچھا نہیں اور ایک لقمہ اٹھا کر کھا لیا۔ لیکن آج تو غلام بھی کوئی نئی چیز لایا تھا اس لئے اسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ تو روزانہ پوچھتے تھے کہ کہاں سے لایا، آج آپ نے نہیں پوچھا؟ فرمایا کہ بھائی! اب بتا دے کہاں سے لا یا؟ اس نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں مَیں ایک قبیلہ میں گیا تھا، وہاں مَیں نے کہانت کی تھی (کہانت کا مطلب غیب کی خبر بتانا، جس کو جوتش

کہتے ہیں)حالانکہ اس زمانہ میں کہانت کرنے والے جو کہانت کیا کرتے تھے مجھے وہ بھی صحیح معلوم نہیں تھی،ایسے ہی اٹکل سے مَیں نے ایک بات کہہ دی تھی،اوراس کا مَیں ماہر بھی نہیں تھا، اس وقت انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے معاوضہ میں ہم تمہیں کچھ دیدیں گے،اتفاق کی بات کہ آج میرا وہاں سے گذر ہو اتو ان کے یہاں کوئی تقریب تھی،اس لئے کھانا پکا تھا، انہوں اسی کے معاوضہ میں مجھے یہ کھانا دیا تھا۔حضرت ابو بکر(رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ تو تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔اب حضرت ابوبکر(رضی اللہ عنہ) گلے میں اُنگلی ڈال رہے ہیں تاکہ وہ لقمہ نکلے لیکن ایک لقمہ اور وہ بھی دو ایک وقت کے فاقہ کے بعدپیٹ میں گیا تھا،وہ اس طرح اُنگلی ڈالنے سے کہاں نکل سکتا تھا۔انہوں نے بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں نکلا،اب وہ پریشان ہیں کہ کیا کریں۔لوگوں نے بتایا کہ ایسا کیجئے کہ پانی منگواکر خوب پئیں اور پھر قے کریں،ہوسکتا ہے کہ پانی کے ساتھ نکل جائے۔لہٰذا بڑا پیالہ پانی منگوایااورپانی پیتے رہے اوراُنگلی ڈال کرتے کرتے رہے؛ یہاں تک کہ بڑی مشقت اور تکلیف سے وہ لقمہ نکلا۔کسی نے کہا کہ حضرت!آپ نے خواہ مخواہ ہی اتنی زحمت برداشت کی،ایک لقمہ کے واسطہ اتنی تکلیف کاہے کو اٹھائی؟ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ جان ہی دیدیں گے۔حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے جواب میں جو بات ارشاد فرمائی وہ ہم لوگوں کے لئے اپنے لوحِ دل پر نقش کرنے کے قابل ہے کہ مَیں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ آدمی کے جسم کا جو حصہ حرام مال سے بنا ہو،وہ جہنم کی آگ کا زیادہ حقدار ہے۔حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد سننے کے بعدیہ کیسے ممکن تھا کہ اس لقمہ کومَیں اپنے پیٹ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں رہنے دیتا، اگر وہ میری جان کے ساتھ نکلتاتب بھی مَیں اس کونکال کرکے رہتا یعنی اس کو نکالنے میں میری جان چلی جاتی تو مَیں جان دیدیتا۔(شعب الایمان۔۵۷۶۰)

نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد ہم اور آپ بھی سنتے ہیں﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ (تفسیرحقی،۲۵۵/۱۴)﴾وہ گوشت جو حرام مال سے تیار ہوا ہو؛ جنت میں نہیں جائے گا ﴿كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ(الكشف والبيان۔۶۶/۴)﴾اور ہر وہ گو شت جو حرام مال سے بنا ہو، جہنم کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے ﴿كُلُّ جَسَدٍ غُذِيَ بِالْحَرَامِ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهَا﴾ہر وہ جسم جو حرام سے تیار ہوا ہو ؛جہنم کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ غور کیجئے کہ حرام کے معاملہ میں کتنی زیادہ سخت وعیدیں حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمائی ہیں۔

حرام لقمہ کانقصان

حرام لقمہ جس کو ہم معمولی سمجھتے ہیں اس نے ہماری تمام عبادتوں کی تاثیر ختم کردی ہے،ہماراحال ایساہی ہوگیاہے کہ ایک آدمی ہزاروں لاکھوں کی دوائی کھاتاہے لیکن ایک بدپرہیزی ایسی کرتاہے کہ لاکھوں روپیہ کی ساری دوابے کارہوجاتی ہے،تواب سوچو کہ اس دوا سے کیافائدہ ہوا۔ہم اتنی ساری عبادتیں کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں،روزے رکھتے ہیں،اور بہت کچھ کرتے ہیں؛لیکن اگرحرام غذااندرچلی گئی توہماری ساری عبادتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کی کوئی نماز قبول نہیں

حدیث ِپاک میں آتاہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایاکہ کسی آدمی نے کوئی کپڑادس درہم(دس روپے)میں خریدا،جس میں ایک روپیہ حرام کاہے،توجب تک وہ کپڑااس کے جسم پرہے اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔اس حدیث کونقل کرنے کے بعدحضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہ) نے اپنی دونوں اُنگلیاں کانوں میں ڈال کرفرمایاکہ اگرمَیں نے حضور(صلی اللہ علیہ وسلم)کویہ ارشادفرماتے ہوئے نہ سناہو؛ تو میرے کان بہرے ہوجائیں۔ (مسند احمد۔۵۷۳۲)

ایک سوال

ایک صاحب پوچھنے لگے کہ اس میں حرام تھوڑاہے ،اور حلال زیادہ ہے؛تویہ معاملہ درست ہوجاناچاہیے۔ان سے پوچھاکہ ایساکیوں ؟توکہنے لگے کہ وہ ایک مسئلہ آتاہے نا۔ کیامسئلہ آتاہے؟پہلے مَیں آپ کووہ مسئلہ پوری تفصیل سے بتادوں تاکہ پوری بات صاف ہوجائے۔

ایک آدمی کی پوری کمائی حلال کی ہے،اگروہ ہماری دعوت کرے یاہمیں کوئی ہدیہ دے توہمارے لئے وہ دعوت کھاناحلال وجائزہے اورہدیہ قبول کرناجائز ہے۔اور اگر ایک آدمی کی پوری کمائی حرام کی ہے اوروہ ہماری دعوت کرتاہے یاہمیں کوئی ہدیہ دیتا ہے؛ تو ہمارے لئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہ تووہ دعوت کھاناحلال وجائزہے اورنہ وہ ہدیہ قبول کرناجائزہے۔یہ دونوں مسئلے تواپنی جگہ پر بالکل صاف صاف ہیں۔

ایک آدمی ایساہے جس کی کمائی میں حلال بھی ہے اور حرام بھی ہے،مثلاً اس کی تجارت بھی ہے جس سے حلا ل روزی کماتاہے لیکن کبھی کبھی سٹہ بھی کھیل لیتاہے اوراس سے بھی کچھ آمدنی ہوجاتی ہے؛اس کی دعوت کھانا جائز ہے کہ نہیں؟

اس کے متعلق بھی مسئلہ صاف لکھاہے کہ وہ جس مال سے دعوت کررہاہے، اگر یقینی طورپرہمیں معلوم ہوجائے کہ وہ مال حرام ہے،چاہے اس کی سٹہ والی آمدنی فقط دس پرسنٹ (۱۰٪) ہی ہو،اور حلال آمدنی نوے پرسنٹ (۹۰٪)ہو؛لیکن یہ ہم جانتے ہیں کہ اس نے ہماری دعوت سٹے والی آمدنی سے کی ہے،توہمارے لئے کھاناحلال اورجائزنہیں ہے،بالکل حرام ہے۔

اوراگرہمیں یقین کےساتھ معلوم ہے کہ ہماری دعوت اس نے جس ما ل سے کی ہے وہ حلال ہے،جیسے آپ نے اس کو منع کر دیاکہ مَیں تیری دعوت نہیں کھاتا،اس لئے کہ تیری آمدنی حرام ہے۔تواس نے کہاکہ مولوی صاحب!جس پیسہ سے مَیں آپ کی دعوت کررہا ہوں وہ حلا ل کما ئی کاہے،مَیں نے تجارت کی تھی اس سے کمایاتھااوراسی سے آپ کی دعوت کرتاہوں اورآپ کوبھی اس بات کایقین ہے ،یاآپ کےسامنے اس نےکسی حلال کمائی والے سے قرض لیااوران پیسوں سے کوئی چیزخریدکرآپ کوہدیہ میں دی،اورآپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہےہیں کہ اس نےجودعوت کی یاجوہدیہ دیاوہ حلال ہی میں سے دیاہے؛تولیناجائزہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خلاصہ یہ ہوا کہ اگر یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ حرام میں سے ہے؛ تو لینا اور کھانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ حلال میں سے ہے؛ تو لینا اور کھانا جائز ہے، چاہے اس کی حلال آمدنی تھوڑی ہو اور حرام زیادہ ہو۔ یا حلال زیادہ ہو اور حرام کم ہو۔

تب ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں

لیکن اگر وہ ہماری دعوت کر رہا ہے یا ہمیں ہدیہ دے رہا ہے، اور اس کی آمدنی کچھ حلال کی ہے اور کچھ حرام کی ہے ، اور ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری دعوت جس مال سے کر رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔ یا اس سے پوچھا تو اس کو بھی یاد نہیں ہے کہ یہ کس مال میں سے ہے؛ تو اس وقت علماء نے بتایا ہے کہ اگر اس کی آمدنی کا زیادہ حصہ حلال کا ہے تو آپ کے لئے کھانا جائز ہے اور ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور اس کی آمدنی کا بڑا حصہ پچاس سے زیادہ پرسنٹیج (٪) اگر حرام کا ہے، تو آپ کے لئے نہ وہ کھانا حلال ہے اور نہ ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ہمیں یقینی طور پر معلوم نہیں ہے۔

جواب

لیکن بھائی! قاعدہ کی بات یہ ہے کہ جب آپ کما رہے ہیں تو آپ کو تو یقینی طور پر معلوم ہے کہ آپ کے پاس جو کمائی آرہی ہے ، وہ حرام ہے، چاہے وہ ایک پرسینٹ (٪) ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے آپ جو معاملہ کر رہے ہیں اس میں جب ایک پرسینٹ (٪) بھی حرام آگیا بلکہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدھا پرسینٹ(½٪) بھی حرام آگیا تووہ معاملہ پورا ہی حرام ہوگیا، اب آپ کے لئے وہ حلال نہیں رہا۔ تھوڑے سے حرام کی ملاوٹ سے پورامعاملہ حرام اور ممنوع ہوجاتاہے۔

دیکھو!منطق کاایک قاعدہ ہے کہ نتیجہ ہمیشہ ارذل کے تابع ہوتاہے،یعنی دو چیزیں جمع ہوجائیں ،ایک گھٹیا ہواوردوسری بڑھیاہو؛تونتیجہ گھٹیاکے تابع ہوگا،جیسے آپ دودوست سفر کررہے ہیں، آپ نے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لیااور آپ کے دوست نے سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لیا لیکن دونوں سفر ساتھ کرناچاہتے ہیں،توسیکنڈکلاس والا آپ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا، لیکن آپ سیکنڈکلاس والے کےساتھ بیٹھ سکتے ہیں۔اسی طرح مثلاًدودھ سے بھرے ہوئے ایک پیالہ میں ایک قطرہ پیشاب کا گرگیا، تو پورا پیالہ خراب اور ناپاک ہوجائے گا۔

ایک اورمثال دوں کہ چارپانچ آدمیوں کی پوری پارٹی تفریح کے لئے پیدل نکلی، ان میں سے ایک کی رفتارگھنٹہ کی دس کلو میٹر کی ہے،دوسرے کی رفتار ایک گھنٹہ کی پانچ کلومیٹر کی ہے،تیسرے کی رفتاردوکلومیٹرکی ہے،اورسب دوست ساتھ ہی رہناچاہتے ہیں،توسب کودو کلومیٹروالے کی رفتارسے چلناپڑے گا۔ان ساری مثالوں سے ایک بات سمجھاناچاہتاہوں کہ نتیجہ گھٹیا کے تابع ہوتاہے ،اوریہی قاعدہ ہے۔

اورجولوگ مسئلہ جانتے ہیں ان سے مسئلہ پوچھو،آپ خودہی قیاس کرکے حلال وحرام کے فیصلے کرنے لگیں؛یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔کیاحلال ہے اورکیا حرام ہے یہ ہمارے ائمہ اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمارے اکابر واسلاف طے کر چکے ہیں، اب ہمیں تو کتابوں میں سے دیکھ کر صرف عمل کرنا ہے، شریعت نے ہمارے ہاتھ میں فیصلہ نہیں دیا ہے۔

تو مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس حدیث میں سیدھا حکم موجود ہے، کسی کپڑے میں نو روپے حلال کے تھے، اور ایک روپیہ حرام کا تھا؛ تو حضور (ﷺ) فرماتے ہیں کہ جب تک وہ کپڑا اس کے جسم کے اوپر رہے گا، اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔

امام صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا مشتبہ سے احتیاط

یہی تو بات تھی جس کی وجہ سے ہمارے اسلاف اس چیز کو بھی چھوڑدیا کرتے تھے جس میں حرام کا شبہ ہو۔ شبہ کا مطلب ہے ڈاؤٹ (Doubt)۔ حضرت امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ کوفہ میں لوٹ کے مال کی کچھ بکریاں آئی ہیں، اور لٹیروں نے ان کو کوفہ میں بیچی ہیں گویا کہ کوفہ کی جو بکریاں تھی ان میں لوٹ کی بھی دو چار بکریاں شامل ہوگئی ہیں۔ اب وہ کونسی ہے یہ پتہ نہیں ہے۔ تو امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے تحقیق فرمائی کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ بتایا گیا کہ زیادہ سے زیادہ سات سال۔ تو امام صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے سات سال تک بکری کا گوشت اس ڈاؤٹ اور خیال کی وجہ سے نہیں کھایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ گوشت اس بکری کا ہو جو لوٹ کے مال میں آئی تھی، حالانکہ کوفہ میں ہزاروں سینکڑوں بکریاں ہوں گی اور ان میں دو چار ہی مل گئی تھیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس سے ایک قدم آگے دیکھو۔ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک روز دیکھا کہ ایک فوجی کھانا کھا رہا ہے، کھانے میں گوشت تھا، اس نے بچا ہوا گوشت دریا میں ڈال دیا۔ ظاہر ہے کہ وہ گوشت مچھلیاں ہی کھائیں گی۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ فوجیوں کا معاملہ بے احتیاطی والا ہوتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا کہ مچھلی کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ عمر بتائی گئی تو اتنے سالوں تک مچھلی نہیں کھائی، کہ کہیں وہ مچھلی نہ ہو جس نے اس فوجی کا پھینکا ہوا گوشت کھایا ہو۔ کیا نعوذ باللہ وہ لوگ دیوانے اور بیوقوف تھے؟ بالکل نہیں۔ پھر آخر اتنا زیادہ اہتمام کیوں کرتے تھے؟

حرام آلود غذا زہر سے زیادہ خطرناک ہے

آج اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہمارے کھانے میں تھوڑا سا زہر مل گیا ہے، اگرچہ وہ اتنا ہے کہ جس سے ہم مر نہیں جائیں گے، صرف بیمار ہو جائیں گے؛ تب بھی ہم اس کھانے کو ہاتھ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، اور وہ کھانا اپنے بیوی بچوں کو کھلانے کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہوں گے، کیونکہ اس سے جسم کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ لیکن جس کھانے کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ اس میں حرام کی ملاوٹ ہے، یا مشتبہ ہے، اس کو ہم خود بھی کھائیں اور اپنی اولاد کو بھی کھلاویں؛ تو اس سے روح کو کتنا نقصان ہوگا؟ یہ سوچنے کی بات ہے، حالانکہ روح کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حلال اور حرام کا طبعی اثر

نیک اور برے اعمال کی توفیق بھی حلال و حرام ہی پر موقوف ہے۔نبی کریم(ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کواسی چیز کا حکم دیا جس کا حکم رسولوں کو دیا ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ اے رسولو!حلال کھاؤ اور نیک اعمال کرو،گویا حلال غذا کا طبعی اثر، آٹو میٹک نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ کو نیک عمل کی توفیق ہو گی۔

اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟

اورباری تعالیٰ نے فرمایا﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ہم نے تم کو جو دیا ہے اس میں سے حلال کھاؤ۔پھر حضور رانے فرمایا کہ ایک آدمی ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد میں، طلبِ علم میں، تبلیغ میں،یاکسی اورنیک کام میں حج وعمرہ میں جاتاہے، اور سفر کی وجہ سے اس کے کپڑے میلے کچیلے،بال پراگندہ ہوجاتے ہیں،پھروہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ﴿يَا رَبِّ يَا رَبِّ﴾ دعا کرتا ہے، اب اللہ کے راستہ میں ہے اور اتنی مشقتیں اٹھارہا ہے پراگندہ حال اورپراگندہ بال ہے اورپھروہ ہاتھ اٹھاکردعا مانگے،تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ دعا ضرور قبول ہوجاتی،لیکن حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا جسم حرام غذا سے پل کر تیار ہوا﴿فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لَهُ﴾ اس کی دعا کیسے قبول ہو گی۔(مسلم شریف۔۲۳۹۳)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نیک عمل کی توفیق نہ ملنے کا ایک بڑا سبب

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری (رحمۃ اللہ علیہ) بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی حلال کھاتا ہے تو اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں؛ وہ آدمی چاہے یا نہ چاہے۔ اور اگر کوئی آدمی حرام کھاتا ہے تو اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں؛ وہ آدمی چاہے یا نہ چاہے۔ (احیاء العلوم۔ ۲/۱۰۳)

بہت سی مرتبہ ہم لوگ دینی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں، اللہ والوں کے یہاں جاتے ہیں اور نیک کام کرنا بھی چاہتے ہیں، روتے ہیں اور اس کے لئے کوشش بھی کرتے ہیں، لیکن ہم سے وہ نیک اعمال نہیں ہو پاتے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہم سے نیک اعمال نہ ہونے کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ غذا میں حرام اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے۔

دیوبند کا گھسیارا

اور حلال روزی کا ایک فطری اثر ہے۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ دیوبند میں عبد اللہ شاہ نامی ایک صالح آدمی تھے، ان کا ذریعۂ معاش یہ تھا کہ وہ جنگل میں جا کر گھاس کاٹ کر لا کر بیچا کرتے تھے، اور اسی سے بال بچوں پر خرچ کرتے تھے اور ان کی عادت یہ بھی تھی کہ گھاس کا جو گٹھر لاتے تھے، اس کو چھ آنے میں بیچ دیتے تھے، نہ کم نہ زیادہ۔ اور ان کا حساب یہ تھا کہ دو آنے اپنے لئے، دو آنے اپنے بال بچوں کے لئے اور

دو آنے بچاکر رکھتے تھے۔ان کی اس نیک نیتی کی وجہ سے لوگوں کو بھی یہ اہتمام رہتا تھا کہ اگر اپنے جانوروں کے لئے گھاس خریدنا ہوتا توان کے پاس سے ہی خریدتے تھے۔لوگ پہلے ہی سے ان کے منتظر رہتے تھے کہ جب یہ بازار میں آویں تو دوڑ کر ان کے گٹھر پر ہاتھ رکھ دیں جس نے پہلے ہاتھ رکھ دیا اسی کو وہ بیچ دیا کرتے تھے۔اور دو آنے بچابچاکر جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تو دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی دعوت کرتے تھے۔حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ان کی دعوت کھانے کے بعد دل میں اتنی نورانیت پیدا ہوتی تھی کہ چھ مہینہ تک اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ نیک کام کرنے کو دل چاہا کرتا تھا اور گناہ سے نفرت رہتی تھی۔

ایک مشتبہ لقمہ کا ایک ولی پر اثر

اور حضرت مولانا یعقوب صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ کسی نے ان کی دعوت کی،ایک لقمہ اٹھایا اور ابھی حلق سے نیچے اترا تھا کہ دل کو محسوس ہوا کہ یہ مشتبہ لقمہ ہے، ڈاؤٹ اور شک والا ہے،بس!فوراً ہاتھ روک لیا،اس کے بعد نہیں کھایا۔لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ جو ایک لقمہ چلا گیا تھا اس کا اثر دو مہینے تک یہ ہوا کہ دل میں خیال اور وسوسے آتے رہتے تھے کہ یہ گناہ کرلوں اور وہ گناہ کرلوں۔

بہرحال!اہل وعیال کے جو نفقات ہم پر واجب ہیں اس کے لئے ہمیں کوشش کرنی ہے، اوراس کے لئے کی جانے والی کوشش پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی ثواب ملتا ہے جو جہاد کرنے والے کو میدانِ جہاد میں ملتا ہے،لیکن یہ اہتمام بہت ہی ضروری ہے کہ اس کوشش میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حلال کا اہتمام کیا جائے، اور حرام سے بچنے کا اہتمام ضروری اور لازم ہے، اس کی طرف سے بہت زیادہ غفلت پیدا ہو رہی ہے۔

فطری اصول

اور دیکھو بھائی! یہ تو نیچرل یعنی فطری اصول ہیں جو بدل نہیں سکتے، جیسے ہم اور آپ زہر کھالیں، تو چاہے زہر جان بوجھ کر کھایا ہو یا بھول کر کھایا ہو، جب زہر اندر جائے گا تو وہ اپنا اثر ضرور دکھلائے گا۔ آپ کہیں کہ مَیں نے بھول سے کھالیا تھا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ زہر ہے، تو اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو، آپ نے جان بوجھ کر کھایا ہو یا بھول سے کھایا ہو، زہر تو زہر ہے، وہ اپنا اثر دکھلاتا ہی ہے، یہ اس کا فطری اثر ہے۔

اسی طرح حرام اور حلال مال کا بھی فطری اثر ہے، ہم چاہے بھول سے کھاویں چاہے جان بوجھ کر کھاویں، اثرات تو ضرور ظاہر ہوں گے۔ اللہ والوں پر بھی اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، ان پر یہ ہوتا ہے کہ کبھی اللہ کی طرف سے بیمار ہو جاتے ہیں جس سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اللہ والوں پر بھی اثر ہوتا ہے

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ کسی نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری (رحمۃ اللہ علیہ) کی دعوت کی، حضرت شیخ کو بھی دعوت دی تھی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت شیخ کے پیر تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے دعوت قبول

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرلی اور حضرت شیخ کو معلوم تھا کہ اس کی کمائی مشتبہ ہے اس لئے حضرت شیخ نے دعوت قبول نہیں کی۔اب اس نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے شکایت کی کہ آپ نے میری دعوت قبول کی اوراس نے(حضرت شیخ)قبول نہیں کی۔خیر!حضرت مولانا خلیل احمد صاحب(رحمۃ اللہ علیہ) شریک بھی ہوئے لیکن وہاں سے آنے کے بعد انگلی ڈال کرتے کرکے سارا کھانا نکال دیا،اوراس کی وجہ سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کئی روز تک بیمار رہے۔ اللہ والوں پر یہی اثر ہوتا ہے،اللہ تعالیٰ اس طرح کفارہ کرادیتے ہیں۔

تقویٰ کا نبھانا

حضرت شیخ الہند (رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات میں لکھا ہے کہ کوئی ایسا آدمی ان کی دعوت کرتا تو چونکہ حضرت کی طبیعت میں دلجوئی بہت تھی،حضرت کسی کا دل توڑا نہیں کرتے تھے،اس لئے قبول فرمالیا کرتے تھے۔یہ بھی تقویٰ کا تقاضہ ہے،اوراس تقویٰ کا نبھانا بھی ایک سمجھ داری کی بات ہے۔بعض لوگوں کو تو تقویٰ کا ہیضہ ہوجاتا ہے،جب کوئی آدمی دعوت کرتا ہے کہ جس کی کمائی میں کوئی شبہ نہیں ہے اس کو بھی پوچھتے ہیں کہ کس طرح کمایا اور کہاں سے لایا۔بھائی!جو آدمی کھلم کھلا ایسا ہو وہاں تو الگ بات ہے،لیکن جس کی کمائی کے متعلق لوگ ایسی کوئی بات نہیں کرتے تو پھر ہمیں اس میں زیادہ کھود کرید میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تقویٰ کا ہیضہ

ایک صاحب گنگوہ میں مہمان گئے اور مسجد میں ٹھہرے،اب جو کھانا لے کر جاتا تو وہ پوچھتے کہ اس کی کمائی کیسی ہے؟کوئی کسان ہے تواس سے پوچھتے کہ اچھاتونے غلہ اپنے یہاں کھلایا،کسی پڑوسی کی کھیت میں سے تونہیں گذارا؟ایساتونہیں ہوا،ویساتو نہیں ہوا۔جا! مَیں تیرا کھانانہیں کھاتا،اس طرح وہ کسی کا کھانا بھی نہیں کھا رہے ہیں۔اور آپ کی مسجد میں کوئی ساتھی آئے اورآپ کھانالے جائیں اور وہ نہ کھائے،بھو کا رہے، تو آپ اس کو اپنے لئے عیب سمجھیں گے کہ ایک مسافر آدمی ہماری مسجد میں آیا اور وہ بھو کاسویا،اس سے سب کو تکلیف ہوتی ہے،اورہر شخص یہ سوچتاہے کہ کسی طرح اس کو کھلاویں۔اب جو بھی آدمی جائے تواندرسے کچھ نہ کچھ مکھی نکال کراس کو وہ صاحب رد کردیں۔لوگ حضرت گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس گئے کہ حضرت!ایساایسامعاملہ ہے،ان کاکیاجائے؟توحضرت نے فرمایاکہ ان سے کہو کہ لوگوں کوکاہے کوپریشان کرتے پھرتے ہو،یہاں گولر کاایک درخت ہے،اس میں سے گولر لے کر کھالیاکریں؛اس میں کوئی شک وشبہ والامعاملہ نہیں ہے۔

بہرحال!مَیں یہ عرض کررہاتھاکہ تقویٰ کونبھانااوراس کے تقاضہ کو پوراکرنا بھی ایک سمجھداری کی بات ہوتی ہے۔ایسے واقعات سن کربعض لوگوں کوجب تقاضہ ہوتاہے تو وہ ایسا غلوکرتے ہیں کہ ساری دنیاپریشان ہوجاتی ہے،خودتوپریشان ہوتے ہی ہیں اور گھروالے، رشتہ دار،پڑوسی اورسب لوگ پریشان ہوجاتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خیر! حضرت شیخ الہند (رحمۃ اللہ علیہ) کی جب کوئی دعوت کرتا تھا اور حضرت کو اگر معلوم ہوجاتا کہ اس کی کمائی مشتبہ ہے تو حضرت دست آور گولی لے لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ بھائی! مجھے تو دست آرہے ہیں؛ لہٰذا مَیں معذور ہوں۔ دیکھو! اللہ والوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کا دل بھی نہ ٹوٹے اور تقویٰ کا تقاضہ بھی پورا ہوجائے۔

ماتحتوں کی نافرمانی کا ایک سبب

بہر حال! مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ شریعت نے بیوی بچوں کا جو نفقہ واجب کیا ہے اس کی ادائیگی میں ہم اور آپ کوشش کرتے ہیں، لیکن بھائی! اگر ہم ایسی غذا لاکر کھلاویں گے تو اس کے نتیجہ میں گھروں میں اللہ کی بھی اور آپ کی بھی نافرمانیاں ہی ہوں گی۔ اولاد نافرمان ہوگی، بیوی نافرمان ہوگی۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ بیوی نماز نہیں پڑھتی، مَیں تو بہت سمجھاتا ہوں، لیکن ٹی وی دیکھتی رہتی ہے، کسی طرح مانتی ہی نہیں، اولاد بھی نہیں مانتی۔ یہ جو نافرمانیاں ہوتی ہیں ان کا ایک سبب یہ بھی ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اگر کسی کے یہاں ایسا ہو رہا ہو تو آپ اس کے متعلق ایسا سوچنے لگیں۔ یہ بھی ہماری ایک بڑی مصیبت ہوگئی ہے، یہ نظریہ بھی بہت ہی غلط ہے، حالانکہ اسلام اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ آپ اپنے لئے تو ضرور یہ سوچیں کہ کہیں کوئی ایسی بات تو نہیں ہو رہی ہے، لیکن دوسرے کے متعلق کبھی ایسا مت سوچیں۔ ہمارا معاملہ اُلٹ گیا ہے، دوسروں کے لئے سوچتے ہیں، لیکن اپنے لئے کبھی بھولے سے بھی نہیں سوچتے ہمارے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بزرگوں میں معاملہ برعکس تھا کہ ایسی بات اپنے گھر میں ہورہی ہے تووہ سوچتے تھے کہ کہیں ایساتونہیں کہ مَیں مشتبہ غذااکران کوکھلارہاہوں۔اس لئے اگرکسی دوسرے کے یہاں ایساہورہاہو تووہاں یہ چیزفٹ کرنے کی کوشش مت کرنا۔خیر! عرض کرنے کا حاصل یہ ہے کہ حلال کااہتمام کیاجائے،یہ بہت ضروری ہے۔

پانچ لاکھ روپے صدقہ کردیے

ہمارے اسلاف کے واقعات ہم پڑھیں۔اما م ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کاتجارت میں ایک پارٹنر تھا، اورامام صاحب کی عادت یہ تھی کہ تجارت کرتے تھے لیکن خودسودانہیں کرتے تھے، دوسروں کو مال دیدیتے تھے اور نفع میں اس کوشریک کرلیتےتھے۔حفص بن عبدالرحمن آپ کےشریک تھے،آپ نے ان کے پاس کپڑوں کے کئی تھان بھجوائے کہ اس کوفروخت کردینا اورجو نفع ہوگااس میں شرکت ہوگی۔ایک کپڑے میں عیب تھا، آپ نے کہلوایاکہ جو خریدار آوے اس کویہ عیب بتادینا،پھربیچنا۔ان کے یہاں ہول سیل میں سوداہوتاتھا۔خیر! ایک آدمی بیس ہزار درہم میں پوراما ل خریدکرلے گیا۔آج کل کے حساب سے باسٹھ کلوچاندی جو تقریباً پانچ لاکھ روپے کی ہوتی ہے۔امام ابو حنیفہؒ نے پوچھا کہ وہ عیب بتادیاتھا؟انہوں نے کہاکہ مَیں وہ عیب بتاناتوبھول ہی گیا۔انہوں نے جان بوجھ کرایسانہیں کیاتھابلکہ حقیقتاً وہ بھول گئے تھے۔پوچھاکہ کس کےہاتھ بیچاہے؟انہوں نےکہاکہ وہ بھی معلوم نہیں،اگرمعلوم ہوتاتب بھی معاملہ صاف کرالیتے۔توامام صاحب نے پورے بیس ہزاردرہم(نفع بھی اور پونجی بھی) صدقہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کردیے اورآئندہ کے لئے ان کے ساتھ پارٹنرشپ(PartnerShip)بھی ختم کردی لہٰذا شریعت نے جو نفقہ کا حکم دیاہے،اس کو حاصل کرنے کے معاملہ میں حلال کا اہتمام بہت ہی ضروری ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلنَّفَقَةُ عَلَى الْعِيَالِ

(مجلس ۲)

اہل وعیال پر خرچ کرنا

مجلس (۲)

اہل و عیال کے اوپر خرچ کرنے کے سلسلہ میں بیان چل رہاہے۔

جو کچھ بھی خرچ کروگے؛ اس کا بدلہ پاؤگے

﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دنیامیں بھی اور آخرت میں بھی عطافرمائے گا۔اہل وعیال کے اوپر جوکچھ خرچ کیا جاتاہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ آدمی اگرمسجدبنانے میں، مدرسہ بنانے میں، اللہ کے راستہ میں،کسی غریب کو کھانا کھلانے میں،یاکسی اورکام میں خرچ کرے؛تب ہی اس کو ثواب ملتا ہے،لیکن اگر وہ اپنے گھر والوں کے اوپر کچھ خرچ کرتا ہے تواس میں ثواب نہیں ملے گا۔اس آیت کو ذکر کرکے بتلادیاگیا کہ جس کام میں بھی جو کچھ بھی آپ خرچ کریں گے، بشرطیکہ وہ کام ایساہوجہاں خرچ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیاگیاہے؛ تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں ضرور عطا فرمائیں گے۔

کون ساخرچ افضل ہے؟

حدیث ۲۸۹

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ا:دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ،وَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ،وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ،وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ۔ (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ایک دینار وہ ہے جو تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، ایک دیناروہ ہے جو کسی غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کرو ،ایک دینار وہ ہے جو آپ کسی غریب پر صدقہ کریں اورایک دیناروہ ہے جو آپ اپنے گھروالوں پرخرچ کریں،ان چاروں میں سب سے زیادہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا وہ ہے جو آپ نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔

افادات:-اللہ تعالیٰ کاراستہ عام ہے ، چاہے جہاد میں خرچ کرو، طلبِ علم میں خرچ کرو، تبلیغ میں خرچ کرو،حج میں خرچ کرو،عمرہ میں خرچ کرو؛ یہ سب اس میں داخل ہے۔اسی طرح پہلے زمانہ میں غلام ہوا کرتے تھے،غلام کو آزاد کرنے پر بھی بہت ثواب اوراجر کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس کی بڑی تر غیب دی گئی ہے۔کسی غلام کو آزاد کرنا گویااس کو ایک نئی زندگی عطا کرنا ہے۔

یہاں چار قسم کے خرچوں کا تذکرہ کیاگیا(۱)ایک روپیہ وہ ہے جو آپ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں(۲)ایک روپیہ وہ ہے جوکسی غلام کو آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہیں (۳)ایک روپیہ وہ ہے جوکسی غریب پر صدقہ کرنے میں خرچ کرتے ہیں (۴)اور ایک روپیہ وہ ہے جو اپنے گھروالوں کا جونان نفقہ واجب ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔

حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) چاروں کا تذکرہ کرنے کے بعد آگے فیصلہ کے طورپر فرماتے ہیں کہ ان چاروں میں سب سے زیادہ ثواب کے اعتبار سے بڑھاہواوہ روپیہ ہے جو آپ نے اپنے گھر والوں پرخرچ کیایعنی اس میں آپ کوسب سے زیا دہ ثواب ملے گا۔اللہ کے راستہ میں خرچ کیاجا نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

والا،غلام کو آزاد کرانے میں خرچ کیاجانے والا،کسی غریب پر صدقہ کے طور پر خرچ کیا جانے والااور اپنے گھر والوں پر خرچ کیاجانے والا؛ان میں سب سے زیا دہ ثواب اس روپیہ میں اور اس رقم میں ملتا ہے جو آپ نے اپنے گھر والوں پر خرچ کی ہے۔

اوراس کی وجہ علماء بتاتے ہیں کہ گھروالوں کانفقہ آپ پر فرض ہے،اورجو بھی کسی مسکین اورغریب کوصدقہ کے طورپردیں گے یاکسی غلام کو آزاد کرانے میں آپ خرچ کریں گے،یا اللہ کے راستہ میں خرچ کریں گے؛یہ سب نفل ہے،اورسب ہی جانتے ہیں کہ فرض کاثواب نفل سے زیا دہ ہوتاہے،اسی لئے نبی کریم(ﷺ) فرماتے ہیں کہ گھروالوں پر خرچ کیاجانے والا روپیہ زیادہ اجررکھتاہے۔

نیت درست کرلیں

اوریہ بہت اہم چیز ہے ، جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے سماج میں کون ہےجواپنے گھر والوں،اپنے بال بچوں،اپنی بیوی وغیرہ کے نفقہ کے لئے کمانے کے واسطے محنت ومشقت نہ اٹھاتاہو،سب ہی محنت ومشقت اٹھاتے ہیں اوران کے لئے زحمت اُٹھاکر ان کی ضرورتوں کوپوراکرنے کااہتمام کرتے ہیں،لیکن یہ سب بوجھ، مفت کی بیگاری اور مجبوری سمجھتے ہیں،حالانکہ ایسانہ سمجھاجائےبلکہ آدمی یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نےان لوگوں کا نفقہ میرے اوپرفرض اورواجب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے اوپرلازم کئے گئے فرض اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

واجب کو ادا کرنے کے لئے مَیں محنت کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر رہا ہوں؛ تو ان شاء اللہ جو کچھ بھی آپ محنت کریں گے وہ سب ثواب اور اجر میں شمار ہو گا۔

نیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے

پچھلی مجلس میں بتلا چکا ہوں کہ امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے احیاء العلوم میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جو اپنے گھر والوں کو حلال روزی لا کر دینے کے واسطے محنت کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہے۔ اس لئے نیت کے بدل جانے سے عمل کا حکم بدل جاتا ہے۔ دراصل کسی چیز کا عبادت بننا اور کسی چیز پر ثواب کا حاصل ہونا اور نہ ہونا؛ اس کا مدار ہی نیت پر ہے۔ مثال کے طور پر فرض کر لیجئے کہ اگلے روز ذرا پیٹ خراب ہو گیا تھا، کہیں زیادہ کھانا کھا لیا تھا، تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ایک دو روز کھانا چھوڑ دو، اس لئے چھوڑ دیا اور کچھ نہیں کھایا اور اس طرح صبح سے شام تک بھوکا رہا، لیکن روزہ کی نیت نہیں تھی بلکہ نیت صرف یہ تھی کہ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی، یہ آدمی بھی صبح سے شام تک کھانا نہیں کھا رہا ہے۔ اور ایک وہ آدمی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے روزہ کی نیت سے صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہے، تو اس کو روزہ کا ثواب ملے گا، اور پہلے والا بھی بھوکا پیاسا رہا لیکن اس کو روزہ کا ثواب نہیں ملے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرق نیت سے ہوتا ہے

عبادت اور عادت میں فرق نیت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ہم لوگ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تونیت کر کے اللہ اکبر کہہ کرہاتھ باندھتے ہیں،اور ایک آدمی بس کے انتظارمیں ہاتھ باندھ کر کھڑاہے،یہ بھی اسی طرح کھڑاہے جیسےایک نمازی آدمی نمازمیں باقاعدہ کھڑارہتاہے۔یاجیسے ایک استاذنے طالبِ علم کوسزاکےطورپرکھڑاکردیا،یارکوع کی طرح جھکاکرکھڑا کر دیا،تو وہ بھی بظاہررکوع میں ہے ؛لیکن وہ عبادت نہیں کہلائے گی۔کہنے کا حاصل یہ ہے کہ عادت اورعبادت میں فرق نیت کی وجہ سے ہوتاہے، آدمی اللہ تعالیٰ کاحکم پورا کرنے کاارادہ کرلے تواسے عبادت کہیں گے، اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاناہی عبادت واطاعت ہے۔ روزہ وغیرہ کی جو شکل و صورت بتلائی گئی ہے وہ بھی درحقیقت عبادت نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کوپورا کررہے ہیں،یہ نیت ہوتب ہی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاناہی عبادت ہے

اسی لئے اگرہم ایسے وقت میں نمازپڑھیں جس میں نمازپڑھنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی،مثلاًسورج طلوع ہو رہا ہے،اس وقت باقاعدہ کوئی آدمی وضوکرکے نماز کی نیت سے نمازپڑھے ،جیسانمازمیں تلاوت، قیام، رکوع، سجدہ کرتے ہیں وہ سب کچھ کرے، تو اس پر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ثواب نہیں ملے گا بلکہ وہ گنہگار ہو گا،اس لئے کہ اس وقت نماز سے منع کیا گیاہے، سورج کے طلوع ہوتے وقت نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے،تو اس پر ثواب تو کیا ملتا، اُلٹا گنہگار ہو گا۔

تو دیکھو!یہاں صورت نماز کی ہے،لیکن اس پر کوئی ثواب نہیں ملا۔معلوم ہوا کہ اس میں عبادت کی شان اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے کی وجہ سے آتی ہے،کیونکہ یہ ایسے وقت میں نماز پڑھ رہا ہے جب اللہ تعالیٰ نے منع کیاہے،اس لئے ایک ہی صورت ہونے کے باوجود وہ نماز نہیں کہلائے گی،اور اس پر کوئی ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اُلٹا گنہگار ہو گا۔

اسی طرح روزہ کا معاملہ بھی ہے،سال بھر کے اندر کچھ دن ایسے بھی ہیں کہ جن میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیاہے،جیسے عید الفطر،عید الاضحی یعنی بقرعید کا دن،اور اس کے بعد تین دن،گیارہ ،بارہ ،تیرہ ذی الحجہ :جن کو ایامِ تشریق کہتے ہیں،اس طرح کل پانچ دن ایسے ہیں جن میں شریعت نے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے،اب کوئی آدمی باقاعدہ نیت کرکے روزہ رکھے ،تو ایسے روزوں پر ثواب تو کیا ملتا،اُلٹا وہ گنہگار ہو گا۔

معلوم ہوا کہ روزہ کی یہ صورت عبادت نہیں ہے بلکہ عبادت تو اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانا ہے۔ علماء نے لکھاہے کہ بعض اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کردیا گیا،اور بعض ایام کے اندر روزہ رکھنے سے منع کردیا گیا، وہ دراصل یہی بتلانے کے لئے ہے کہ نماز اور روزہ کی جو شکل وصورت شریعت نے بتائی ہے، وہ بذاتِ خود کوئی عبادت نہیں ہے، بلکہ اصل عبادت تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانا ہے، جس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہو اس کو اللہ ہی کا حکم بجالانے کے ارادے اور نیت سے انجام دیں؛ تو وہ عبادت ہے۔

یہ بھی عبادت ہے

بال بچوں کا خرچہ ونفقہ، ان کی ضرورتیں پوری کرنا آپ پر ضروری قرار دیا گیا ہے، ان کے لئے آپ اگر حلال طریقہ سے کمائیں گے اور شریعت کی حدود میں رہ کر آپ جو کچھ بھی کریں گے یعنی اس کمانے میں دوسرے کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو، جیسے نماز کا وقت آرہا ہے، تو نماز پڑھ رہے ہیں، رمضان ہے تو روزے رکھ رہے ہیں۔ ایسا نہیں کہ نوکری ایسی کر لی کہ نماز چھوٹ رہی ہے۔ تجارت ایسی کررہے ہیں کہ نماز کا وقت آرہا ہے تو نماز نہیں پڑھ رہے ہیں؛ پھر تو یہ گڑبڑ والا معاملہ ہوجائے گا۔ شریعت کے حدود میں رہ کر ساری چیزوں کی رعایت کرتے ہوئے آپ کما رہے ہیں؛ تو یہ کمانا بھی عبادت ہے۔

فرض کا ثواب نفل سے زیادہ ہے

بہر حال! مَیں یہ عرض کررہا تھا کہ یہاں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی غلط فہمی کو دور کیا ہے کہ چار قسم کے خرچے بتائے (۱) ایک روپیہ وہ جو اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے (۲) ایک روپیہ وہ جو کسی غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کیا جائے (۳) ایک روپیہ وہ جو کسی غریب پر صدقہ کیا جائے (۴) اور ایک روپیہ وہ جو آپ اپنے بال بچوں پر ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خرچ کریں۔ نبی کریم (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں کہ چوتھے نمبر والے میں سب سے زیادہ ثواب ہے، اس لئے کہ وہ خرچ آپ پر فرض ہے اور فرض کا ثواب نفل کے مقابلہ میں زیادہ ہوا کرتا ہے۔

حدود کی رعایت ضروری ہے

حدیث ۲۹۰

وعن أبي عبد الله ويقال له أبي عبد الرحمن ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدٍ مَوْلَى رسول الله (ﷺ) قال قال رسول الله (ﷺ): أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُ عَلَى عِيَالِهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ (رواه مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) جو نبی کریم (ﷺ) کے آزاد کردہ غلام ہیں، فرماتے ہیں: نبی کریم (ﷺ) نے اشاد فرمایا: سب سے بہتر دینار جس کو آدمی خرچ کرتا ہے، وہ ہے جس کو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ اور (پھر) وہ دینار جو اللہ کے راستہ میں اپنی سواری پر خرچ کرے، اور (پھر) وہ دینار جو اپنے رفقاء پر اللہ کے راستہ میں خرچ کرے۔

افادات:- بال بچوں پر خرچ کرنے میں سب سے زیادہ ثواب ہے لیکن وہ بھی حدود میں رہ کر ہو تب ہی۔ کوئی آدمی یہ سمجھے کہ بال بچوں کو سنیما دکھانے کے لئے پیسے خرچ کریں؛ تو یہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ فضول خرچی کی شریعت اجازت نہیں دیتی، ہر چیز میں شریعت نے حدود بتلائے ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿وَدِيْنَارٌيُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ اوراللہ کے راستہ میں اپنی سواری پر جو پیسہ خرچ کرتاہے جیسے جہاد کے لئے،حج کے لئے، تبلیغ کے لئے ،طلب ِ علم کے لئے نکلا اور اس میں جو سواری -گھوڑا ، اونٹ،اپنی گاڑی ،موٹر وغیرہ -استعمال کررہا ہے ،اوراس پر جوپیسہ خرچ کررہا ہے؛اس پر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے۔

﴿وَدِيْنَارٌيُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ اوراپنے رفقاء کے اوپراللہ کے راستہ میں جو خرچ کرتاہے۔جو لوگ اللہ کے راستہ میں اس کے ساتھ شریک ہیں،سفر حج میں شریک ہیں ، سفر طلب ِعلم میں،سفر جہاد میں،سفر تبلیغ میں،ان پر جوکچھ خرچ کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں افضل ہے۔گویا یہ وہ جگہیں ہیں جن پر خرچ کرنے سے زیادہ ثواب ملتاہے، لیکن اول نمبر پر اسی کو ذکرکیاکہ جو روپیہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے؛وہ سب سے افضل ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا)

حدیث ۲۹۱

وعن أم سلمة (رضی اللہ عنہا) قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ! هَلْ لِيْ أَجْرٌفِيْ بَنِيْ أَبِيْ سَلِمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَاوَهٰكَذَا،إِنَّمَاهُمْ بَنِيَّ؛فَقَالَ:نَعَمْ!لَكِ أَجْرٌمَاأَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ. (متفق عليه)

ترجمہ: ۔حضرت اُم سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے سوال کیااے اللہ کے رسول!مجھ سے ابوسلمہ کی جواولاد ہے ان پر اگر مَیں خرچ کروں تواس میں مجھے ثواب ملے گا؟ اور مَیں ان کوایسے ہی بے یارو مددگار نہیں چھوڑوں گی،وہ میری ہی اولاد ہے۔آپ نے فرمایا:جی ہاں! تم ان پر جو بھی خرچ کروگی اس میں تم کو ثواب ملے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- ام المؤمنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) پہلے حضرت أبو سلمہ (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں تھیں اورانہیں کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں، پھر وہاں سے مدینہ منورہ آئیں، یہاں آنے کے بعد حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہو گیا تو بیوہ ہو گئیں، عدت پوری ہو نے کے بعد نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے ساتھ نکاح کیا، حضوراکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کو کوئی اولاد نہیں ہوئی، لیکن پہلے شوہر ابو سلمہ (رضی اللہ عنہ) سے ان کی کئی اولاد تھیں، زینب بنت ابی سلمہ، عمر بن ابی سلمہ وغیرہ، اوران کے سب بچے چونکہ چھوٹے تھے اور یہ ان سب کو لے کر ہی آئی تھیں اس لئے یہ سب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی پرورش اور تربیت میں تھے۔

بچوں کو اپنے ساتھ کھانے بٹھانا چاہیے

عمر بن أبی سلمہ کا قصہ بھی بخاری شریف کتاب الأطعمہ میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مَیں چھوٹا بچہ تھا اور ایک مرتبہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کھانے کے لئے مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھاتے وقت بچوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھانا چاہیے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ خود اکیلے کھالیتے ہیں، بچوں کو ساتھ میں نہیں بٹھاتے۔ بھائی! جب تک آپ بچوں کو ساتھ لے کر نہیں بیٹھیں گے، وہاں تک بچے کھانے پینے کے آداب سے کیسے واقف ہو ں گے؟ وہ تو پھر اپنے طور پر جو کچھ کرتے رہیں گے ان کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔ اس لئے کھانے پینے کے درمیان بھی بچوں کو اپنے ساتھ شریک رکھنا چاہیے اور اپنے ساتھ بٹھانا چاہیے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی عمر بن ابی سلمہ کو اپنے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مَیں نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا کھارہاتھااور میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں گھوم رہا تھا، جیساکہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ یہاں ہاتھ مارا، اِدھر مارا اُدھر مارا۔ توحضوراکرم (ﷺ) نے مجھے تین نصیحتیں فرمائیں کہ بیٹا! جب کھانا کھاؤ تو پہلے بسم اللہ پڑھو، دوسرا اپنے سامنے سے کھاؤ، اور تیسرا یہ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ (بخاری شریف۔۵۳۷۶)

حضور (ﷺ) کی نصیحت اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت عمر بن ابی سلمہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں ﴿فَمَازَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ﴾ یہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خصوصیت تھی کہ چاہے بڑا ہو یا چھوٹا، بچہ ہو یا جوان اور بوڑھا، عورت ہو یا مرد ہو؛ جب ایک مرتبہ نبی کریم (ﷺ) نے کسی چیز کے متعلق تنبیہ فرمادی، یا ہدایت فرمادی؛ توبس! پھر تووہ بات ان کے دل پر پتھر کی لکیر کی طرح نقش ہوجاتی تھی، پھر کبھی اس کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ چھوٹے بچے تھے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے کھانے کا طریقہ یہی ہوگیا یعنی حضورِ اکرم (ﷺ) نے کھانے کے لئے جو تاکید فرمائی تھی ،اسی کے مطابق وہ کھاتے تھے، اس میں ذرہ برابر فرق نہیں ہوتا تھا۔

بہر حال! حضرت اُمِّ سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد ان کے اگلے شوہر سے تھیں، ان میں یہ عمر بن ابوسلمہ بھی تھے اور نبی کریم (ﷺ) کے پر وردہ تھے، ان کے متعلق ایک مرتبہ نبی کریم (ﷺ) سے حضرت اُمِّ سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے سوال کیا ﴿هَلْ لِي أَجْرٌفِي بَنِي أَبِي سَلِمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ﴾ اے اللہ کے رسول! مجھ سے ابوسلمہ کی اولاد جو ہے ان پر اگر مَیں خرچ کروں تو اس خرچ کرنے میں مجھے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ثواب ملے گا؟﴿وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ﴾ اور ظاہر ہے مَیں ان کو ایسے ہی بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گی کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں بلکہ وہ میری ہی اولاد ہے۔ مطلب یہ کہ میری اولاد ہے اور مَیں ان کی ضرورت کو پورا کرنے کا اہتمام کروں گی،اب ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کھانے میں کپڑے میں اور دوسرے کاموں کے اندر مَیں جوکچھ بھی خرچ کروں گی؛ تو کیا اس پر مجھے ثواب ملے گا؟ نبی کریم(ﷺ) نے جواب میں ارشاد فرمایا﴿نَعَمْ! لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ﴾ جی ہاں !تم ان پر جو بھی خرچ کروگی اس میں تم کو ثواب ملے گا۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ آدمی اپنے بال بچو ں پر جوکچھ بھی خرچ کر تا ہے؛ یہ بھی ثواب سے خالی نہیں ہے۔لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ کسی غریب کو کھانا کھلا دیا یہی نیکی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے،اپنے بال بچوں کو جوکچھ کھلا رہے ہیں یہ بھی نیکی ہے،اوراس پر بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب ملتاہے،اورجیسا کہ اوپر گذر چکا کہ اس میں سب سے زیادہ ثواب ہے، اس لئے آدمی اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد اور متعین کیا ہوا فریضہ، ذمہ داری اورایک واجب سمجھ کر انجام دے اوراس پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) کے مناقب

حدیث ۲۹۲

وعن سعدبن أبي وقاص (رضی اللہ عنہ) فی حدیثه الطویل الذی قدّمناهُ فی أوّل الكتاب فی باب النیة،أنَّ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ لَهُ: وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إلاَّ أُجِرْتَ بِهَا،حَتَّى مَاتَجْعَلُ فِيْ فِي امْرَأَتِكَ (متفق علیه)

ترجمہ:۔حضرت سعد بن ابی وقاص(رضی اللہ عنہ) کی طویل حدیث جو شروع کتاب میں نیت کے باب میں گذرچکی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے فرمایا کہ تم جو کچھ بھی خرچ کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہوگے،اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو اجرو ثواب ملے گا،یہاں تک کہ تم جو (لقمہ)اپنی بیوی کے منھ میں رکھوگے(اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو ثواب ملے گا۔)

افادات:-حضرت سعد بن ابی وقاص(رضی اللہ عنہ) ان دس حضراتِ صحابہ میں سے ہیں جن کو نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ہی موقعہ پرایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت سنائی تھی،جن کو عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے۔اورعشرۂ مبشرہ دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں افضل سمجھے جاتے ہیں۔یہ مستجاب الدعوات تھے،ان کی دعاہمیشہ قبول ہوتی تھی۔ان کی ایک طویل روایت کاایک حصہ یہاں پیش فرمایا ہے،پوری روایت شروع کتاب میں نیت کے بیان میں گذر چکی ہے۔

دراصل فتحِ مکہ کے موقعہ پریہ بیمارہوگئے تھے اور ان کوزندہ رہنے کی امید نہیں رہی تھی توانہوں نے حضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیاکہ شایدمَیں اسی بیماری میں انتقال کرجاؤں گا، توآپ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے گا اور آپ کے ذریعہ ایک قوم کو فائدہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہنچائے گا اور ایک قوم کو نقصان پہنچائے گا۔چنانچہ اہلِ فارس سے مقابلہ کے نتیجہ میں ان کی قوت ختم ہوئی اور مسلمانوں کو پورے طور پر ان پر تسلط اور غلبہ نصیب ہوا،اس جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے سپہ سالار یہی حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) تھے۔اسی بیماری کے وقت ایک جملہ انہوں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول!میرے وارثوں میں صرف ایک لڑکی ہے اور کوئی نہیں ہے،توکیامیں اپنا پورا مال صدقہ کردوں؟ یا پورے مال کو اللہ کے راستہ میں دینے کی وصیت کر دوں؟تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ دو تہائی؟تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ نہیں۔پھرانہوں نے کہا کہ آدھا؟ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ آدھا بھی نہیں۔پھرانہوں نے کہا کہ ایک تہائی؟تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ ہاں! ایک تہائی کی اجازت ہے،لیکن ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ تم اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو پیسے والا مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ غریب رہیں اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں، یعنی یہ پیسے تم ان کے ہاتھ میں دوگے توان کو وہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے خرچ کریں گے اور کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔

مال جیسا آرہا ہے؛ویسا جا رہا ہے

ایک بات یاد رہے،بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جو اپنی سیدھی اولاد ہوتی ہے وہی وارث ہے ،مثلاً اگر کسی کی بیٹی ہے اور ساتھ میں بھائی بہن وغیرہ ہیں توچونکہ بھائی بھی وارث ہے اور بہن بھی وارث ہے۔اب وہ یوں سمجھتا ہے کہ میرا مال ان کے پاس خواہ مخواہ مفت میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جارہاہے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے بھائی!کسی کے پاس مفت میں نہیں جارہاہے بلکہ جس اللہ نے تم کو یہ دولت و نعمت عطافرمائی ہے،اسی کا فیصلہ ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد فلاں فلاں وارث ہیں،اس لئے یہ سب مفت میں نہیں جارہاہے بلکہ انہیں کا حصہ ہے،اگریہی دیکھا جائے تو آپ کے پاس بھی تو مفت میں ہی آیاہے۔لہٰذا جیسا آرہاہے؛ویسا ہی جارہا ہے۔

بہر حال!بعض لوگ یوں سمجھ کر کہ یہ تو ہمارے نہیں ہیں،یہ کوشش کرتے ہیں کہ مرنے سے پہلے ایسی شکلیں اختیار کی جائیں کہ مال کم سے کم ہوجائے اوران کے ہاتھ میں کم سے کم جائے،حالانکہ جانتے ہیں کہ وہ بھائی بہن غریب ومحتاج ہیں،اور ان کے ساتھ تو ویسے بھی اپنی زندگی میں حسنِ سلوک کرناچاہیے تھا،اب مرنے کے وقت جوکچھ تم چھوڑکر جارہے ہو،اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ لگادیا،تواب اس میں بھی کم کرنے کی کوشش کررہے ہو؟

جنت سے ایک بالشت دور جہنمی

اسی لئے آدمی کبھی ایسی وصیت کرجاتاہے اوربڑاگنہگار بن جاتاہے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ آدمی زندگی بھرنیکی کے کام کرتاہے یہاں تک کہ اس کے اورجنت کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتاہے،لیکن مرتے وقت کوئی ایسی وصیت کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنمی بن جاتاہے(مشکوٰۃ شریف۔ص۲۶۵)اس لئے کہ وہ کسی کا حق مار تاہے،شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے ایسی سب باتیں پیش آتی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک لقمہ پر بھی ثواب ہے

بہر حال! حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آگے ایک جملہ یہ ارشاد فرمایا ﴿وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا﴾ تم جو کچھ بھی خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو اجر وثواب ملے گا، چاہے وہ کسی پر بھی خرچ کر رہے ہو، آگے ایسی بات حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا رہے ہیں جو جلدی سے آدمی کی طبیعت قبول نہیں کرتی ہے کہ اس پر بھی ثواب مل سکتا ہے ﴿حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ﴾ یہاں تک کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منھ میں رکھوگے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو ثواب ملے گا۔ جب ایک لقمہ اس کے منھ میں رکھے جانے پر ثواب مل رہا ہے تو جو کچھ بیوی بچوں پر خرچ کیا جائے گا اس میں تو ضرور ثواب ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بیوی کے جو حقوق واجب کئے ہیں، وہ ان کو ادا کر رہا ہے۔ اس کو خوش رکھنا، اس کے دل کو راضی رکھنا، اس کی دلجوئی کرنا، اس پر خرچ کرنا؛ یہ سب بھی اللہ کے دئے ہوئے حکم ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ثواب بھی ملے گا۔

صحبت پر ثواب

پہلے بھی بتا چکا ہوں، حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت اس نیت سے کرے کہ مَیں اس کا حق ادا کر رہا ہوں تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ صحابۂ کرام ؓ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(اللہ تعالیٰ ان کو بہترین بد لہ دے)نے فوراً سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرکے اپنی شہوت پوری کررہاہے؛کیااس پر بھی ثواب ملے گا؟ تونبی کریم (ﷺ)نے فرمایاکہ اگروہ اپنی شہوت کسی ناجائزاورحرام جگہ میں پوری کرتاتوگناہ ہوتایانہیں؟ تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لئے اگراپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر رہاہے اوراس کا(بیوی کا) حق اداکرنے کے لئے کر رہا ہے تو کیا اس پر ثواب نہیں ملے گا؟آدمی گناہ سے بچنے کے لئے جب کوشش کرے گاتوضرورثواب ملے گا۔حضوراکرم(ﷺ) نےایک ایسا پہلو صحابہ کرام کے سامنےاجاگرکیا جس کی وجہ سےاس کانیکی ہونااور اس پرثواب کاملناکھلم کھلا واضح ہوگیا۔

بیوی کے منھ میں لقمہ دینے پرثواب کیوں؟

اصل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شریعت کاجو نظام دنیا میں قائم کیاہے اس کو جاری کرنے اوراس کوتقویت پہنچانے کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃوالسلام دنیامیں تشریف لاتے ہیں اورشیطان اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس نظام کو توڑنے اور اس کوکمزورکرنے کی کوشش کرتا ہے،تو آدمی کااپنی بیوی کے منھ میں لقمہ دینایہ میاں بیوی کے تعلقات مضبوط کرنے اوران کے درمیان محبت کےبڑھنےکاسبب ہے،اورجب محبت بڑھےگی تو آپسی حقوق زیادہ سے زیادہ ادا ہوں گے،شوہر بھی بیوی کا حق اداکرنے کی کوشش کرے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے نکاح کوجاری کرکے دنیامیں جو شرعی نظام قائم کیاہے وہ بھی سیدھی پٹری پرچلے گا۔یوں نہ سمجھئے کہ یہ لقمہ ایساہی بیکارہے،بلکہ یہ توخدائی نظام میں تقویت پہنچانے والاہے۔شیطان کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

معاملہ اُلٹاہے کہ شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی بھی طرح سے میاں بیوی کے تعلقات میں دراڑ پڑے،اور یہ گاڑی پٹری سے ہٹ جاوے۔اسی لئے شیطان کی نگاہ میں اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شطونگڑاہے جو میاں بیوی کے تعلقات کو خراب کرانے والا ہو۔

تونے سب سے عمدہ کام کیا

حدیثِ پاک میں آتاہے کہ شیطان شام کے وقت سمندر پر اپنا تخت بچھاتاہے اور اپنے تمام چیلے چانٹوں اور شطونگڑوں (چھوٹے شیطانوں) سے حساب وکتاب لیتاہے، جیسے شام کو آقا اپنے ماتحتوں سے رپورٹ مانگتا ہے کہ آج تم نے کیا کام کیا؟تو نے کیا کیا ؟تو نے کیا کیا؟ ہرایک اپنا اپناکارنامہ بیان کرتاہے۔ایک کہتاہے کہ ایک آدمی نماز پڑھنے جارہا تھا، مَیں نے اس کے دل میں دوسرے کام کاایساخیال ڈال دیا کہ وہ کام ہی میں لگارہا اور نماز ضائع کردی۔ شیطان کہتاہے کہ ٹھیک ہے۔اس طرح دوسرااور تیسرا؛ اوردوسرے تمام سے ان کے کارنامے سننے کے بعد آخر میں کونہ میں سے ایک چیلا کھڑاہوتاہے اور کہتاہے کہ مَیں نے میاں بیوی کے درمیان ایسا جھگڑاکرایاکہ الگ ہی نہیں ہوایہاں تک کہ شوہر نے بیوی کوطلاق دے دی۔شیطان اس کوخوب گلے لگاتاہے اور کہتاہے کہ تونے سب سے عمدہ کام کیااور اس کو خوب شاباشی دیتا ہے۔ (مسلم شریف۔۳۸۱۳)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ صرف طلاق ہی نہیں ہے

اس لئے کہ میاں بیوی کے تعلقات کاٹوٹنا کوئی معمولی چیز نہیں ہے، اوراس کے نتیجہ میں صرف دوآدمیوں میں ہی جھگڑانہیں ہوتابلکہ دوخاندان ٹوٹتے ہیں۔اب یہ خاندان اُس کا دشمن، اور وہ خاندان اِس کا دشمن بن جاتاہے ،یہ اُس کی برائی کرتاہے اور وہ اِس کی برائی کرتا ہے۔اب یہ نکاح تو ٹوٹ ہی گیاہے،اور حلال طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرنے کا جو ایک راستہ تھا وہ تو بند ہوگیا،اب آگے چل کربعدمیں دوسرے نکاح کے لئے معلوم نہیں کہ کب نوبت آتی ہے وہاں تک ضرورتیں اور طبعی تقاضے تولگے ہوئے ہی ہیں،اورہوسکتاہے کہ شیطان پھرزناکاری وبدکاری میں بھی مبتلاکردے،اورمعلوم نہیں اس کے نتیجہ میں کہ کیاکیا ہوگا۔اس لئے یہ صرف ایک طلاق ہی نہیں ہے بلکہ بہت کچھ ہے،اسی وجہ سے شیطان اس پر بہت خوش ہو تاہے۔

ایسابیگانہ پن بھی کیا؟

بہرحال!انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ایسے طریقےبتلاتےہیں جس سے دونوں کے تعلقات مزیدخوشگوارہوں اوران دونوں میں محبت اورزیادہ بڑھے۔جیساکہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ عورت مردکےبچے ہوئےپانی سےوضواورغسل نہ کرے،اور مردعورت کےبچے ہوئےپانی سے غسل نہ کرے(ابوداود۔۸۱) بعض روایت میں یہ ہے۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ

مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے (ابوداؤد۔۸۲) لیکن عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل اوروضو کرے یانہ کرے اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔تو وہاں فقہاء نے اپنا اپنا نظریہ پیش فرمایا ہے۔ہمارے اکابر میں سے حضرت علامہ عثمانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ صاحبِ شریعت نے جو حکم دیاوہ یہ ہے کہ میاں بیوی جب دونوں کے اندر تعلقات بالکل ایسے ہیں گویا دونوں ایک دوسرے کا جزو سمجھے جاتے ہیں کہ دونوں کے تعلقات ایسے ہیں کہ یہ اُس کا ایک حصہ ہے اور وہ اِس کا ایک حصہ ہے،اِس کے رشتہ دار اُس کے رشتہ دار ہیں اور اُس کے رشتہ دار اِس کے رشتہ دارہیں، اسی لئے حرمت کے رشتے بھی قائم ہو جاتے ہیں، کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ بیوی کے جو اصول و فروع ہیں وہ مرد کے لئے اصول و فرع کے حکم میں ہوجاتے ہیں یعنی اس کے ماں باپ، دادا دادی، نانانانی وغیرہ۔اسی طرح مرد کے اصول وفروع بھی عورت کے لئے ایسے ہی ہوجاتے ہیں۔توان دونوں میں اتنا یگانگت کا رشتہ قائم ہوگیا، اب اس کے بعد ایسا بیگانہ پن کیوں ہو کہ وہ الگ غسل کررہاہے اوریہ الگ غسل کررہی ہے؟ایسانہیں ہونا چاہیے،بلکہ دونوں ایک ساتھ غسل کرو،یہ معاملہ ان کے تعلقات کو مزید استوار کرنے والا ہے۔

خیر!مَیں یہ عرض کررہاتھا کہ بیوی کے منھ میں لقمہ دئے جانے پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ثواب کا جووعدہ فرمایاہے اس کوکوئی آدمی شہوت پر محمول نہ کرے،بلکہ یہ ایک توفطری چیز ہے اور تعلقات کا تقاضہ ہے،اورتعلقات جتنے استوار ہوں گے اتنی ہی حقوق کی ادائیگی زیادہ ہوگی اور جتنااس میں بگاڑ ہوگا اُتنا مرد کادھیان دوسری طرف جا ئے گا،اورعورت کادھیان دوسری

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طرف جائے گا،اور دونوں (میاں بیوی) گناہ میں مبتلا رہیں گے اور جتنے دونوں کے تعلقات ٹھیک ہوں گے؛اتنا ہی دونوں گناہ سے بچیں گے۔

نیت درست کرلی جائے

حدیث ۲۹۳

عن أبي مسعودن البدری (رضی اللہ عنہ) عن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قال:إِذَاأَنفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا،فَهِيَ لَهُ صَدَقَةٌ۔(متفق علیہ)

ترجمہ:۔حضرت ابومسعود انصاری بدری (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نقل کرتے ہیں: جب آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے،اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتاہے،تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

افادات:۔﴿يَحْتَسِبُهَا﴾ اس خرچ کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہے یعنی گویا اللہ کا حکم سمجھ کراور یہ گمان کرتے ہوئے کہ مَیں جوخرچ کررہا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ثواب اور اجر ملے گا، تو وہ اس کے لئے صدقہ کا حکم رکھتا ہے یعنی جس طرح صدقہ پر ثواب ملتا ہے اس پر بھی اس کو ثواب ملے گا۔مَیں پہلے بھی بتلاچکا ہوں کہ بیوی بچوں پر خرچ توسبھی کرتے ہیں لیکن اگرنیت ذرادرست کرلی جائے؛ تویہی عبادت بن جا ئے گا اور اس پر ثواب ہی ثواب ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بیکار لوگ

حدیث ۲۹۴

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم): كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا أَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ (أبو داود)

وراوہ مسلم فی صحیحہ معناہ قال: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا أَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهٗ۔

ترجمہ:۔حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: آدمی کے گناہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جس کے خرچہ کی ذمہ داری اس پر ہے اس کو ضائع کردے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے: آدمی کے گناہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے خرچہ کو روکے رکھے

افادات:۔یعنی بیوی بچوں کا نفقہ اس پر ہے لیکن وہ محنت کر کے کما کر لا کر ان کو دیتا نہیں ہے، جس کے نتیجہ میں وہ تکلیفیں اٹھارہے ہیں اور برباد ہو رہے ہیں؛ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے یعنی یہ آدمی بڑا گنہگار ہے۔

بعض لوگ بیوی بچوں کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے جو محنت کرنی چاہیے اور جو مشقت اُٹھانی چاہیے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے کا جو اہتمام ہونا چاہیے؛ وہ نہیں کرتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی پریشان رہتے ہیں۔ بیوی کی ضرورت ہے، وہ بھوکی مر رہی ہے، اس کے پاس پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہیں، وہ دوسروں کے پاس سے قرض مانگ رہی ہے، وہ خود محنت اور مزدوری کر رہی ہے، دوسروں کے یہاں برتن دھو کر اور جھاڑو لگا کر اپنی ضرورتوں کو پورا کر رہی ہے، حالانکہ اس کی ضرورتیں تو آپ کو پوری کرنی چاہیے، آپ اس کی ضرورتیں پوری نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کررہے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ ضائع ہورہی ہے،یہ بہت بڑانقصان ہورہا ہے، ایسا آدمی بہت سخت گنہگار ہے۔

روپیہ خرچ کرنے سے گھٹنے والانہیں ہے

حدیث ۲۹۵

عن أبي هريرةؓ أن النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا مِن يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلاَّ مَلَكَانِ يَنْزِلانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: أَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً، وَيَقُولُ الْآخَرُ: أَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً۔

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ارشادفرمایا:ہردن جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے دعاکرتے ہوئے اترتے ہیں، ان میں سے ایک یوں کہتاہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کواس کابدل عطافرمایعنی جس نے خرچ کیااورخرچ کے نتیجہ میں اس کاجوپیسہ گیا اس کے بد لہ میں اس کودنیااورآخرت میں دوسرا دیدے اوردوسرافرشتہ یہ دعاکرتاہے کہ اے اللہ!روکنے والے کے مال کوبربادکر۔

افادات:-چونکہ عام طور پر آدمی اپنے بیوی بچوں پر یا جن کاخرچہ و نفقہ اس کے اوپر واجب ہے اس کی ادائیگی میں جو کو تاہی کر تا ہے اس کی ایک وجہ اس کا بخل بھی ہے، اس کی طبیعت میں جوبخل ہے اس کی وجہ سے وہ باوجودپیسہ ہونے کے ان کاحق ادانہیں کرتاہے، اور ان کانفقہ نہیں دیتا ہے،نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرماکربتلادیاکہ بھائی!تم یوں سمجھتے ہوکہ ان پر خرچ کریں گے تو پیسہ گھٹ جائے گااورکم ہو جائے گا،اتنا بیلنس کم ہو جائے گا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اتنے روپے جیب سے نکل جائیں گے؟ایسی بات نہیں ہے،بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے مقرر ہیں، ایک فرشتہ تو یوں دعاکرتا ہے کہ اے اللہ!جو خرچ کرنے والا ہے اس کو بدلہ عطا فرمایعنی اس نے جو خرچ کیا ہے اس کی جگہ پر دوسرے اتنے ہی مل جائیں۔آپ جو سمجھتے تھے کہ پیسہ کم ہوگیااور گھٹ گیا،وہ گھٹنے والا نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہی نے فرشتوں کو دعا کے واسطے مقرر کیا ہے۔ایک تو دعافرشتے کی ہواور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کررہاہو ؛تووہ دعا تو ضرور قبول ہوگی۔معلوم ہواکہ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ خرچ کریں گے توکم ہوجائے گا، ایسانہیں ہے۔جہاں خرچ کرنے کے لئے کہاگیا ہے وہاں آپ خوب خرچ کرو،ذرابھی کم نہیں ہوگا،بدلہ ضرورملے گا، اس کی جگہ پر دوسرا آجائے گا۔

روپیہ بچانے والاخوش فہمی میں ہے حالانکہ...

اورجویوں سمجھتاہے کہ خرچ کریں گے توکم ہوجائے گا اور خرچ نہیں کریں گے تو جمع رہے گاتواس کاحال بھی آگے آگیاہے کہ دوسرافرشتہ دعاکرتاہے کہ اے اللہ!جو بخل کرنے والاہے،جہاں خرچ کرنےکےلئے کہا گیا ہے وہاں خرچ نہیں کرتاہے،اس کےمال کو بربادکر۔ اب وہ یوں سمجھتاہے کہ بیوی کے کپڑے لانے ضروری تھے،لیکن نہیں لایا اور اس طرح مَیں نے اتنے پیسےبچالئے۔ایک ٹائم کھانانہیں دیا،بال بچوں کو بھوکا رکھا، تومَیں نے دوسو روپے کی بچت کرلی ،اس طرح کرکے وہ خوش فہمی میں ہے، اوریہاں فرشتہ اس کے لئے بددعا کر رہاہے کہ یہ جو کچھ بچت ہوئی ہے وہ بربادہوجائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس لئے جو آدمی نبی کریم(ﷺ) پر ایمان رکھتا ہے، آپ اکے ارشادات کو حق ویقین سمجھتا ہے، اِس حدیث کو سننے کے بعد وہ کاہے کو اپنے بیوی بچوں کے خرچ میں بخل کرے گا، اور کیوں خرچ نہیں کرے گا، بلکہ ضرور کرے گا۔ اس لئے کہ اس کو یقین ہے کہ اگر خرچ نہیں کروں گا تو سب برباد ہو جائے گا اور اگر خرچ کروں گا تو ان کی ضرورتیں بھی پوری ہوں گی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم بھی پورا ہو گا اور اس کی جگہ پر دوسرا مال تو آ ہی جائے گا۔

کھڑکی کھولیے

جیسے آپ کا برتن بھرا ہوا ہے، تو اس بھرے ہوئے میں سے کچھ نکالو گے تب ہی تو دوسرا اس میں آئے گا، اگر برتن میں آنے کی جگہ ہوگی تب ہی تو آ سکتا ہے۔ جیسے اِدھر سے ہَوا اسی وقت داخل ہوگی جب کہ اُدھر کی کھڑکی کھول دوگے، اور ہوا کے نکلنے کا راستہ پیدا کروگے، اِدھر سے نکلے گی تو اُدھر سے آئے گی، اِدھر کی کھڑکی بند کر رکھی ہے تو جب ہوا کو آپ جانے نہیں دیں گے تو دوسری ہوا کیسے آئے گی۔ اس لئے قاعدہ یہی ہے کہ خرچ کروگے تو دوسرا آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہی قاعدہ بتلایا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

او پر والا ہاتھ اور نیچے والا ہاتھ

حدیث ۲۹۶

وعنه عن النبی (ﷺ) قال: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌمِّنَ الْيَدِالسُّفْلٰى،وَابْدَأْبِمَنْ تَعُوْلُ، وَ خَيْرُالصَّدَقَةِمَاكَانَ عَنْ ظَهْرِغِنًى،وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ،وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے۔اور جب آپ خرچ کرنے لگیں تو جن کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے وہاں سے شروعات کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جو غنیٰ کے ساتھ ہو۔اور جو آدمی اپنے آپ کو عفیف بنائے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو سوال سے محفوظ رکھیں گے۔اور جو اپنے آپ کو مستغنی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو مستغنی بنا دے گا۔

افادات:۔”اوپر والا ہاتھ اور نیچے والا ہاتھ“ کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ اوپر والا یعنی خرچ کرنے والا،اور نیچے والا یعنی روکنے والا اور بخل کرنے والا۔اور ایک مطلب یہ ہے کہ اوپر والا یعنی دینے والا اور نیچے والا یعنی مانگ کر لینے والا،اگر بغیر مانگے کچھ مل جائے اور لے، وہ اس میں داخل نہیں ہے۔اور ایک مطلب یہ ہے کہ اوپر والا یعنی سوال سے اپنے آپ کو بچانے والا۔ اور نیچے والا یعنی سوال کرنے والا۔یہ تینوں مطلب بتلائے گئے ہیں۔خلاصہ یہ ہوا کہ آدمی کسی سے سوال نہ کرے اور خرچ کرنے(دینے)کا اہتمام کرے، اور بخل سے کام نہ لے بلکہ خرچ کرتا رہے۔

ایسی سخاوت مطلوب نہیں ہے

﴿وَابۡدَاۡ بِمَنۡ تَعُوۡلُ﴾دوسری بات نبی کریم(ﷺ) نے یہ ارشاد فرمائی کہ جب آپ خرچ کرنے لگیں تو جن کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے،جن کا خرچہ آپ پر واجب ہے،وہاں سے شروعات کرو۔آپ جب خرچ کرنے بیٹھیں گے اور خرچ کرنا شروع کریں گے،تو ابتداء اپنے گھر سے ہونا چاہیے،پہلے گھر والوں پر اس کے بعد دوسروں پر خرچ کرو،اس لئے کہ ان کا نفقہ اور ذمہ داری آپ پر واجب ہے ،ورنہ گجراتی میں کہاوت ہے:-

(ઘર ના છોકરા ઘંટી ચાટે , ઉપાધ્યાય ને આટો)

یعنی گھر میں بھوکے ہیں اور دوسروں پر سخاوت ہو رہی ہے،ایسی سخاوت شریعت میں مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔ایسی بھی کیا سخاوت؛ کہ اس سخاوت سے اپنے گھر والے ہی محروم رہیں، اس کو کوئی سخی کہے گا؟کسی بھی آدمی میں اگر کوئی خوبی ہے تو اس کی اس خوبی کا نمبر اول پر فائدہ گھر کے لوگوں کو پہنچنا چاہیے ،تب تو بات ہے ،ورنہ پھر وہ خوبی ہی کیا ہوئی؟

بہر حال!حضور(ﷺ) فرماتے ہیں﴿وَابۡدَاۡ بِمَنۡ تَعُوۡلُ﴾جس کے خرچہ کی ذمہ داری آپ پر ہے، خرچ کرنے میں انہی سے شروعات کرو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہترین صدقہ

﴿وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى﴾بہترین صدقہ وہ ہے جو غنٰی کے ساتھ ہو۔”غنٰی کے ساتھ ہو“کا کیامطلب ہے؟بعض حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ کسی محتاج اور ضرورت مند کو اگر دوتواتنادوکہ اس کی ضرورت پوری ہوجائے اوراپنی اس ضرورت کی طرف سے وہ مستغنی ہوجائے۔مثلاًایک آدمی بھوکاہے،آپ اس کو کھانادے رہے ہیں،توایسانہ کروکہ روٹی کا ایک ٹکڑااس کے ہاتھ میں پکڑادیا،بلکہ کم سے کم اتناتودوکہ اس کی ضرورت پوری ہوجائے۔ایک آدمی ننگاہے اس کوآپ کپڑادےرہےہیں،توکم سے کم اتناکپڑاتودیجئے کہ اس کاسترڈھک جائے،اگرکپڑے کاتھان نہ دو؛توکم سے کم ایک جوڑاتودے دیجئے۔مطلب یہ ہے کہ جس ضرورت کے لئے آپ صدقہ کررہے ہیں تواتنادیجئے کہ اس کی اس ضرورت کے سلسلہ میں وہ آدمی کسی اور کا محتاج نہ رہے۔

اوربعض حضرات یوں کہتے ہیں آپ جب صدقہ کریں تو اس طرح کیجئے کہ آپ کے پاس اتنارہ جائے کہ پھربعدمیں آپ خودمحتاج نہ ہوجائیں یعنی سخاوت کاایساجوش نہ ہوکہ اپنے پاس جوکچھ تھا وہ سب دے ڈالا،جب اپنی اوراپنے بال بچوں کی ضرورت پیش آئی تو دوسروں کے سامنےہاتھ پھیلارہےہیں کہ مجھے دو۔کسی نے پوچھاکہ بھائی!تیرے پاس تو تھااس کا کیا کیا؟توکہتاہے کہ مَیں نے سخاوت کرڈالی۔بھائی!ایسی سخاوت بھی کیاکہ اب تجھے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاناپڑے۔اس لئے اپنی ضرورت اور اپنے گھر والے جن کی ذمہ داری ہے ان کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ضرورت کے مطابق رکھ کر پھر خرچ کرے اور صدقہ کرے؛ ایسا صدقہ بہترین صدقہ ہے۔ ہاں! اگر کوئی آدمی ایسا ہے کہ جس کے اوپر کسی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، خود تنہا ہے اور بھوکا رہنے اور ضرورتوں کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اس نے سب خرچ کر ڈالا اور پھر کسی کے سامنے ہاتھ بھی نہیں پھیلاتا تو وہ الگ بات ہے۔ لیکن اگر دوسروں کی ضروریات اس کے ذمہ لگی ہوئی ہے اور وہ صبر نہیں کرسکتے تو پھر بعد میں خواہ مخواہ ان کو صبر کی تلقین کرتے رہنا یہ بات ٹھیک نہیں ہے، بلکہ اپنے پاس اتنا رہنے دے کہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورت پوری ہو، اسی کو ﴿عَنْ ظَهْرِ غِنًى﴾ کہا گیا ہے۔

بچنے پر بچایا جائے گا

﴿وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ﴾ اور جو آدمی اپنے آپ کو عفیف بنائے گا؛ تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو عفت عطا فرمائیں گے، اور سوال سے محفوظ رکھیں گے۔ عفت کا معنیٰ پاکیزگی، یعنی جو آدمی اپنے آپ کو سوال سے بچائے گا اور سوال نہیں کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی نیکی کا کام کرنے کے لئے خود اس آدمی کو بھی اس کام کا ارادہ اور ہمت کرنی پڑتی ہے، ایک مرتبہ اس نے ارادہ اور ہمت سے کام لیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری ہو جائے گی، جیسے کوئی بچہ جب چلنا سیکھتا ہے تو کھڑا ہوتا ہے اور پھر ایک قدم اٹھاتا ہے تو باپ خود آگے بڑھ کر اس کو پکڑ لیتا ہے اور چلا لیتا ہے، لیکن اگر وہ بچہ قدم ہی نہیں اٹھائے تو پھر کوئی اس کو نہیں چلائے گا۔ اسی طرح یہاں پر بھی اصل تو اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی ہے، لیکن آدمی کی آزمائش ہے کہ وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ارادہ کرے اور ہمت سے اس کام کو شروع کردے۔تو جو آدمی عفیف بننا چاہے اور سوال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو محفوظ رکھے گا۔

﴿وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ﴾ اور جو اپنے آپ کو مستغنی رکھے گا،کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے گا،تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو مستغنی بنا دے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اَلْاِنْفَاقُ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ

محبوب اور عمدہ چیز کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لاَّاِلٰہَ اِلاَّاللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً۔أما بعد:-

أعوذباللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّحَتّٰی تُنْفِقُوْامِمَّا تُحِبُّوْنَ۔

یَاأَیُّھَاالَّذِیْنَ آمِنُوْاأَنْفِقُوْامِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّاأَخْرَجْنَالَکُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلاتَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ۔

محبوب اور عمدہ چیز اللہ کے راستہ میں دو

اس باب میں یہ بتاناچاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جو چیز خرچ کی جائے وہ ایسی ہونی چاہیے جو خرچ کرنے والے کو اپنی تمام چیزوں میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو،اوروہ چیز عمدہ بھی ہو۔دو چیزیں بتائی ہیں محبوب بھی ہواور عمدہ بھی ہو۔اس سلسلہ میں انہوں نے دو آیتیں اورایک روایت پیش کی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پہلی آیت ہے﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم کامل نیکی نہیں پاسکتے یہاں تک کہ تم خرچ کرواس مال میں سے جس کوتم پسند کرتے ہو یعنی جس مال سے تم کوسب سے زیادہ محبت ہو،اس کوجب تک خرچ نہیں کروگے، تب تک کامل نیکی تمہیں حاصل نہیں ہوگی۔

سلام پھیرنے کاانتظارنہ کیا

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین کے یہاں اس کابڑااہتمام تھاکہ وہ اپنی محبوب چیز اللہ کے راستہ میں خرچ کیاکرتے تھے۔حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے پاک رسول(صلی اللہ علیہ وسلم)کے ارشادات پر عمل کرناانہیں حضرات کاکام تھا،یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت اورآپ کی خدمت کے لئے چناتھااوروہ اس کاحق رکھتے تھے۔

حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ)کاواقعہ توروایت میں آرہاہے،ان کے علاوہ اور بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اورمیرے علم میں آئی تومَیں نے سوچا کہ میرے پاس جومال ہے اس میں مجھے سب سے زیادہ محبوب کیاہے؟چنانچہ میری ایک باندی مرجانہ نامی تھی جومجھے بڑی محبوب تھی مَیں نے اس کواللہ کے واسطے آزاد کردیا۔جب اللہ کے لئے آزاد کردیاتومقصدتوحاصل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوگیا، اب آزاد کرنے کے بعد اگر مَیں اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تو کرسکتا تھا، شرعاً اس کی اجازت تھی اور اس میں کوئی بھی رکاوٹ نہیں تھی، لیکن اس صورت میں یہ ہوتا کہ ایک چیز جس کو مَیں نے اللہ کے واسطے اپنی ملکیت سے نکال دی ہے، صورتاً اس کو دوبارہ اپنے پاس لانا پایا جاتا، اور یہ نوبت نہ آوے اس لئے مَیں نے اس باندی کا نکاح اپنے غلام نافع کے ساتھ کرادیا۔ (روح المعانی۔۳/۲۲۳)

انہی سے ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ نماز کے اندر تلاوت کرتے ہوئے اسی آیت پر گذرے، تو اسی وقت نماز ہی کی حالت میں اپنی ایک محبوب باندی کو اشارہ سے آزاد کردیا

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا عمل

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق لکھاہے کہ انہوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) کو خط لکھاکہ جلولہ کی باندیوں میں سے کوئی اچھی باندی خرید کر میرے لئے بھیجو، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) نے ایک بہت ہی حسین اور قیمتی باندی خرید کر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے بھیجی۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچی تو آپ نے اس کو اپنے قریب بلایا اور یہ آیت پڑھی ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ اور اس کو آزاد کردیا۔ (الدر المنثور)

محمد بن منکدر (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں اپنا ایک گھوڑا لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میرے مال میں مجھے یہ گھوڑا سب سے زیادہ پسند ہے اور چونکہ باری تعالیٰ یہ فرماتے ہیں ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ﴾ اس لئے مَیں یہ گھوڑا اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں آپ اس کو قبول فرمالیں، آپ انے وہ لے لیا اس کے بعد آپ نے وہ گھوڑا ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ (رضی اللہ عنہ) کو دیدیا، یہ دیکھ کر ان کے چہرے پر کچھ تغیر سا آیا، شاید ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ بھی عجیب معاملہ ہوا کہ باپ کے پاس سے نکل کر بیٹے کے پاس گیا، گھر کا گھر میں ہی رہا، تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے چہرے کے یہ آثار دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کرلیا، اب مجھے اختیار ہے، مَیں چاہوں تو تمہارے بیٹے کو دوں یا کسی اور کو دوں، تمہیں اس کی وجہ سے گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (روح المعانی، ۳/ ۲۲۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کثرت سے شکر خرید کر صدقہ کرتے تھے اور لوگوں کو کھلاتے تھے، ایک مرتبہ ان کے غلام نے کہا کہ آپ شکر کے بجائے کھانا خرید کر دیا کریں تو زیادہ فائدہ ہوگا، انہوں نے فرمایا کہ تیری بات تو صحیح ہے، لیکن قرآن میں باری تعالیٰ یہ فرماتے ہیں ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ﴾ اور مجھے شکر بہت پسند ہے اس لئے مَیں شکر خرید کر صدقہ کرتا ہوں، تاکہ مجھے کامل نیکی ملے۔ دیکھئے! اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل کا کیسا جذبہ ان حضرات کے اندر موجود تھا۔ (روح المعانی۔۳/۲۲۳)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کا واقعہ

قبیلۂ بنوسُلیم کا ایک آدمی کہتا ہے کہ مَیں حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں مقام ”ربذہ“ میں حاضر ہوا۔ ”ربذہ “ ایک دیہاتی علاقہ تھا، حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے مشورہ سے وہیں منتقل ہوگئے تھے، اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اس سلسلہ میں ہدایت بھی فرمائی تھی۔ تو وہ آدمی کہتا ہے کہ جس زمانہ میں وہ وہاں رہتے تھے مَیں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک آدمی جو اونٹوں کو سنبھال رہا ہے وہ معمر ہوچکا ہے اور ذرا کمزور بھی ہے، اور میرا جی چاہتا تھا کہ مَیں حضرت کی خدمت میں رہوں، اس لئے مَیں نے درخواست کی کہ حضرت! آپ مجھے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دیجئے، آپ کے اونٹوں کو جو آدمی سنبھال رہا ہے، مَیں اس کی مدد بھی کروں گا اور آپ سے استفادہ بھی کروں گا، اس پر حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ بھائی! میرا دوست تو وہی ہے جو میری بات مانے، اگر تم میری اطاعت کرنے کے لئے تیار ہو، تب تو مَیں تم کو میرے پاس رہنے کی اجازت دیتا ہوں، ورنہ چلے جاؤ۔ اس نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ جب مَیں کسی کو دینے کے لئے کوئی چیز مانگوں تو میرے مال میں جو سب سے بہتر ہو وہ لاکر مجھے دے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ مَیں نے یہ شرط قبول کرلی اور اس ہدایت پر برابر عمل کرتا رہا ایک مرتبہ ان کو معلوم ہوا کہ فلاں چشمہ کے پاس جو لوگ آباد ہیں وہ کھانے پینے کی تکلیف میں مبتلا ہیں، تو حضرت نے مجھ سے کہا کہ میرے اونٹوں میں سے ایک اونٹ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لے آؤ۔ مَیں گیااور دیکھا کہ ان اونٹوں میں ایک نراونٹ سب سے عمدہ ہے اوروہ بڑا سدھایا ہوااور بہت قیمتی بھی ہے ،اوردوسرانراونٹ ان کے مال میں تھا بھی نہیں،اس لئے مَیں نے یوں سوچاکہ اگریہ دیدیاجائے گاتوجفتی وغیرہ کے لئے نراونٹ کی جو ضرورت رہتی ہے وہ بھی نہیں ہوگی،اس لئے مَیں نے اس کوچھوڑدیااوردوسرے نمبرپر ایک اونٹنی جوبہت بڑھیاتھی لیکن اس سے کم درجہ کی تھی وہ لاکر خدمت میں پیش کی۔ان کی نظر جب اس اونٹ پر پڑی تومجھ سے فرمانے لگے کہ تونے میرے ساتھ خیانت کی ہے،مَیں فوراً گیااوراس اونٹنی کو رکھ کراس بڑھیااونٹ کولے کر آیاتوانہوں نے اعلان کیاکہ کون دو آدمی ایسے ہیں جومیرے کہنے کے مطابق نیکی کے کام میں شریک ہوں؟ دوآدمی آگے بڑھے ،ان سے کہاکہ جلدی سے اس اونٹ کوذبح کرو،اورپانی کے اس چشمہ کے پاس جتنے گھرانے رہتے ہیں،اس کے اتنے حصے کرواور میرے گھرکابھی اتنا ہی برابرکاایک حصہ لگالینااوران میں جاکر تقسیم کردو۔ چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق اس کوذبح کیا اور تقسیم کیاپھر انہوں نے مجھے بلایااورپوچھاکہ تم نے ایساکیوں کیا؟اگر میری بات بھول گئے تھے تب توتم معذورہو،اوراگرجان بوجھ کر ایسا کیاتوکیوں؟مَیں نے کہاکہ مَیں بھولانہیں تھابلکہ آپ کی بات تویادتھی لیکن آپ کی ضرورت کے پیشِ نظرمَیں نے ایساکیاتھا۔توفرمایاکہ واقعی میری ضرورت کے لئے تم نے ایساکیاتھا؟ مَیں نے کہاکہ ہاں ۔توفرمانے لگے کہ میری حقیقی ضرورت تویہ ہے کہ جب مَیں اکیلا قبرکے گھڑے میں ڈال دیاجاؤں گا اس وقت کی میری محتاجی سے بڑھ کر اورکوئی محتاجی نہیں ہوگی،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگر تم میری ضرورت کا خیال کرتے تو وہی اونٹ لاتے جس کی مَیں نے پہلے سے ہدایت کر رکھی تھی۔ (الدر المنثور)

حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کی زریں نصیحت

پھر کہنے لگے کہ دیکھو! تمہارے مال میں تین پارٹنر اور شریک ہیں۔ایک شریک تو مقدر ہے۔تقدیر آدمی کے مال میں سے اپنا حصہ نکال ہی لیتی ہے۔بہت سی مرتبہ ہم پیسے رکھ کر سوچتے ہیں کہ فلاں کام میں آئیں گے، لیکن ہوا یہ کہ وہ کوئی چور لے گیا۔یا مثلاً کوئی چیز کچھ سوچ کر رکھی تھی لیکن سیلاب آیا اور وہ چیز بہہ گئی۔مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی وجہ سے وہ چیزیں آدمی کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔تو ایک شریک تو مقدر ہے کہ بہت سی مرتبہ کوئی چیز اپنی کسی ضرورت کی سمجھ کر تم رکھتے ہو، اور تقدیر آکر کسی بھی بہانے سے اس چیز کو تمہارے ہاتھ سے لے جاتی ہے، مثلاً چوری ہو گیا، سیلاب میں بہہ گیا، آگ لگنے کی وجہ سے جل گیا، یا اور کوئی بھی شکل ہو جاتی ہے۔

دوسرا شریک تمہارا وارث ہے جو اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب یہ مرے، قبر میں جاوے اور وہ مال میرے ہاتھ میں آوے۔اور تیسرے شریک تم خود ہو۔یہ کل تین شریک ہوئے لہٰذا تم ان تینوں میں سب سے کم حصہ لینے والے مت بنو، بلکہ جب بھی دل میں آوے، فوراً

اس کو خرچ کر کے اپنے لئے آخرت میں جمع کرادیجیو، اگر رہنے دوگے تو وہ تمہارے ہاتھ میں رہنے والا نہیں ہے۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ایک پرندے کا گوشت پیش کیا گیا، آپ کو پسند نہیں تھا اس لئے آپ نے اس کو تناول نہیں فرمایا اور کسی دوسرے کو منع بھی نہیں فرمایا۔ مَیں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ گوشت میں فقیروں کو دیدوں؟ تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جو چیز تم اپنے لئے پسند نہیں کرتی اس کو دینے کی بات کیوں کرتی ہو؟ (تفسیر ابن کثیر۔۱/۳۲۱) بہرحال! حضراتِ صحابہ کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ تم حقیقی طور پر کامل نیکی نہیں پاسکتے جب تک کہ تم تمہاری محبوب چیز کو اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرو۔

آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا؟

اور حقیقت یہی ہے کہ جو خرچ کریں گے وہ ہمارے لئے جمع ہوگا، اگر یہاں رکھا رہے گا تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جب آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں ﴿مَاقَدَّمَ﴾ اس نے آگے کیا بھیجا؟ اور لوگ پوچھتے ہیں ﴿مَاأَخَّرَ﴾ کیا چھوڑ کر جارہا ہے؟ (شعب الایمان۔۱۰۴۷۵)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسرے کے مال کی نگرانی

نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھاکہ کوئی ایسا ہے جس کو دوسرے کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟جواب میں صحابۂ کرام نے عرض کیاکہ اے اللہ کے رسول!ایساتوکون ہوگا جس کو دوسروں کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو، ہر ایک کو اپنا ہی مال محبوب ہوتاہے۔توحضور اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایاکہ اپنامال تو وہی ہے جو تم نے کھایا پیا، یا پھر اللہ کے راستہ میں خرچ کرکے جمع کرادیا، باقی جو کچھ چھوڑ کر جاؤگے ؛وہ سب دوسروں یعنی وارثوں کا ہے۔

ایک حماقت

اس حقیقت کو آدمی سمجھتا نہیں ہے۔جو مال خود کمایا، خود اس کا مالک ہے، خود اس میں تصرف کرسکتاہے ؛تب بھی خرچ نہیں کرتاہے اور سوچتایہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچے میرے لئے دیں گے۔ارے اللہ کے بندے!تونے خود کمایا، تواس کا مالک تھا اوراپنی مرضی سے اس میں جوچاہتاوہ تصرف کرسکتاتھا؛لیکن تونے خود توخرچ کیا نہیں اور اب یہ امیدرکھتاہے کہ تیرے مرنے کے بعد تیری اولاد اس مال میں سے تیرے لئے خرچ کرے گی؟یہ محال بات ہے۔کون اولادایسا کرتی ہے؟کوئی نہیں کرتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اصل بے وقوف تو یہ خود تھا

کسی کے باپ کا انتقال ہوجائے، اور وہ کروڑوں کی جائیداد چھوڑ کر جائے، تو اگر اس کی اولاد مل سمجھ کر خرچ کرنے کا فیصلہ کرے گی تو بہت سے بہت تو ایک دو فیصد اس کے لئے خرچ کرے گی، اور وہ بھی ایسا سمجھیں گے کہ باپ پر بڑا احسان کیا ہے، حالانکہ سارا مال وہی کما کر چھوڑ کر گیا تھا۔ اور مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ اس میں اولاد کا کوئی قصور بھی نہیں ہے، اصل بے وقوف تو یہ خود تھا کہ اپنی چیز تھی، خود خرچ کرسکتا تھا، لیکن جب خود اس نے اپنے لئے خرچ نہیں کی ؛تو اب اولاد اس کے لئے کیا خرچ کرے گی؟

اللہ تعالیٰ طیِّب چیز ہی کو قبول فرماتے ہیں

بہرحال! باب کا عنوان قائم کیا تھا اس میں ایک بات تو یہ بتلائی تھی کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کی جانے والی چیز محبوب ہونی چاہیے۔ اور دوسری بات یہ بتلائی تھی ﴿وَمِنَ الْجَيِّدِ﴾ وہ چیز عمدہ بھی ہونی چاہیے، اس سلسلہ میں قرآنِ پاک کی دوسری آیت پیش کی ہے ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ اے ایمان والو! تم نے جو کمایا اور حاصل کیا ہے اس میں جو چیز عمدہ ہے اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔ لفظ "طیِّب" قرآن و حدیث کی اصطلاح میں دونوں مفہوم میں بولا جاتا ہے، حلال کے لئے بھی لفظ "طیِّب" استعمال کیا جاتا ہے، اور جو چیز عمدہ ہو اس کے لئے بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور یہاں دونوں ہی مراد ہیں۔ ظاہری طور پر بھی وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چیز عمدہ ہونی چاہیے اور معنوی اعتبار سے وہ چیز حلال بھی ہونی چاہیے۔ایک چیز دیکھنے میں تو بہت اچھی ہے لیکن وہ حرام طریقہ سے حاصل کی گئی ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کی جاسکتی، حدیثِ پاک میں نبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں ﴿إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا الطَّيِّبَ﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ پاک اور طیب چیز ہی کو قبول فرماتے ہیں۔اگر حرام چیز اللہ کے راستہ میں دی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قابلِ قبول نہیں ہے۔اور اس آیت کا شانِ نزول بھی یہی بتلاتا ہے کہ یہاں طیب سے مراد عمدہ چیز ہے بعض لوگ گھٹیا قسم کی چیز صدقہ کے طور پر دیا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ اور تمہاری زمین میں سے نکال کر ہم نے جو دیا اس میں سے بھی جو عمدہ ہو وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾ اور دیکھو! ردی اور گھٹیا مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا ارادہ مت کرنا۔صاحبِ کتاب نے تو اتنی ہی آیت پیش کی ہے لیکن اسی آیت میں آگے جملہ ہے ﴿وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾ تمہارا اپنا حال یہ ہے کہ ایسی گھٹیا چیز اگر کوئی آدمی تم کو دینا چاہے تو تم اس کو قبول نہیں کروگے، اِلَّا یہ کہ چشم پوشی اور درگذر سے کام لو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمارا مزاج

ہمارا مزاج یہ بنا ہوا ہے کہ جب اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی بات آتی ہے تو گھٹیا چیز ہی دیا کرتے ہیں جیسے نیا کپڑا آیا تو کہتے ہیں کہ پرانا جوڑا کسی مسکین کو اللہ واسطے دیدو۔ کھانا کھا چکے اور کچھ بچ گیا تو کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے کسی فقیر کو دیدو۔ یہاں تک کہ زندگی کا بھی گھٹیا حصہ ہی ہم دیتے ہیں، جوانی میں جب اللہ تعالیٰ نے ساری صلاحیتیں دے رکھی تھیں اور قویٰ اعلیٰ درجے کے ملے ہوئے تھے تو اس زمانہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور اس کی یاد میں استعمال نہیں کیا، اس وقت تو بس عیش و عشرت اور دنیا سے فائدہ اٹھانے میں لگے رہے اور جب بوڑھاپا آیا اور کسی کام کے نہ رہے، نہ منھ میں دانت، نہ پیٹ میں آنت، گھر میں سے بھی بہوؤں نے نکال دیا کہ بڈھا خالی جھک جھک کرتا رہتا ہے، جا! مسجد میں جا کر بیٹھ؛ تو مسجد کا ایک کونہ پکڑ کر کہتا ہے کہ اب اللہ اللہ کرو، یعنی زندگی کا یہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں کسی کام کا نہیں رہا تو اب اللہ کی یاد کے لئے فارغ ہو گیا۔ خیر! اگر کسی کو اللہ تعالیٰ یہ بھی توفیق دیدیں تو بڑی سعادت کی بات ہے، باقی یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ پسندیدہ زمانہ تو جوانی ہی کا ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ایسی چیز کو بھی قبول کر لیتے ہیں، باری تعالیٰ خود ہماری حالت بیان فرماتے ہیں ﴿وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ اگر تمہارے لئے کوئی ایسی چیز پیش کرتا تو تم اپنے لئے اس کو قبول نہ کرتے۔ سوچو کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ کسی کے پاس عمدہ چیز ہو اور وہ ردی چیز پیش کرے، لیکن اگر کسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے پاس بڑھیا چیز ہے ہی نہیں، جو بھی ہے وہ کم درجہ ہی کی ہے اوروہ اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے گا، تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ اس کو ثواب مرحمت فرمائے گا۔

حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کا باغ

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) جو اس روایت کے راوی ہیں وہ حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کے سوتیلے والد ہیں، ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کی والدہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح انہی حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوا تھا۔

حدیث ۲۹۷

عن أنس (رضی اللہ عنہ) قَالَ: كَانَ أَبُوطَلْحَةَ (رضی اللہ عنہ) أَكْثَرَالْأَنْصَارِبِالْمَدِينَةِمَالاًمِّن نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَآءِ،وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَالْمَسْجِدِ،وَكَانَ رسول الله(صلی اللہ علیہ وسلم) يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِن مَّآءٍفِيهَاطَيِّبٍ۔قَالَ أنسٌ:فَلَمَّانَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾قَامَ أَبُوطَلْحَةَ اِلٰى رسول الله(صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَالَ:يَارَسولَ اللهِ!اِنَّ اللهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ عَلَيْكَ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّحَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾وَاِنَّ أَحَبَّ مَالِي اِلَيَّ بَيْرَحَآءُ،وَاِنَّهَاصَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى أَرْجُوْا بِرَّهَاوَذُخْرَهَاعِنْدَاللهِ تَعَالٰى،فَضَعْهَا يَارَسولَ اللهِ،حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ۔ فَقَالَ رسول الله(صلی اللہ علیہ وسلم): بَخٍّ!ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ۔وَقَدْسَمِعْتُ مَاقُلْتَ۔ وَاِنِّي أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ۔فَقَالَ أَبُوطَلْحَةَ:أَفْعَلُ يَارَسُولَ اللهِ۔فَقَسَّمَهَا أَبُوطَلْحَةَفِي أَقَارِبِهِ،وَبَنِي عَمِّهِ۔ (متفق علیه)

ترجمہ:۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ انصار میں سب سے زیادہ کھجور کے باغات کے مالک حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) تھے، اوران کو اپنے کھجوروں کے باغات میں سب سے زیادہ محبوب باغ "بیرحاء" تھا، اور وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بالکل مسجدِ نبوی کے سامنے تھا،اور خود نبی کریم (ﷺ) وہاں تشریف بھی لے جاتے تھے اوراس میں میٹھا پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم کامل نیکی نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کرو، توحضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) اُٹھے ، آپ اکی طرف بڑھے اور عرض کیا:اے اللہ کے رسول!باری تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں آپ پر یہ آیت نازل فرمائی، اور میرے اموال میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ''بیر حاء '' ہے۔لہٰذا یہ باغ میری طرف سے اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے، مَیں اس پر اللہ تعالیٰ سے نیکی اور ثواب کی اُمید رکھتاہوں،اس لئے اس کو آپ جہاں چاہیں صَرف کریں۔ حضور(ﷺ) نے فرمایا:واہ واہ!یہ توبڑا عمدہ اور نفع بخش مال ہے،یہ توبڑا عمدہ اور نفع بخش مال ہے،اورتم نے جوبات کہی وہ مَیں نے سن لی۔ پھر حضور(ﷺ) نے فرمایا: مَیں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہارے رشتہ داروں میں جو غریب ومحتاج ہیں ، آپ ان کو دیدیجئے۔چنانچہ حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے حضور(ﷺ) کے اس ارشادکوسن کرعرض کیاکہ اے اللہ کے رسول! مَیں اسی طرح کروں گا۔اس کے بعد حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے اس باغ کواپنے چچازاد بھائیوں کے درمیان تقسیم کردیا۔

افادات:-''بیر حاء''نامی باغ بالکل مسجدِ نبوی کے سامنے تھا،اب تومسجدِ نبوی کاجو نیا اضافہ ہواہے اس میں باغ والی جگہ بھی مسجد کے اندرآچکی ہے،مسجدِ نبوی کے سامنے کی طرف جودروازے نکلتے ہیں وہاں یہ باغ تھا،پہلے وہاں ظاہری علامت زیادہ واضح تھی، لیکن جب لوگ اس طرف جانے لگے تو چونکہ حکومت کو ایسی چیزوں سے چڑ ہے، اس لئے اس علامت کو بھی چھپادیا۔ نبی کریم(ﷺ) کے زمانہ میں وہ باغ مسجدِ نبوی سے ذراسی دوری پر بالکل سامنے کی طرف تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اپنامال بڑوں سے خرچ کروائے

بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی عرض کیاکہ اے اللہ کے رسول!یہ باغ چونکہ ایک بڑی چیزہے ،میراتوجی یہ چاہتاتھاکہ کسی کویہ پتہ بھی نہ چلے کہ یہ باغ مَیں نے اللہ کے راستہ میں صدقہ کیاہے،لیکن یہ چیزچھپنے والی نہیں ہے اس لئے مَیں آپ کے سامنے ظاہرکررہاہوں۔یہ درخواست کرکے انہوں نے کہاکہ اے اللہ کے رسول!اب اس باغ کو آپ جہاں چاہیں صَرف کریں اوراستعمال فرمائیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہواکہ آدمی کوئی عمدہ چیزخرچ کرناچاہتاہوتواپنے بڑوں کے ذریعہ سے خرچ کروائے،وہ چیزان کے حوالہ کرے کہ آپ اس کوجہاں مناسب سمجھیں دیں۔دیکھو! یہاں حضرت ابوطلحہ(رضی اللہ عنہ) نے ایساہی کیا۔توجوبڑے ایسے ہوں کہ ان کے فیصلوں اور معاملات پرزیادہ اطمینان ہو،توایسی چیزوں میں یاتوان سے مشورہ لے کر خرچ کرے، یا ان کے ہی حوالہ کردیاجائے، تاکہ وہ جہاں چاہیں صَرف کریں۔

یہاں ”رَابِحٌ“ آیاہے۔”رَابِحٌ“”رِبْحٌ“ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے نفع بخش ہونا یہ بڑانفع بخش مال ہے،یعنی دنیاکے اعتبارسے بڑاقیمتی مال ہے اورآخرت کے اعتبار سے بھی بہت زیادہ ثواب دلوانے والاہے۔اوربعض روایتوں میں ”رَائِحٌ“ آیاہے۔”رَاحَ یَرُوْحُ“ کا معنیٰ ختم ہونے والا یعنی اگر تم اس کواللہ کے راستہ میں خرچ نہ بھی کرتے تب بھی یہ آپ کی ملکیت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے کسی نہ کسی وقت نکلنے والا تھا،یاتوزندگی ہی میں نکل جائے ،یاجب مریں گے تواس کو چھوڑکر جائیں گے۔

زہے عزوشرف

حضور(ﷺ) نے فرمایا:واہ واہ!یہ توبڑاعمدہ نفع بخش مال ہے،یہ توبڑانفع بخش مال ہے۔اور تم نے جوبات کہی وہ مَیں نے سن لی۔پھرحضور(ﷺ) نے بجائے اس کے کہ خود لے کراس کوصَرف فرماتے،ان کویہ مشورہ دیدیاکہ مَیں یہ مناسب سمجھتاہوں کہ تمہارے رشتہ داروں میں جوغریب ومحتاج ہیں،آپ ان کودیدیجئے،اس لئے کہ ویسے بھی یہ صدقہ ہے،اورصدقہ رشتہ داروں میں جومحتاج ہوں ان کودینادوسروں کے مقابلہ میں افضل ہے کہ اس میں صدقہ کا بھی ثواب ملے گااور صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا۔چنانچہ حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے حضور (ﷺ)کے اس ارشادکوسن کرعرض کیاکہ اے اللہ کے رسول!مَیں اسی طرح کروں گایعنی آپ نےجو ہدایت دی ہے اس کے مطابق اپنے رشتہ داروں میں خرچ کروں گا۔چنانچہ حضرت ابوطلحہ(رضی اللہ عنہ) نے اس باغ کواپنے چچازاد بھائیوں(حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) اورحضرت حسان بن ثابت(رضی اللہ عنہ)) کے درمیان تقسیم کردیا۔یہ دونوں حقیقی چچاکی اولادمیں سے نہیں تھے بلکہ خاندانی رشتہ کے چچازادبھائی ہوتے تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وُجُوبُ أَمْرِهٖ أَهْلَهٗ وَأَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ

تعلیم وتربیتِ اولاد

مجلس (۱)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلاَّاللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَاوَمَوْلَانَامُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا أمابعد۔

فأعوذباللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأْمُرْ أَھْلَكَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔ (سورۂ طٰہٰ:۱۳۲)

یَاأَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْاقُوْاأَنْفُسَکُمْ وَأَھْلِیْکُمْ نَاراً۔ (سورۂ تحریم:۶)

ترجمۃ الباب

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے نیاعنوان قائم کیاہے جس کاحاصل ہے آدمی کا(ایک تو اتنی چھوٹی اولاد جس کوابھی کچھ سوجھ بوجھ نہیں آئی ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے)اپنے گھر والوں کو اور اپنی اس اولادکوجوسنِ تمیزکوپہنچ چکی ہے اوران تمام لوگوں کوجواس کی ماتحتی میں ہیں؛ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کاحکم دینااوراللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی سے روکنا، اورشریعت میں جن چیزوں سے منع کیاگیاہے،ان کے ارتکاب سے روکنااوران کے کرنے پر ان کوتنبیہ کرنا اورسزا دینا۔ تادیب کا مطلب ہے ٹوکنا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس عنوان کے تحت تین چیزیں لائے۔ایک تو یہ ہے کہ آدمی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھروالوں کو اوراپنی اولادکواور وہ تمام لوگ جو اس کی ماتحتی میں ہیں ایسے تمام لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی فرمانبرداری کاحکم دے۔چنانچہ اس کے متعلق لکھاہے کہ گھرمیں جو نوکر چاکرایسے ہیں جن کے اوپر اس کی نگرانی ہے،یااگروہ کسی فیکٹری کامالک ہے تواس کی ماتحتی میں کام کرنے والے لوگ ہیں۔استاذکی ماتحتی میں شاگردہیں۔ مرشد کی ماتحتی میں مریدہیں مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جواس کی ماتحتی میں رہتے ہیں اورجن پر اس کاحکم چلتا ہے؛ایسے تمام لوگوں کواللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کاحکم دے یعنی ان کوآمادہ کرے،ان سے کہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں، اللہ کے احکام کو بجالائیں۔اور ایسے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اوراللہ کے احکام کی مخالفت کرنے سے اورگناہوں سے روکے۔اور اگر کوئی گناہ کرلے تواس پراس کوٹوکے۔

یہ تین چیزیں ہیں

(۱)ایک توگھر کے تمام لوگ اوران میں بھی خاص طورپربیوی اور وہ اولادجو سن تمیز کو پہنچ چکی ہے،جس میں کچھ سوجھ بوجھ آگئی ہے،جوآپ کی باتوں کو سمجھ لیتے ہیں اگرآپ اس سے کہیں کہ بیٹا! ایسامت کرو، تووہ سمجھتاہے کہ مجھے منع کیا جارہا ہے۔یاآپ اس سے کہیں کہ ایساکروتو وہ یہ سمجھتاہے کہ مجھے یہ کام کرنے کے لئے کہاجارہاہے۔ایسے تمام لوگوں کواللہ تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی فرمانبرداری کا حکم دینا ہمارا فریضہ ہے۔ لیکن جو اولاد ابھی سنِ تمیز کو نہیں پہنچی ہے، جیسے ایک دوسال کا بچہ جس میں ابھی کوئی شعور نہیں آیا ہے، اس کے متعلق یہ حکم نہیں ہے

(۲) دوسرے وہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں، اس کا حکم دینا

(۳) اور تیسرے یہ کہ اگر کوئی گناہ انہوں نے کرلیا تو اس سے روک کر اس پر ٹوکے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کل تین چیزیں آدمی کے لئے ضروری ہیں۔

گویا آدمی کے اوپر اپنے ماتحتوں کی تعلیم وتربیت لازم ہے کہ ان کو دین پر چلنے والا بنائے؛ اس باب میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسی ذمہ داری کو بیان کیا ہے۔

نفقۂ جسمانی اور نفقۂ روحانی

پچھلے باب میں گھروالوں کا نفقہ بیان کیا تھا یعنی ان کے رہائش کا انتظام، کھانے پینے کا انتظام اور کپڑوں کا انتظام؛ یہ جسمانی نفقہ ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ”اصلاحِ انقلاب“ نامی کتاب کے اندر لکھا ہے کہ آدمی کے اوپر جس طرح اپنے گھروالوں کا نفقۂ جسمانی واجب ہے، اسی طرح نفقۂ روحانی بھی واجب ہے۔ ایک تو ہے مادی نفقہ یعنی اس کی جسمانی زندگی جس کے اوپر موقوف ہے، اگر بیوی بچے کھائیں گے پئیں گے نہیں؛ تو ہو سکتا ہے کہ موت واقع ہو جائے، پہننے کی بھی ضرورت ہے۔ تو جسمانی اور مادی ضرورتوں کا پورا کرنا جس طرح ضروری ہے؛ اسی طریقہ سے روحانی نفقہ یعنی اس کی روحانی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ضرورتوں کا پورا کرنا بھی اس کے اوپر ضروری ہے۔ اور روحانی ضرورتیں کیا ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اوامر اور نواہی (اوامر کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، اور نواہی کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے) سے بھی وہ اپنی اولاد کو اپنے ماتحتوں کو واقف کرے اور ان پر عمل کرنے کی ٹریننگ دے، ان کی تربیت کرے یعنی ان پر محنت کرکے ان کو ایسا بنادے۔ تربیت کا مطلب یہی ہے۔

تعلیم و تربیت

دو چیزیں ہیں تعلیم اور تربیت۔ تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ ان کو واقف کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کن چیزوں سے منع کیا ہے، مثلاً نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، اچھے اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور فلاں فلاں چیزوں سے منع کیا ہے مثلاً چوری سے منع کیا ہے، جھوٹ سے منع کیا ہے، حسد سے منع کیا ہے، چغلی سے منع کیا ہے؛ زنا اور اسبابِ زنا کو حرام قرار دیا ہے، ان سب باتوں سے واقف کرنا اور باقاعدہ ان کو بتلانا جب تک کہ ان کو بتلایا نہیں جائے گا اور واقف نہیں کیا جائے گا؛ وہاں تک ان کو کیسے پتہ چلے گا۔ تو یہ تعلیم ہوئی۔

تعلیم کے بعد تربیت کا مرحلہ آتا ہے یعنی اتنا کہہ دینا اور بتادینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے منع کیا ہے؛ کافی نہیں ہے، بلکہ اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ آپ اس پر محنت کیجئے،جتنے بھی نیکی کے کام ہیں وہ تمام کام آپ نے اس کو بتادئے،اس کے بعد آپ اس پر محنت کیجئے اور اس کو ایسی ٹرینگ دیجئے کہ وہ ان کاموں کا کرنے والا بن جاوے،اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے منع کیاہے ان سے اس کوواقف کیاتواب ساتھ ساتھ اس کی نگرانی کیجئے اورایسی تربیت کیجئے کہ وہ ان کاموں کونہ کرے ؛اس کا نام تربیت ہے۔

تعلیم وتربیت کی ایک بہترین مثال

ہم لوگ تعلیم وتربیت کالفظ بولتے رہتے ہیں لیکن اس کی حقیقت نہیں سمجھتے۔بھائی! آپ کسی ٹرینگ سینٹر میں جائیں گے مثلاً آپ کسی درزی کے پاس ٹیلرنگ کاکام سیکھنے کیلئے جائیں گے توسکھانے والاپہلے توآپ کوزبان سے بتائے گاکہ آپ کوکپڑا سینا ہے تو یوں کرنا ہے،یوں کرناہے،ایساکرناہے؛یہ توتعلیم ہوئی۔اس کے بعد پھر وہ اس بات پر محنت کرے گا کہ آپ سوئی میں دھاگہ کس طرح پروئیں،کپڑے کی کٹنگ کس طرح کریں،وہ اپنے سامنے آپ سے کٹنگ کروائے گا ، سلوائے گا ، طریقے بتلائے گا؛ اس کا نام ٹرینگ و تربیت ہے۔ہرچیزمیں دونوں باتیں ضروری ہوتی ہیں ، اول نمبرپرتعلیم ہوتی ہے اوراس کے بعد تربیت کا نمبر آتاہے۔

دین کے معاملہ میں بھی یہی دونوں چیزیں ضروری ہیں، تعلیم بھی ضروری ہے، ماں باپ کی اورگھر کے بڑے کی ذمہ داری ہے کہ گھرمیں اس کے ماتحت جو لوگ رہتے ہیں، بیوی بچے اور اس کے گھر کے دوسرے افراد؛ ان سب کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے واقف کرے، یہ بتائے کہ اللہ تعالیٰ نے کون سی چیزوں کے کرنے کا حکم دیاہے او رکون سی چیزوں سے منع کیا ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ وہ لوگ اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں،ان کوٹریننگ دے اورعادی بنائے۔

دعوتِ غوروفکر

اب ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم یہ دونوں کام کرتے ہیں یانہیں؟تعلیم یعنی ان کوواقف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کن کن چیزوں کو کرنے کا حکم دیا ہے یاکن کن چیزوں سے منع کیاہے۔اورجولوگ اس کاتھوڑابہت اہتمام کرلیتے ہیں،وہی لوگ نمبردو والا تربیت کاجو مرحلہ آتاہے،اس کااہتمام کرتے ہیں؟جب بچے کوہم نے یہ بتادیاکہ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اوراس کی تفصیل بھی بتادی؛توپھریہ بات بھی ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ نمازپڑھتاہے یانہیں۔شریعت نے اس کی جوعمر بتائی ہے جب وہ اس عمرکوپہنچ جاوے تو اس کواپنے ساتھ مسجدلے جاویں اوراس سے نماز پڑھوائیں،اس کو نماز کی عادت ڈالیں؛ یہ تربیت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جیسے وہ فرض ہے؛یہ بھی فرض ہے

یہاں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ باب قائم کر کے یہی چیز بتائی ہے کہ بھائی دیکھو! آپ نے اس کومادی اورجسمانی نفقہ دینے کے لئے بڑی محنت کی، صبح سے شام تک دوکان اور فیکٹری میں ،اپنی ملازمت اورسروس پر،اپنی کھیتی باڑی میں آپ محنت اسی لئے کرتے ہیں تاکہ کچھ پیسے کمالیں اوران کے ذریعہ سے اپنی بیوی بچوں اوراپنے ماتحت لوگوں کو کھلا پلاسکیں ان کے کپڑوں کاانتظام کرسکیں ،ان کی رہائش کاانتظام کرسکیں ؛یہ آپ نے ان کے مادی نفقہ اورجسمانی ضرورتوں کاانتظام کیا، اب ان کی روحانی اوردینی ضرورت کابھی انتظام کرناآپ کا فریضہ ہے،ان کو اللہ کے احکام سے واقف کرنا،اللہ نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اس سے واقف کرنااورجن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے واقف کرنااورپھراس کی عادت ڈالنا،اس پر محنت کرنا ؛ یہ بھی ضروری ہے۔پچھلا باب تومادی نفقہ کاتھا اور یہ باب روحانی نفقہ کا قائم کیاہے۔جیسے وہ(مادی)فرض ہے؛ ایسے ہی یہ (روحانی) بھی فرض ہے۔

کیاہمارادل ایساہی کڑھتاہے؟

اب ہمیں یہ دیکھناہے کہ ہم جتنااہتمام ان کے مادی نفقہ کاکرتے ہیں؛کیاویسا ہی اہتمام ان کے روحانی نفقہ کابھی کرتے ہیں ؟اگرہمارے گھر میں ایک وقت فاقہ ہوجاوے، بیوی بچوں کو کھانانہ ملے؛توہمارے دل پرجو گذرتی ہے وہ ہم اورآپ سمجھ سکتے ہیں،ہم سوچتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ آہ!مَیں اس قابل بھی نہیں ہوا کہ اپنے بیوی بچوں کو کھانا کھلاسکوں تو اگر ہمارے بچوں کو اللہ کے احکام سے واقفیت نہ ہو، قرآن پڑھنا نہیں آتا، نماز نہیں آتی، کلمہ نہیں آتا، روزہ کیا ہے وضو کس طرح کیا جاتا ہے؟ یہ سب نہیں آتا؛ توکیا اس پر بھی ہمارا دل اتنا ہی جلتا ہے جو ایک وقت کا کھانا نہ ملنے پر جلا تھا؟ اور ہمارے دل میں جو کوفت اور کڑھن ہوئی تھی اور کونے میں بیٹھ کر رونا آیا تھا کہ آج مَیں اس قابل بھی نہیں کہ اپنے بال بچوں کو برابر کھلا سکوں، اس پر تو اتنا افسوس ہوا تھا، حالانکہ اگر ایک وقت کا کھانا نہیں ملا تو کوئی بڑا نقصان ہونے والا نہیں، لیکن اگر بچے کو نماز نہیں آتی، کلمہ نہیں آتا، وضو نہیں آتا اور اللہ کے احکام سے واقفیت نہیں ہے؛ توکیا اس کو بھی سوچ کر ہمارے دل میں کڑھن ہوتی ہے ؟کیا اس پر بھی کبھی رونا آتا ہے؟ کہ مَیں اس قابل بھی نہیں ہو ں کہ مَیں اپنی اولاد کو اللہ کے دین سے اور اللہ کے احکام سے واقف کرسکوں ؟ اور ان کو ایسا بناؤں کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ دراصل ہمیں یہ سوچنا چاہیے۔

اس کے کھانے او ر کپڑوں کو اور اس کے مکان کو اور اس کے بستر کو، اس کی ظاہر ی ضرورتوں کو ہم اہمیت دیتے ہیں اور ہماری نگاہوں میں یہ سب جتنا مہتم بالشان ہے؛ کیا اس کی تعلیم وتربیت اور اس کا دیندار ہونا اور اللہ کا فرماں بردار بننا، اللہ کی نافرمانی سے بچنا؛ اس کی بھی ہماری نگا ہوں میں اتنی حیثیت ہے ؟ہم نے اپنے بچے کے متعلق سنا کہ اس نے آج نماز نہیں پڑھی، یا اس نے آج جھوٹ بول دیا تو اس بات کو سن کر کیا ہمیں اتنی ہی تکلیف ہوتی

ہے؟یہ سوچنے کی بات ہے، حالانکہ اگر غور کیاجائے اور سوچاجائے توحقیقت یہ ہے کہ اگرایک وقت دو وقت کیا؛چار وقت بھی کھانا نہ ملے؛ تو اس کا وہ نقصان نہیں ہوگاجو جھوٹ بولنے سے اور نمازنہ پڑھنے سے اورجو کسی کے ساتھ براسلوک کرنے سے ہوگا،اس لئے کہ اس میں اس کے دین اوردنیادونوں کا نقصان ہے، اس لئے اس کی بڑی اہمیت ہے۔

ہمارے زمانہ کاالمیہ

آج ہمارے اس زمانہ میں سب سے زیادہ غفلت اگر کسی چیز کی طرف سے برتی جارہی ہے تووہ یہی ہے کہ ہم اپنی اولاد کی ظاہری ضرورتوں مثلاً کپڑوں کے واسطے ، ان کے کھانے کے واسطے،ان کے بسترکے واسطے،ان کے کمرے اوررہائش کے واسطے جتنا اہتمام کرتے ہیں ؛ان کی تعلیم وتربیت کے واسطے ایساانتظام نہیں کرتے۔آج اگرہمارا بیٹا ناراض ہوکرضد کرے کہ مجھے جوتے چاہئیں اور وہ جوتے بازار میں ڈیڑھ ہزار کے ملتے ہوں توہم آج ہی لاکر دیدیں گے،آپ بچے کے جوتے کے لئے ڈیڑھ ہزارخرچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔اورآج کل توان جوتوں کامطالبہ سال میں ایک مرتبہ نہیں، بلکہ کئی مرتبہ آتاہے۔پرانے زمانہ میں یہ بات ہوتی تھی کہ اباسال میں ایک مرتبہ جوتالادیا کرتے تھے،اور آج کل تو بچہ ہر مہینہ نیاجوتامانگتاہے۔پرانے لوگ جانتے ہیں کہ ہمیں تو سال میں بلکہ کبھی تودودوسال میں ایک مرتبہ نیاجوتاملتاتھااوراب توبچے ہرمہینے میں پراناجوتاپھینک کردوسرامنگواتے ہیں، اور ماں باپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بھی جیساوہ کہے ویساجوتاخوشی خوشی لاکر دیتے ہیں،بس!ایک مرتبہ اس کااشارہ ہوجائے !!!تو جوتے کے لئے ڈیڑھ ہزار خرچ کرنے کے لئے ہم شوق سے تیارہیں۔

اوراسی بچے کو اللہ کامطیع اور فرمانبردار بنانے کے لئے،دیندار بنانے کے لئے جو محنت کی جارہی ہے اس کے اندراگر مصارف پیش آتے ہیں توہم تعاون کرنے کے لئے تیارنہیں۔اسی بچے کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنے والے مدرسہ والے آپ کے پاس آئیں، یااگر نہیں بھی آئیں تب بھی ہمیں توخودسوچناچاہیے تھاکہ جو کام ہماراتھایعنی بچے کو دین سے واقف کرانا؛وہی ذمہ داری اللہ کے ان بندوں نے اٹھائی ہے اوروہ اس ذمہ داری کوپورا کررہے ہیں،اور اس کی ادائیگی میں کچھ خرچہ بھی ہوتاہے ،کچھ مصارف بھی آتے ہیں،ان مصارف کے واسطے وہ آپ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں،اب چاہیے تو یہ تھاکہ ان کوآپ کے پاس آنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی،آپ ان کے آئے بغیران کی خدمت میں پہنچتے اور کہتے کہ آپ کا بڑااحسان ہے،ہم توزندگی بھرآپ کی غلامی کریں تب بھی آپ کا احسان ادا نہیں کرسکتے کہ ایک بہت بڑی ذمہ داری جوہمارے اوپر تھی وہ آپ نے اٹھالی۔ہمارے اس زمانہ کایہ بہت بڑاالمیہ ہے، اس کے کھانے کا پینے کا انتظام جتنی لگن اوراہمیت اور جتنی فکر کے ساتھ ہم کرتے ہیں؛ کیااس کودیندار بنانے کا اہتمام بھی اتنی ہی فکر،لگن اوراسی اہمیت کے ساتھ ہم کرتے ہیں؟ جواب ہے کہ نہیں کرتے،ہم لوگوں کے لئے یہ سوچنے کی چیزہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہم سے بڑا بے غیرت کون ہو گا

مثلاً کوئی آدمی اگر ہمارے گھر والوں کا،بیوی بچوں کے کھانے پینے کاانتظام اپنے سر پر لے لے،ہمارے کہے بغیر وہ ہمارے بیوی بچوں کے کھانے کا انتظام کرتاہے، اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے بیوی بچوں کے کھانے کاانتظام کرنے میں اس کوخرچہ بھی ہوتااوراس کے لئے وہ لوگوں سے پیسے بھی مانگتاہے اور ہمارے پاس پیسے ہیں ،ہم جاننے کے باوجود اس کوپیسے نہ دیں؛توہم سے بڑابے غیرت کون ہو گا،اس لئے کہ یہ توہماری ذمہ داری تھی لیکن اس کا احسان ہے کہ اس نے اپنے سر لے لی ہے۔

اسی طرح بچوں کی تعلیم وتربیت،ان کو دیندار بنانا،دین سے واقف کرنا ؛یہ ماں باپ ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے،اب یہ ذمہ داری اگردوسرے لوگ اٹھا رہے ہیں اورہماری طرف سے یہ فرض اداکررہے ہیں؛توہمیں توان کااحسان مندہونا چاہیے تھا،اور اس کام میں ہم سے جتنازیادہ سے زیادہ بڑھ چڑھ کرمدداورتعاون ہوسکتا ہو؛وہ کرنے میں ہمیں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔

ہماری فکریں کیاہیں؟

ہاں !اس کی دوکان ہوجائے،اس کامکان ہوجائے،فیکٹری ہوجائے،اس کے لئے اچھا سا کاروبارلگاکرجائیں،ہمارے مرنے سے پہلے بیٹے کو فیکٹری پر بیٹھا ہوا دیکھ کر ہماری آنکھیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ٹھنڈی ہوں، اگر اچھی طرح سے فیکٹری چلاتا ہے توباپ کہتا ہے کہ اب مجھے اطمینان سے موت آئے گی، اس کے بغیر اطمینان سے موت نہیں آتی۔ ہمیں یہ فکر رہتی ہے کہ میرے مرنے سے پہلے پہلے وہ کاروبار پر لگ جانا چاہیے، ساری چیزوں میں ماہر ہو جانا چاہیے، موت کے وقت بھی اگر ہمیں فکر ہوتی ہے تو یہی ہوتی ہے کہ بچو! میرے بعد تم کیا کروگے؟ تمہارے کاروبار کا کیا ہوگا؟ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا کیا حال تھا؟

میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟

اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے واسطے نبیوں کا سلسلہ جاری کیا، قرآنِ پاک میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ موجود ہے ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي﴾ حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسحاق ہیں اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب ہیں، حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے، حضرت یوسف اور باقی گیارہ۔ ہم لوگ اگر بسترِ مرگ پر ہوں تو ہمیں تو یہ فکر ہوگی کہ میرے بچے کیا کھائیں گے، ان کے کاروبار کا مسئلہ کیسا ہوگا، ان کے رہنے کے لئے میں پورا گھر تو دے کر نہیں گیا، صرف ایک گھر ہے اور بچے چار ہیں؛ اب ان کا کیا ہوگا؟ لیکن یہاں نبیوں کو موت کے وقت اگر فکر ہے تو کیا ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو جمع کرکے پوچھ رہے ہیں۔ باری تعالیٰ اس قصہ کو بیان کررہے ہیں، چونکہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت آئی اس وقت ہم اور آپ تو تھے نہیں، اگر اللہ تعالیٰ نہ بتاتے تو ہمیں کیسے پتہ چلتا، ذرا غور کیجئے کہ قرآنِ کریم میں باری تعالیٰ نے کیسا عجیب وغریب انداز اختیار کیا ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ﴾ اے لوگو! جب حضرت یعقوب کی موت آئی اس وقت کیا تم موجود تھے؟ ظاہر ہے ہم تو موجود نہیں تھے، باری تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم موجود نہیں تھے، اس لئے تم کو معلوم نہیں کہ اس وقت کیا ہوا تھا، لیکن مَیں تم کو بتاتا ہوں کہ کیا ہوا تھا﴿اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ﴾ جب ان کی موت کا وقت آیا تو حضرت یعقوب نے اپنے بچوں کو جمع کیا، اور اس کے بعد کیا کہا؟ میرے بعد کیسے رہوگے؟ مل جل کر رہوگے لڑوگے تو نہیں؟ کاروبار اچھی طرح سے کروگے؟ اپنی ماں کو تو نہیں ستاؤگے؟ ایسا نہیں کہا۔ بلکہ یہ کہا ﴿مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡؕ﴾ اے میرے بیٹو! بتاؤ کہ میرے مرنے کے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ ان کو اگر فکر ہے تو بچوں کی دینداری کی فکر ہے۔

ہمیں کیا فکر رکھنی چاہیے؟

بیٹے بھی نبی کے تھے، اس لئے انہوں نے اطمینان دلادیا کہ اباجان! دنیا سے بے فکر ٹھنڈے دل کے ساتھ جایئے﴿نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ﴾ ہم آپ کے معبود یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے، زندگی بھر جس کی عبادت آپ کرتے رہے اور آپ کے باپ دادا یعنی حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق جس کی عبادت کرتے رہے۔ وہ کون ہے؟ ﴿اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ وہی ایک اللہ۔ اسی کی ہم بھی عبادت کریں گے ﴿وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ﴾ اور اس کے پورے فرمانبردار بن کر رہیں گے، ذرا بھی نافرمانی نہیں کریں گے۔ جب بیٹوں نے اباجان کو اطمینان دلادیا تب حضرت یعقوب کو اطمینان ہوا اور موت آئی۔ دیکھو! قرآنِ کریم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں باری تعالیٰ نے موت کا یہ قصہ بھی ہم لوگوں کی عبرت کے واسطے ذکر کیا ہے کہ جب ہماری موت کا وقت آئے تو کیا ہم بھی اسی فکر کے ساتھ دنیا سے جاتے ہیں کہ میرے بچے میرے بعد دین کے معاملہ میں کیا کریں گے؟ یا کسی دوسری فکر کے ساتھ جاتے ہیں؟ ہمیں کیا فکر رکھنی چاہیے جبکہ اللہ کے نبیوں کا یہ حال تھا۔

آج ہمیں یہ منظر بکثرت دیکھنے ملتا ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام دنیا سے یہ فکر لے کر جارہے ہیں کہ بچوں کو بلا کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ! کیا کروگے؟ زندگی میں اور موت کے بستر پر بھی کیا ہماری فکریں یہی ہیں؟ نہیں! بلکہ زندگی میں بھی اگر ہماری فکریں ہیں تو یہ ہیں کہ اس کی ایک دوکان ہوجائے، ذرا کھاتا پیتا ہوجائے، کاروبار اچھا چلے، فیکٹری اچھی چلے، کارخانہ اچھا چلے اور اس پر پورا کنٹرول کرلے؛ تب ہمیں ذرا ٹھنڈک ہو، پھر اطمینان سے موت آئے گی، باقی دینداری کیسی بھی ہو۔ آج ہمیں یہ منظر بکثرت دیکھنے ملتا ہے کہ آدمی خود بڑا دیندار ہوتا ہے، پانچوں وقت کی نمازوں کا پابند، روزوں کا پابند، تہجد کا پابند، تلاوت کا پابند؛ لیکن اولاد کو دیکھتے ہیں تو بالکل اُلٹی سمت میں چل رہی ہے، یہ مشرق (ایسٹ) میں جارہا ہے تو اولاد مغرب (ویسٹ) میں جارہی ہے، یہ نمازوں کا پابند ہے تو اولاد کا معاملہ بالکل اُلٹا ہے، یہ منظر ہمیں بکثرت دیکھنے ملتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دین پر کوئی زد تو نہیں پڑ رہی ہے

دیکھو! یونیورسٹی میں پڑھانا برا نہیں ہے، آپ یہ مت سمجھنا کہ مَیں اس کو برا کہہ رہا ہوں بلکہ اپنی اولاد کو اس میں پڑھا کر دیندار بنایئے۔ اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے :-

تم شوق سے کالج میں پڑھو، پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اُڑو، چرخ پہ جھولو
بس ایک بات بندۂ مومن کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

آپ اپنے بچوں کو کہیں بھی پڑھایئے، ہم منع نہیں کرتے، ہم یہ نہیں کہتے کہ نرسری میں مت بھیجو، کالج ویونیورسٹی میں مت بھیجو، ضرور بھیجئے لیکن یہ دیکھنا کہ وہاں جاکر اس کے دین پر کوئی زد تو نہیں پڑ رہی ہے، ہمیں اس بات کا اہتمام ہونا چاہیے کہ اسکو دیندار بنانے کی کوشش کریں

تھوڑا سا بے دین ہو گیا ہے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک صاحب آئے، دیندار اور نمازی آدمی تھے، انہوں نے اپنے بچے کو یونیورسٹی میں پڑھایا اور جب اس کو بڑا اچھا سا منصب اور عہدہ بھی مل گیا تو وہ یوں کہنے لگے کہ ماشاء اللہ بچہ پڑھ لکھ کر اچھے عہدے پر لگ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گیاہے،اوراس نے اپنا کیریئر بھی بنالیاہے،ہمارے سماج اور کمیونٹی کے اندر اُس کانام ہے،بس اتنی بات ہے کہ وہ تھوڑاسابے دین ہوگیاہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ لوبھائی! تھوڑاسابے دین ہوگیا،وہ اس کی دنیاوی تعلیم وترقی پر تو بہت خوش ہیں اوراس کوفخریہ بیان کررہے ہیں لیکن اس کی بے دینی پران کو کوئی فکرہی نہیں ہے،اوراس کواس اندازسے پیش کررہے ہیں کہ بس!تھوڑاسا بے دین ہوگیا ہے۔

...تب ہی اثر ہوگا

حالانکہ باری تعالیٰ نے اس آیت﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾میں فرمایا ہے کہ اپنے گھروالوں کونمازکاحکم دیجئے اورخود بھی اس پر قائم رہیے،بعض لوگ بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیٹا!مَیں تونماز نہیں پڑھتا، لیکن توتوپڑھ۔ خیر! یہ بھی اچھی بات ہے، اور کہنا بھی چاہیے لیکن سوال یہ ہے کہ ان کا یہ طرزکتنامفیداورموثر ہے؟ ایساکہنے سے کیا اس پر کوئی اثرپڑے گا؟اسی کو بتلارہے ہیں کہ اپنی اورگھروالوں کی فکرہونی چاہیے،اسی طریقہ سے اپنے گھروالوں کونمازکاحکم دیجئے اورخودبھی نمازکی پابندی کیجئے،گویاپہلے حکم دیاپھرنماز کی پابندی کی تاکید کی،اس لئے کہ اگرآپ پابندی نہیں کرتے ہیں اورگھروالوں کونمازکے لئے کہہ رہے ہیں؛توآپ کا یہ کہنا فضول ہے، اس کاکوئی اثرہونے والانہیں ہے،اس لئے کہ جب آپ نمازنہیں پڑھتے اوربیٹے سے کہتے ہیں توبیٹایوں سمجھے گاکہ نمازاگرکوئی ایسی اچھی ہی چیزہوتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تواباکیوں نہ پڑھتے؟ اباتوپڑھتے نہیں اورمجھے کہہ رہے ہیں۔ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ آپ خود نہ کھائیں اوربیٹے سے کہیں کہ کھاؤ،ہم بھی کھاتے ہیں،اس کو بھی کھانے کے لئے کہتے ہیں تو ہم بھی نماز پڑھیں اس کو بھی نماز پڑھنے کے لئے کہیں گے؛تب ہی اثر ہو گا۔

اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں یہ چند باتیں ہیں،بقیہ باتیں ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں ہوں گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وُجُوبُ أَمْرِهِ أَهْلَهُ وَأَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ

مجلس ۲

تعلیم وتربیتِ اولاد

(مجلس ۲)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماتحتوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ضروری ہے

گزشتہ مجلس میں بتلایاتھاکہ علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے باب قائم کیاہے کہ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گھروالوں کواوراولادمیں جوسنِ تمیزکوپہنچ چکی ہے اوران تمام لوگوں کو جو آدمی کی ماتحتی میں رہتے ہیں،چاہے آقاکے ماتحت اس کے غلام یا ملازم ہیں، یاوہ استاذکے ماتحت شاگردہیں، یاشیخ کے ماتحت اس کے مریدہیں،یا وہ خاندان کابڑا ہے اوردوسرے اس کے ماتحت ہیں؛ان تمام کواللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے آمادہ کرے،اوراللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے ان کو روکے۔اوراگرکسی نے کسی ایسے کام کاارتکاب کرلیا،کوئی ایسی حرکت کرلی جو اللہ تعالیٰ کی منع فرمودہ ہے، تو اس پر اس کوٹوکے اور آئندہ کے لئے منع کردے۔اس باب سے یہ معلوم ہواکہ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ماتحتوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے۔

تعلیم کس کوکہتے ہیں اورتربیت کس کوکہتے ہیں یہ بتلاچکا ہوں اور اسی کے متعلق قرآنِ پاک کی جوآیتیں ہیں ان کی تشریح بھی پہلے آچکی ہے۔اس سلسلہ میں جو روایتیں ہیں ان کو آج پیش کرتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) کے مناقب

حدیث ۲۹۸

عن أبي هريرة (رضی اللہ عنہ) قَالَ: أَخَذَ الحسن بن علی (رضی اللہ عنہ) تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ فَقَالَ رسولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وسلم): كَخْ كَخْ، اِرْمِ بِهَا، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟

وفي روايةٍ: إِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ.

وقوله: كَخْ كَخْ يُقَالُ بِإِسْكَانِ الْخَاءِ. وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِينِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ. وَكَانَ الْحَسَنُ (رضی اللہ عنہ) صَبِيًّا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) جب چھوٹے بچے تھے اس وقت ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منھ میں ڈال لی، جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ تھو تھو، اس کو نکال کر پھنکو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہمارے لئے صدقہ کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔

افادات: - حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے بڑے صاحبزادے تھے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت اور بہت زیادہ پیار تھا۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر خطبہ دے رہے تھے، حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) چھوٹے تھے اور ابھی چلنا سیکھا ہی تھا، وہ کمرے سے باہر نکل کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھنے لگے، اور چھوٹا بچہ جس نے تازہ تازہ چلنا سیکھا ہو، اس کے گر جانے کا بھی اندیشہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رہتا ہے۔ان کو آتا ہوا دیکھ کر نبی کریم(ﷺ) نے اپنا خطبہ موقوف کیا، منبر سے اُتر کر ان کو اُٹھایا، اپنے کندھے پر بٹھایا، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ شروع کردیا (سنن نسائی، ۳/۱۰۸۔ سیر اعلام النبلاء، ۳/۲۶۵)

بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم (ﷺ) بازار سے گزر رہے تھے، مَیں بھی آپ کے ساتھ تھا، جب گھر پر واپس پہنچے تو آپ (ﷺ) کو گھر میں آتا ہوا دیکھ کر حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) جو چھوٹے بچے تھے وہ ہاتھ چوڑے کرکے آگے بڑھنے لگے (جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے) تو حضور اکرم (ﷺ) بھی ہاتھ چوڑے کرکے آگے بڑھے اور ان کو لے کر اپنے سینے سے چمٹے لیا اور دعا فرمانے لگے کہ اے اللہ! مَیں اِن سے محبت کرتا ہوں، جو اِن سے محبت کرے تو بھی اُن سے محبت کر۔ (بخاری شریف، ۵۸۸۴) حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے مَیں برابر اُن سے محبت رکھتا ہوں۔

بچوں کے ساتھ محبت کا مطلب

بہر حال! حضرت حسن(رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نبی کریم(ﷺ) کو بہت زیادہ محبت تھی، لیکن محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بچہ کوئی غلط حرکت کر رہا ہے تو اس کو ٹوکا اور روکا نہ جائے، ہمارے یہاں تربیت کے معاملہ میں سب سے پہلی جو کوتاہی ہوتی ہے وہ یہی ہوتی ہے کہ ان چھوٹے بچوں کو کوئی نامناسب حرکت کرتا ہوا دیکھ کر ہم منع نہیں کرتے۔اور منع کرنے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی پٹائی کی جائے اور طمانچہ مارا جائے، یا ڈنڈے اور لکڑی سے مارا جائے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بلکہ روکنے کے محبت بھرے طریقے بھی ہیں،ان طریقوں سے ان کو روکنا چاہیے،اور کسی غلط چیز کا غلط ہونا اچھے طریقہ سے ان کے ذہن میں بٹھانا چاہیے۔ بچپن سے اگر کسی چیز کی عادت ڈالی جائے تو پھر وہ چیز برابر سیکھ لیتا ہے اور بڑے ہونے کے بعد وہ چیز اس کے دل ودماغ کے اندر محفوظ ہوجاتی ہے،اس لئے کہ بچپن کی سکھائی ہوئی چیز کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ وہ ایسی ہوجاتی ہے ﴿كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ﴾ جیسے پتھر کے اوپر آپ نے کچھ لکھ دیا ہو یعنی جیسے پتھر کا لکھا ہوا مٹایا نہیں جاسکتا،وہ اس کے اوپر باقی رہتا ہے،ایسے ہی بچپن کے اندر جو چیز ذہن نشین کردی جاتی ہے،اس کے دل ودماغ میں اتاردی جاتی ہے؛وہ پوری زندگی برابر محفوظ رہتی ہے۔ اسی لئے بچہ چاہے چھوٹا ہو، لیکن جب وہ آپ کی بات سمجھنے لگے تو آپ اس کو اس کی غلط حرکت سے روک دیجئے۔ چنانچہ اس روایت میں ہے کہ حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے روکا۔

خاندانِ بنو ہاشم کے لئے صدقات جائز نہیں

قصہ یہ ہوا تھا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہاں صدقات کا جو بھی مال آتا تھا اس کو ایک جگہ رکھا جاتا تھا اور جو لوگ صدقات کے حقدار ہوتے تھے ان کو بوقتِ ضرورت موقع بموقع دیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) نے مکان میں جہاں پر یہ صدقات کی کھجوریں پڑی ہوئی تھیں وہاں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ چونکہ وہ بچے تھے اس لئے ان کو پتہ نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھا کہ یہ کھجور کیسی ہے اور ہمیں کھانی نہیں چاہیے، کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اہلِ خاندان بنوہاشم کے لئے صدقات کھانا جائز نہیں ہے۔

حضرت سلمان کی جانچ

خود حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول یہی تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صدقات کا مال نہیں کھاتے تھے، ہاں! ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) جو بڑے جلیل القدر صحابی ہیں وہ پہلے یہود کے غلام تھے، انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو علامتیں کتبِ سابقہ میں پڑھی تھیں، ان میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ نبی آخرالزماں صدقہ نہیں کھاتے ہیں، ہاں ہدیہ کھاتے ہیں۔ آپ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان علامتوں کو جانچنا شروع کیا جو انہوں نے اگلی کتابوں میں پڑھی تھیں، اس میں ایک علامت یہ بھی تھی کہ وہ صدقہ نہیں کھاتے ہیں، اور ہدیہ قبول کرتے ہیں اور اس کو کھاتے ہیں۔ چنانچہ پہلے دن خدمت میں کچھ کھجوریں پیش کیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ صدقہ ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اصحابِ صفہ میں جو غریب تھے ان کو دیدیا اور کہا کہ لو بھائی! کھالو اور فرمایا کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ پھر دوسرے روز خود کچھ کھجوریں لے کر حاضرِ خدمت ہوئے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ ہدیہ ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبول فرمالیا، خود بھی نوش فرمایا اور جو لوگ موجود تھے ان سے بھی کہا کہ شریک ہوجاؤ۔ (المستدرک، ۲۱۴۱۴) یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آپ(ﷺ) کی عادتِ شریفہ تھی کہ آپ(ﷺ) صدقہ تناول نہیں فرماتے تھے،نیز آپ (ﷺ) کے لئے اور آپ کے اہلِ خاندان کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

موقع سے جو تعلیم دی جائے وہ بڑی موئثر ہوتی ہے

توحضرت حسن (رضی اللہ عنہ) چھوٹے بچے تھے بعض روایتوں میں ہے کہ ڈھائی، تین سال کی عمر تھی،انہوں نے صدقہ کی جو کھجور پڑی ہوئی تھی وہ اٹھا کر منہ میں رکھی، جب وہ منھ میں رکھ رہے تھے اس وقت حضور(ﷺ) کی نظر ان پر نہیں تھی،حضور کی بے خبری میں انھوں نے وہ کھجوراٹھا کرمنہ میں رکھ دی تھی، حضور(ﷺ) نے دیکھاکہ منہ ہلارہے ہیں جیسے بچہ کوئی چاکلیٹ وغیرہ منھ میں رکھ کر کھاتاہے۔بلکہ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ان کے منہ میں سے کھجور ملاہوا تھوک اورلعاب گرنے لگا تھاتوحضور(ﷺ) نے فرمایاکہ منھ میں کیا ہے؟ جب دیکھاکہ کھجورہے تو آپ(ﷺ) نے منھ میں انگلی مبارک ڈال کرکھجور نکال دی اور ساتھ ہی ساتھ زبانِ مبارک سے بھی فرمایا ﴿کَخ کَخ،اِرْمِ بِهَا﴾ "کَخْ کَخْ" یہ عربی زبان میں کوئی گندی چیز منہ میں ڈال دی ہواس کو نکلوانے کے لئے استعمال کیا جاتاہے، جیسے ہم اردومیں بولتے ہیں تھو تھو۔بچے کو تھو کہتے ہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ منہ سے نکال دو۔ تھو تھو بول کراس کو نکالنے کے لئے کہا جارہا ہے۔اسی کو علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ﴿هِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ﴾ گندی اورناپسندیدہ چیزبچے کے ہاتھ یامنہ میں سے نکلوانے کے لئے یہ لفظ استعمال کیاجاتاہے۔تو حضور(ﷺ) نے فرمایا: تھوتھو!اس کو نکال دو، تمہیں معلوم نہیں کہ ہم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوگ صدقہ نہیں کھاتے؟یعنی ہم اہلِ خاندانِ نبوت صدقہ نہیں کھاتے ،یہ فرماکر ان کے منہ میں سے وہ کھجور نکلوادی۔

تودیکھئے!یہاں حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کی عمر زیادہ نہیں تھی، ڈھائی ، تین سال کے تھے لیکن جیسے ہمارے یہاں سوچاجاتاہے کہ نادان اورناسمجھ بچہ ہے، حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ نہیں سوچا، اس سے توکس کو انکار ہے کہ بچہ بھی ہے،نادان بھی ہے اورنا سمجھی میں کرلیا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب آپ اس کوتنبیہ بھی نہ کریں،یہی توتعلیم وتنبیہ کرنے کاموقع ہے۔اور موقع سے جس چیز کی طرف متوجہ کیاجائے وہ بڑی موثر ہوتی ہے او ر یاد بھی رہتی ہے۔

جیسے آپ نے وعظ کی مجلس میں کوئی مسئلہ سن لیاتو اگر آپ کو شوق اوررغبت ہے تو آپ اس کوبھی یادرکھیں گے،لیکن عام طورپرہوتایہ ہے کہ ایسے موقع پر سنی ہوئی چیزبعد میں یادنہیں رہتی۔لیکن آپ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں جو کام نہیں کرناچاہیے وہ کرلیا اور کسی جاننے والے نے آپ کوبتایاکہ آپ نے اس طرح جوسجدہ کیا؛وہ نہیں کرنا چاہیے توآپ کووہ چیز زندگی بھربرابریادرہے گی کہ ایک مرتبہ مَیں نے اس طرح سجدہ کیاتھا توفلاں مولوی صاحب یامفتی صاحب نے ٹوکاتھاکہ اس طرح سجدہ نہیں کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضوراکرم (ﷺ) کا طریقہ یہی تھا

حضوراکرم (ﷺ) کا طریقہ بھی یہی تھا کہ آپ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو عمومی انداز میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام بتلاتے تھے، اور صحابہ کی تربیت کرتے تھے، لیکن جب موقع ہوتا تھا تو کبھی آپ (ﷺ) چوکتے نہیں تھے۔

حدیثِ شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم (ﷺ) کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم تھے، جن کا بچپن میں ڈیڑھ پونے دوسال کی عمر میں دودھ پینے کے زمانہ میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔ اتفاق کی بات کہ جس روز ان کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن ہوگیا، اور زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا نظریہ اور عقیدہ یہ تھا کہ سورج گرہن کسی بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے یا کسی بڑے آدمی کی پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے، جب سورج گرہن ہوا تو نبی کریم (ﷺ) نے نماز پڑھائی (سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنی چاہیے) اور نماز پڑھانے کے بعد آپ (ﷺ) نے خطبہ دیا اور اس خطبہ میں آپ انے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو بڑی نشانیاں ہیں اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے، یا کسی کی پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے (بخاری شریف۔۱۰۶۰) گویا آپ (ﷺ) نے موقع سے یہ چیز بتلائی۔ اس لئے کہ عام طور پر لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ جو غلط نظریہ ہوتا ہے وہ ایسے موقع پر ہی دہرایا جاتا ہے۔ جب سورج گرہن ہوگا تو غلط نظریہ والے اپنے غلط نظریہ کو پیش کریں گے کہ یقیناً کوئی مرگیا ہوگا، یا کوئی پیدا ہوا ہوگا۔ اور مسلمان کی اسلامی شان اور ایمانی حمیت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اورغیرت کاتقاضہ یہ ہے کہ اس موقع پراسلام کی تعلیمات کوپیش کرے؛تووہ یادرہے گی۔ اورایسے موقع پر لوگوں کوانتظار بھی رہتاہے۔

محبت تعلیم و تربیت سے آڑے نہیں آئی

بہرحال!مَیں یہ عرض کررہاتھاکہ ہمارے یہاں ایک مزاج بناہواہے کہ بچے کوکوئی غلط حرکت کرتاہوادیکھ کربھی محبت کی شدت اور لاڈپیار کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اوراگرکوئی کہہ رہا ہو تواس کوبھی روک دیتے ہیں کہ مت کہو،ابھی توناداں اورچھوٹابچہ ہے۔ایسانہیں کہنا چاہیے۔دیکھو!حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) بڑی عمر کے نہیں تھے،ڈھائی تین سال کی عمر تھی، اس وقت کا یہ قصہ ہے اور جیساکہ شروع میں بتلاچکا ہوں کہ حضوراکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے ساتھ بہت محبت تھی اس کے باوجودیہ محبت تعلیم وتربیت میں آڑے نہیں آئی،بلکہ آپ نے بڑے اچھے اندازمیں سمجھایا اور بچوں کواسی طرح سمجھایاجائے کہ بیٹا!یوں مت کرو،ہمیں ایسانہیں کرناچاہیے۔ان کو کہہ کروہ کھجورنکلوادی اورساتھ ہی ساتھ ایک بات یہ بھی فرمادی کہ تمھیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے،حالانکہ حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) عمرکی جس منزل میں تھے،وہ جانتے نہیں تھے کہ صدقہ کس کو کہتے ہیں، اس کے باوجود حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کویہ فرمایاتاکہ وہ بھی سنیں اور دوسرے بھی سنیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بچے کی ذہن سازی کا طریقہ

توبچہ اگر کوئی غلط حرکت کرتاہو مثلاً بائیں ہاتھ سے کھاتاہواورہم دیکھ رہے ہوں توپھر ہم کوچاہیے کہ اس کوکہیں کہ بیٹا!اس طرح نہیں کھایاجاتاہے بلکہ دائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں اوردائیں ہاتھ سے کھانایہ مسلمان کاطریقہ ہے او رنبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت ہے،آپ کابتلایا ہوا ادب ہے۔اوربائیں ہاتھ سے کھاناغیر مسلموں کاطریقہ ہے۔یہ چیزبچے کوبتلادی جائے اگربائیں ہاتھ سے پانی پیتاہے تواس کومحبت اورشفقت سے منع کردو،اس کوڈانٹنے اور پھٹکارنے کی ضرورت نہیں ہے،بلکہ اس کومحبت کے ساتھ بتاؤ اور سمجھاؤاورکہو کہ بائیں ہاتھ سے غیر مسلم پیتے ہیں،ہم مسلمانوں کاطریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پیتے ہیں۔اس طرح بتانے سے بچپن ہی سے ان کے ذہن میں یہ چیز بیٹھے گی کہ اسلامی طریقہ دائیں ہاتھ سے پینا ہے۔صرف اتنا ہی نہ کہے کہ دائیں ہاتھ سے پیناہے بلکہ اس کو اس طرح کہناچاہیے کہ دائیں ہاتھ سے پینایہ اسلامی طریقہ ہے،نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم) کا بتلایا ہوا ادب ہے ،یہ بھی اسلامی تعلیم ہے، اوربائیں ہاتھ سے کھانااورپینا غیروں کاطریقہ ہے۔توبچپن سے اس کے ذہن میں ایک بات بیٹھے گی،اگر بائیں سے روک کردائیں میں دیدیں گے تو عادت توپڑے گی، لیکن ذہن میں یہ نہیں بیٹھے گا کہ یہ اسلامی طریقہ ہے۔

اس لئے ہمیں بھی چاہیے کہ اگربچے کو کوئی چیز دے رہے ہیں اور وہ بچہ اس چیز کولینے کے لئے بایاں ہاتھ بڑھاتاہے تومت دو،بلکہ اس کو محبت سے کہو کہ بیٹا! دائیں ہاتھ سے لو؛یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسلامی طریقہ ہے۔مسلمانوں کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان دائیں ہاتھ سے لیتاہے اور غیر مسلم بائیں ہاتھ سے لیتے ہیں،کوئی چیزلینی ہویادینی ہو تووہ دائیں ہاتھ سے لینی اور دینی چاہیے، یہ اس کوبتلایاجائے،اس طرح کرنے سے جہاں اس کوتعلیم ملے گی؛وہیں اس کی تربیت بھی ہوگی اوریہ چیزذہن کے اندربیٹھے گی۔اگراس طرح دوتین مرتبہ بھی اس کوکہیں گے تووہ چیز ہمیشہ کے لئے موت تک اس کے ذہن میں بیٹھ جائے گی کہ اسلامی طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پیئے، دائیں ہاتھ سے کوئی چیز لے اور دے۔

غفلت سے باز آیا جفاکی

بہرحال!مَیں یہ عرض کررہاتھاکہ محبت کامطلب یہ نہیں ہے کہ اس کوکسی غلط چیز کے معاملہ میں ٹوکانہ جائے، ہاں یہ ہے کہ پٹائی نہ کی جائے اس لئے کہ ویسے بھی پٹائی کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے۔ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کہیں گے تو سختی کے ساتھ کہیں گے، اور نہیں کہیں گے تو بالکل ہی نہیں کہیں گے:-

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایسا معاملہ ہے، اگر نہیں کہیں گے تو بالکل نہیں کہیں گے، اور کہیں گے تو ڈھیلا اور پتھر مار کر کہیں گے۔ بھائی! نبی کریم(ﷺ) نے محبت بھرا جو طریقہ بتلایا وہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ انے کیسے اچھے انداز سے فرمایا وہ دوسری روایت میں بھی آگے آرہا ہے۔

بچوں کو اپنے ساتھ کھانے بٹھایئے

حدیث ۲۹۹

عن أبي حفص عُمَرَبنِ أبي سَلَمَةَ عبدالله بن أبي الأَسَدِرَبِيْبِ رَسُوْلِ اللهِ ا قَالَ: كُنْتُ غُلاماًفِيْ حِجْرِرسول الله(ﷺ) ، وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِيْ الصَّحْفَةِ،فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ا:يَاغُلامُ!سَمِّ الله تعالى، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ،وَكُلْ مِمَّايَلِيْكَ۔ فَمَازَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ۔(متفق عليه) تَطِيْشُ: تَدُوْرُفِيْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن اَبی سلمہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مَیں چھوٹا بچہ تھا اور نبی کریم(ﷺ) کی پرورش میں تھا اور حضور(ﷺ) جب کھانے کے لئے بیٹھتے تو مَیں بھی ساتھ میں بیٹھتا تھا، اور میرا ہاتھ پلیٹ کے اندر سب طرف گھومنے لگتا تھا، تو نبی کریم(ﷺ) نے مجھ سے فرمایا کہ اے بچے! بسم اللہ پڑھو، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ حضرت عمر بن اَبو سلمہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے کھانے کا میرا طریقہ ہمیشہ کے لئے یہی ہوگیا۔

افادات:- حضرت عمر بن اَبی سلمہ(رضی اللہ عنہ) اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اگلے شوہر کے صاحبزادے تھے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح جب نبی کریم(ﷺ) کے ساتھ ہوا تو ان کے بیٹے عمر اور ان کی بیٹی زینب وغیرہ؛ چھوٹے چھوٹے تھے وہ بھی ان کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ساتھ تھے،اور یہ بچے نبی کریم(ﷺ) کی پرورش میں آئے۔حضرت عمر بن اَبی سلمہ فرماتے ہیں کہ مَیں چھوٹا بچہ تھا اور نبی کریم(ﷺ) کی پرورش میں تھا اور حضور(ﷺ) جب کھانے کے لئے بیٹھتے تومَیں بھی ساتھ میں بیٹھتا تھا۔

دیکھو!اس حدیث ِمبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضوراکرم(ﷺ) کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ہمارے معاشرے اور سماج میں بعض لوگوں کا مزاج یہ بھی ہوتا ہے کہ باپ کھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو چھوٹی اولاد کو ساتھ میں کھانا کھانے کے لئے نہیں بٹھاتا بلکہ یوں کہتاہے کہ اس کوکھلا دینا،یہ خواہ مخواہ شور کرتا ہے،ہمیں کھانے نہیں دیتاہے اور پریشان کرتاہے۔ارے بھائی!آپ کو تواس کی تربیت کرنی ہے ،آپ جب کھانے کے لئے بیٹھیں تو اپنے بچوں کوساتھ لے کربیٹھئے،چاہے وہ شور کرتے ہوں،کھانےنہ دیتےہوں؛تب بھی ان کو اپنے ساتھ بٹھایئے،اس لئے کہ اگر آپ ان کو اپنے سامنے بٹھاکرنہیں کھلائیں گے تو کھانے کا جواسلامی طریقہ اورانداز ہے اور کھانے کے جو آداب ہیں وہ ان کوکون بتلائے گا؟ اگرآپ نے کہہ دیا کہ اس کواکیلے کھانادیدینا، وقت پراس کو کھلا دینا،میرے ساتھ اس کو مت بٹھانا؛ تو آپ کوپوری زندگی پتہ ہی نہیں چلے گا کہ بیٹے نے کھانے کااسلامی طریقہ سیکھا یا نہیں پھرہم اپنی ذمہ داری کیسے پوری کریں گے؟ اپنے ساتھ بٹھائیں گے تب ہی پتہ چلے گا کہ وہ بسم اللہ پڑھتاہے یانہیں، دائیں ہاتھ سے کھاتاہے یا نہیں کھاتا،وہ لقمہ کس طرح اُٹھاتا ہے اور کہاں سے اُٹھاتا ہے، نیچے اگر گراتاہے تو اس موقع پرکیا تلقین وتعلیم دینی چاہیے؛ وہ ہم اس کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بتائیں گے۔اس لئے اگر ہم اپنے ساتھ ان کو بٹھا کر کھلائیں گے تو دوچار روز کے واسطے تکلیف تو ہوگی لیکن آئندہ وہ سدھر جائے گا اور اس کی تربیت ہوجائے گی اب اگر وہ بچہ کسی دوسرے کے گھر گیا اور وہاں کھانے کے لئے بیٹھے گا اور اس کا طریقہ لوگ دیکھیں گے،تو لوگ خوش ہوجائیں گے اور وہ کہیں گے کہ اس کے ماں باپ نے اس کی بہت اچھی تربیت کی ہے اوراگر ہم اس کو اپنے ساتھ نہیں بٹھائیں گے تووہ نہیں سیکھے گا،اوراب اگروہ کسی دوسرے کے گھر پہنچ گیا اور جب آپ خود اپنا بچہ ،اپنا بیٹا اوراپنا لاڈلا ہونے کے باوجود اس کی ان حرکتوں سے عاجز تھے اورآپ کواس کی حرکتیں ناگوار تھیں ، توجب دوسرے کے دسترخوان پروہ ایسی حرکت کرے گا تووہ لوگ بچے کے متعلق توکچھ کہیں یانہ کہیں،لیکن آپ کے متعلق رائے ضرور قائم کریں گے کہ بھائی!اس کے ماں باپ نے اس کو کھانے پینے کا طریقہ نہیں بتلایا۔ اس لئے یہ بہت اہم چیز ہے۔

تین آداب

دیکھو!حضرت عمربن اَبوسلمہ نبی کریم(ﷺ) کے بیٹے نہیں تھے،ہاں !حضور کے پروردہ تھے،آپ کی اہلیہ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ (رضی اللہ عنہا)کے بیٹے تھے اوریتیم تھے، آپ(ﷺ) کی پرورش میں تھے،ان پرآپ کتنی نگرانی کررہے ہیں اوران کی کیسی تربیت کررہے ہیں، آپ(ﷺ) تو یتیم کی تربیت اتنی کررہے ہیں اور ہم اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں حضرت عمربن اَبوسلمہ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ پلیٹ کے اندر سب طرف گھومنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لگا (عام طور پر بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ یہاں سے ایک لقمہ مارا ، پھر اُدھر سے اُٹھایا) مجھے اس طرح کرتا ہوا دیکھ کر حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین نصیحتیں فرمائیں، کھانے کے تین آداب بتلائے [۱] اے بچے! کھانے کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لو، بسم اللہ پڑھو [۲] دائیں ہاتھ سے کھاؤ [۳] اپنے سامنے سے کھاؤ، چاروں طرف ہاتھ مت مارو۔ حضور اکرم(صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ تین آداب ان کو بتلائے

حضراتِ صحابہ کی ایک خصوصیت

اس وقت حضرت عمر بن اَبو سلمہ بچے تھے، ہمارا تو بڑوں کا حال یہ ہے کہ ہم کو جب تنبیہ کی جاتی ہے تو ہم بھول بھال جاتے ہیں، لیکن حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین کی یہ خصوصیت تھی کہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام؛ حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اگر ایک مرتبہ تنبیہ کر دی گئی تو زندگی بھر کے لئے وہ یاد رکھ لیتے تھے، بعد میں پھر کبھی چوک نہیں ہوتی تھی۔ اب تو بڑوں کا حال یہ ہے کہ باربار ٹوکا جاتا ہے تب بھی اپنی اس حالت اور بگاڑ کو درست کرنے کا نام نہیں لیتے، لیکن حضرت عمر بن اَبو سلمہ فرماتے ہیں ﴿فَمَازَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ﴾ ﴿طِعْمَةٌ﴾ یہ ﴿فِعْلَةٌ﴾ کے وزن پر ہے۔ عربی زبان میں کسی چیز کی خاص ہیئت اور طریقہ بتلانے کے لئے آتا ہے۔ تو حضرت عمر بن اَبو سلمہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد کھانے کا میرا طریقہ ہمیشہ کے لئے یہی ہو گیا کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا، دائیں ہاتھ سے کھاتا، اور اپنے سامنے سے کھاتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دیکھو!اس وقت حضرت عمر بن اَبو سلمہ چھوٹے بچے تھے ، لیکن ایک مرتبہ حضور(ﷺ) نے تنبیہ فرمادی،بس!اس کی گرہ باندھ لی اور پھر ہمیشہ کے لئے اسی پر عمل کرنے لگے۔بچے اپنے سے بڑوں کو دیکھتے ہیں اوران سے سیکھتے بھی ہیں اورجو بتایاجاتاہے اس کو اخذ بھی کرتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچپن ہی سے ان کوعادت ڈالنی چاہیے، اس معاملہ میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔یہاں حضور(ﷺ) نے یہ نہیں سوچاکہ یہ ابھی چھوٹے ہیں،جب بڑے ہوں گے تو بتادیا جائے گا اور وہ اس وقت سمجھ جائیں گے۔

ہر شخص ذمہ دار ہے

حدیث ۳۰۰

وعن ابن عمر(رضی اللہ عنہ) قَالَ:سَمِعۡتُ رسول اللہ(ﷺ) يَقُوۡلُ:كُلُّكُمۡ رَاعٍ وَكُلُّكُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ۔اَلۡاِمَامُ رَاعٍ وَمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ،وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيۡ أَهۡلِهٖ وَمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ،وَالۡمَرۡأَةُرَاعِيَةٌ فِيۡ بَيۡتِ زَوۡجِهَا وَمَسۡئُوۡلَةٌعَنۡ رَعِيَّتِهَا،وَالۡخَادِمُ رَاعٍ فِيۡ مَالِ سَيِّدِهٖ،وَمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ،فَكُلُّكُمۡ رَاعٍ وَمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمر(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم(ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحت کے متعلق کل قیامت میں پوچھاجائے گا، پورے ملک کا حاکمِ اعلیٰ پورے ملک کا ذمہ دار ہے ، اور اس سے قیامت کے روز پورے ملک کے متعلق سوال کیا جائے گا۔اورمرد اپنے گھروالوں کاذمہ دار ہے اس سے گھروالوں کے متعلق سوال کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائے گا۔اور عورت ؛شوہر کے گھر کی چیزوں کی ذمہ دار ہے، اس سے وہ سب چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور خادم یعنی نوکر اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے،اس سے کل قیامت میں اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحت کی جو ذمہ داری اس کے حوالہ کی گئی ہے اس کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

افادات:-﴿رَاعٍ﴾یعنی دیکھ ریکھ رکھنے والا۔ تم میں سے ہر ایک دیکھ ریکھ رکھنے والا ذمہ دار اور جواب دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے جس کی جو ذمہ داری اور جواب داری ہے، اور جو اس کے ماتحت ہیں ان کے متعلق کل قیامت میں پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کو تعلیم اور تربیت دی یا نہیں۔ بچے کے متعلق یہ نہیں پوچھیں گے کہ اس کے لئے آپ دوکان چھوڑ کر آئے یا نہیں؟ مکان چھوڑ کر آئے کہ نہیں؟ بینک بیلنس اس کو دے کر آئے یا نہیں؟ کار خرید کر اس کو دے کر آئے یا نہیں؟ یہ نہیں پوچھا جائے گا؛ بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ آپ نے اس کو دین سکھایا تھا یا نہیں؟ تعلیم دی تھی یا نہیں؟ تربیت کی تھی یا نہیں؟

اور آپ دوکان و مکان کچھ بھی چھوڑ کر نہ جاویں ، کل کو کوئی بچہ آپ کے خلاف یہ دعویٰ دائر نہیں کر سکتا کہ باری تعالیٰ! میرے ابا میرے لئے دوکان چھوڑ کر نہیں گئے تھے، بینک بیلنس چھوڑ کر نہیں گئے تھے، مجھے کار بھی دے کر نہیں گئے تھے۔ بالفرض اگر ایسا دعویٰ وہاں کرے گا تو بھی اس کی شنوائی ہونے والی نہیں ہے۔ لیکن ہاں! یہ کہے گا کہ باری تعالیٰ! میرے ابا نے مجھے آپ کے احکام سے واقف نہیں کیا، کون سے کام کرنے تھے اور کن چیزوں سے بچنا تھا، نماز کا طریقہ اور دین کی ساری چیزیں مجھے نہیں سکھائیں۔ اگر دین نہیں سکھایا ہے تو کل قیامت

میں وہ دامن پکڑے گا،چاہے آپ اس کے لئے کروڑوں روپے چھوڑ کر اِس دنیا سے گئے ہوں۔یہ یادرہے کہ قیامت میں اس ذمہ داری کے متعلق سوال ہو گا۔

﴿اَلامَامُ رَاعٍ﴾پورے ملک کا حاکمِ اعلیٰ پورے ملک کا ذمہ دار ہے ، اور اس سے قیامت کے روز پورے ملک کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

﴿وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ﴾مرد:اپنے گھروالوں کا ذمہ دار ہے، گھرمیں جتنے افرادبیوی بچے وغیرہ اس کی ماتحتی میں ہیں،وہ ان سب کا ذمہ دارہے اور کل کو قیامت میں ان سب کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

﴿وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا﴾عورت :شوہر کے گھر کی چیزوں کی ذمہ دارہے،اورجو بچے اس کی پرورش میں ہیں ان کی ذمہ دارہے، اور کل کو قیامت میں ان سب کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

﴿وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ﴾اور خادم یعنی نوکر اپنے آقا کے مال کاذمہ دارہے۔آپ نے اپنے گھرمیں یااپنی فیکٹری میں یااپنی دوکان میں جس کو نوکر رکھاہے اوردوکان کامال،یاجوجوچیزیں اورجوکام اس کے حوالہ کئے ہیں،ان سب کے متعلق وہ بھی ذمہ دارہے،اگراس میں ذرابھی کمی ہوگئی،یاخیانت سے کام لیا تو کل قیامت میں اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ﴾ آخر میں پھر دوبارہ حضور(ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحت کی جو ذمہ داری اس کے حوالہ کی گئی ہے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

تربیت نہ کرنے پر سزا ہوگی

خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ہر ایک کے اوپر ہے، اور اس کا اس کو اہتمام کرنا چاہیے تاکہ کل قیامت کے روز جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سوال کیا جائے تو آدمی اس سے بری الذمہ ہوجائے۔اوراگراس نے تعلیم وتربیت کااہتمام نہیں کیاتو کل قیامت کے روز پکڑ دھکڑ ہوجائے گی اور وہاں اس سلسلہ میں مواخذہ ہوگااور اس ذمہ داری کے ادا نہ کرنے پر سزا بھی ہوگی۔

جیسے ہم کہتے ہیں کہ دیکھو!یہ تمہاری ذمہ داری ہے،مَیں تم سے پوچھوں گا۔تویہ ”پوچھوں گا“کامطلب کیاہوتاہے؟اگراس کی ادائیگی میں تم نے کوتاہی کی توسزابھی دی جائے گی۔سزا کالفظ لاتے نہیں ہیں،لیکن ”پوچھوں گا“کا مطلب ساری دنیاجانتی ہے۔

آقااورسیٹھ اگراپنے نوکرکویوں کہے کہ دیکھو!مَیں پوچھوں گا،حساب اورجواب لوں گا تو”جواب لوں گا“کامطلب یہ ہے کہ اگر تم نے اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کی توتمہیں سزاملے گی۔اسی طرح یہاں پربھی صرف یہ آیاہے کہ پوچھاجائے گا، یہ خوداس بات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی دلیل ہے کہ اس کی ادائیگی میں اگر کوتاہی ہوگی تواس پراللہ تعالیٰ کی طرف سے سزاہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے ماتحتوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں جو ذمہ داری اللہ نے ہم پرڈالی ہے اس کو سوفیصد ادا کرنے والے بن جائیں اور اس امانت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضورپورے طور پر پیش کرسکیں۔

تعلیم وتربیت کی عمر

حدیث ۳۰۱

عن عمروبن شعیب عن أبیه عن جده(رضی اللہ عنہ) قال قال رسول الله(صلی اللہ علیہ وسلم) :مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِوَهُمْ أَبْنَآءُسَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَاوَهُمْ أَبْنَآءُعَشْرٍ،وَفَرِّقُوْابَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔(حدیث حسن،رواہ ابوداود باسنادٍ حسنٍ)

ترجمہ:۔حضرت عمر وبن شعیب اپنے والدسے اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمروبن عاص (رضی اللہ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشادفرمایاکہ تم اپنی اولادکو نمازکاحکم دو،حال یہ کہ وہ سات سال کے ہوں اوردس سال کاہونے پراگرنماز نہیں پڑھیں توپھران کی پٹائی کرو۔اوران کے بستر الگ کردو۔

افادات:-بچہ چاہے وہ لڑکاہویالڑکی؛جب سات سال کی عمرکوپہنچ جائے تو ماں باپ کو چاہیے کہ اس کونمازکے لئے کہیں کہ بیٹا!نمازپڑھو،کہتے رہیں اور تلقین کرتے رہیں،وہ اگر نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پڑھتا، کبھی چھوڑدیتاہے اور کبھی گُلّی ماردیتاہےتواس پراس کومارنے اور سزا دینے کی ضرورت نہیں ہے یعنی اس کو کہناشروع کریں اور اس کو سمجھائیں۔

اوریہ بات یادرہے کہ سات سال سے پہلے نہ کہیں۔اسی سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ بچہ جب سات سال کا ہوتاہے تب ہی اس کی تعلیم و تربیت کاسلسلہ شروع ہوتاہے،اس سے پہلے تعلیم وتربیت کابوجھ اس پر نہیں ڈالناچاہیے۔بعض ماں باپ اس سے پہلے ہی تعلیم کے لئے بٹھادیتے ہیں اور تعلیم کابوجھ ڈال دیتےہیں،ہاں! اگرکھیل کھیل میں اس کودوچارباتیں بتادی جائیں؛تو بات دوسری ہے۔لیکن سات سال سے پہلے باقاعدہ اس کوتعلیم کے لئے بٹھانا؛تو اکثر علماء فرماتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس حدیثِ شریف سے معلوم ہوتاہے کہ تعلیم وتربیت کا سلسلہ سات سال کی عمرمیں شروع ہوتاہے۔

پھر اس سے چھٹی ملنے والی نہیں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی میں لکھاہے کہ مَیں چھوٹاتھاتووالدصاحب نے مجھے پڑھنے میں نہیں لگایاتھا،ہمارے گھرکی عورتیں دادی وغیرہ میرے والدصاحب کو تنبیہ کرتی تھیں اورکہاکرتی تھیں کہ یہ اتنا بڑاہوگیا،اس کوکچھ کہتے ہی نہیں ہو؟تووالد صاحب یوں فرمایا کرتے تھے کہ جب اوکھلی میں سر دے گاتوپھر قبرکے علاوہ نکلنے والا نہیں ہے۔مطلب یہ ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کہ جب ایک مرتبہ تعلیم میں لگا دیں گے تو پھر اس سے چھٹی ملنے والی نہیں ہے، ابھی کھیلنے کا وقت ہے؛ کھیل لینے دو۔ کہنے کا حاصل یہ ہے کہ سات سال کا بچہ ہو تو تعلیم و تربیت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

پٹائی کے لئے بھی حدود متعین ہیں

﴿وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَآءُ عَشْرٍ﴾ اور دس سال کا ہونے پر اگر نماز نہیں پڑھے تو پھر اس کی پٹائی کرو۔ معلوم ہوا کہ دس سال سے پہلے نماز نہ پڑھنے پر پٹائی کی بھی اجازت نہیں ہے، اسلئے کہ سات سال کا ہونے پر نماز کے لئے کہنے کا حکم دیا، لیکن اگر اس وقت کسی وجہ سے نماز نہیں پڑھی، تو آپ اپنے ساتھ لے جایئے اور پڑھایئے، لیکن آپ کسی جگہ گئے تھے اور تاکید کر گئے تھے کہ بیٹا! نماز پڑھ لینا، مَیں فلاں جگہ جارہا ہوں، بعد میں آکر پوچھوں گا، آنے کے بعد پوچھا تو معلوم ہوا کہ نماز نہیں پڑھی ہے تو اس سے کہو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی ہے تو اچھا چلو! اب دو رکعت قضا کرلو، یوں کہہ سکتے ہیں لیکن پٹائی نہ کی جائے۔

اور حضور (ﷺ) فرماتے ہیں کہ دس سال کا ہوجانے پر اگر نماز نہیں پڑھتا تو اس صورت میں اس کی پٹائی کرو۔ تو دیکھو! حضور (ﷺ) خود پٹائی کا حکم دیتے ہیں، البتہ پٹائی کے لئے شریعت نے حدود متعین اور مقرر کئے ہیں کہ اگر کسی بات پر بچے کی پٹائی کی جائے تو ایسی کی جائے جس سے اس کے جسم پر کوئی نشان نہ پڑے۔ مارنے کے متعلق ایک ہدایت تو یہ ہے کہ چہرے پر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہ ماراجائے،دوسری بات یہ ہے کہ اگرہاتھ یالکڑی سے مارا ہے تو ایسی سخت مارنہ ہوکہ اس کے جسم پر نشان پڑجائیں اور تین سے زیادہ مارنے سے منع کیا ہے۔بہرحال!مارنے کے لئے یہ حدود مقررومتعین ہیں،اس سے زیادہ کی ماں باپ اور استاذ کسی کوبھی اجازت نہیں ہے۔کتابوں میں منع لکھاہے۔اگر یہاں مدرسہ کے مولوی صاحبان ہوں گے تو ناراض ہوجائیں گے کہ دیکھو مفتی صاحب کیسامسئلہ بیان کررہے ہیں۔

بہرحال!نبی کریم(ﷺ) فرماتے ہیں کہ دس سال کا ہوجائے تونمازنہ پڑھنے پر اس کی پٹائی کرو،اس سے معلوم ہواکہ بچے کونمازکی خصوصی تاکیدکرنی چاہیے۔یہ وہ چیزیں ہیں جو بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں قابلِ توجہ ہیں،اور بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

اب ان کے بستر بھی الگ کردو

اور حدیث ِ شریف میں ایک حکم یہ بھی ہے﴿وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ اور ان کے بستر الگ کردو۔بسترالگ کرنے کامطلب یہ ہے کہ لڑکااورلڑکی جب چھوٹے دوتین سال کے ہوتے ہیں ؛توساتھ ہی سوتے ہیں ، لیکن جب وہ دس سال کے ہوجائیں، چاہے لڑکااور لڑکی سگے بھائی بہن کیوں نہ ہوں،اب ان کوایک بستر پرنہ سلایاجائے۔ماں باپ کو چاہیے کہ ان کابستر الگ کردیں،کیونکہ جب دس سال کی عمر ہوگئی تو اس میں پھرخواہشات آنے لگتی ہیں اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بے خبری اور نادانستگی میں بھی کبھی کوئی غلطی ہو سکتی ہے، اس لئے لڑکے اور لڑکی کا بستر الگ کرنا چاہیے۔

بچوں کو نماز سکھاؤ

حدیث ۳۰۲

وعن أبي ثُرَيَّةَ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ۔ (حديث حسن، رواه ابوداود والترمذي وقال حديث حسن۔)

ولفظ أبي داود: مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلٰوةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ۔

ترجمہ: حضرت ابو ثریہ سبرہ بن معبد جہنی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ سات سال کی عمر میں بچے کو نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں بچے کو نماز کے لئے مارو۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ بچہ کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کا ہو جائے۔

افادات: -پہلی روایت میں یوں تھا کہ نماز کا حکم دو، اور یہاں یہ آیا کہ نماز سکھاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو نماز سکھانی بھی چاہیے، یہ ذمہ داری ماں باپ کی ہے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کو نماز سکھائیں اگرچہ آپ نے اپنی اولاد کو مکتب میں بھیجا ہے، اور مکتب میں اس کے استاذ اس کو سکھائیں گے وہ تو اپنا کام کر ہی رہے ہیں، لیکن ہمارا بھی فریضہ اور ذمہ داری ہے کہ ہم اس کی طرف توجہ کریں کہ بچے کو نماز کا طریقہ برابر یاد ہے یا نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میرے والد کا طرزِ تربیت

مجھے یاد ہے کہ مَیں جب چھوٹا تھا،اس وقت ہمارے یہاں گھر میں دوسرے بھائیوں کے بچے بھی تھے،تو میرے والد صاحبؒ(اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھرے۔ آمین) کھانے سے دس پندرہ منٹ پہلے ایسے ہی بغیر کھانے کے خالی دسترخوان لگوادیتے تھے، اور بچوں کو دسترخوان پر بٹھاکر سب کی نماز سنتے،اور جب نماز پوری ہوجاتی تھی تو پھر کھانا لایاجاتا تھااور پھر کھانے کے آداب سنتے تھے۔یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

حاجی یوسف صاحب کا عجیب وغریب معمول

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دامت برکاتہم(رحمہٗ اللہ)جو ترکیسر میں مدرس ہیں انہوں نے ایک مرتبہ سنایاکہ وہ ری یونین تشریف لے گئے تھے،اورآپ نے بھی نام سنا ہوگا کہ ری یونین میں حاجی یوسف صاحب راوت ہیں،بہت بڑے رئیس آدمی ہیں،اور وہاں ان کو گورنمنٹ کی طرف سے بھی بہت کچھ القاب ملے ہوئے ہیں اور ترکیسر کا مدرسہ جس خاندان کے ماتحت چلتاہے اس کے بڑے یہی ہیں،اوربڑے سخی آدمی ہیں اور ری یونین میں ہماری کمیونٹی یعنی ہندوستانی مسلمانوں میں سب سے بڑے مالداراور رئیس شمار ہوتے ہیں،ان کے یہاں کامعمول یہ ہے کہ اتواریا جمعہ کو ان کے لڑکے اور لڑکیاں اوران کی اولاداورلڑکوں کی بیویاں اورلڑکیوں کے شوہر،اوران کے چھوٹے بڑے سب بچے؛ گویا پورے خاندان کووہ جمع

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرتے ہیں، پھر پورے خاندان کو ساتھ بٹھا کر کہتے ہیں کہ میری نماز سنو، ہر ہفتہ پوری نماز اور تمام آداب وغیرہ سناتے ہیں اور پورے خاندان کے تمام چھوٹوں اور بڑوں کی نماز خود سنتے ہیں۔ اتنے بڑے رئیس آدمی جن کی لاکھوں اور کروڑوں سخاوتیں ہیں، ان کا یہ عجیب وغریب معمول ہے۔ آدمی اگر کچھ کرنا چاہے تو کوئی مشکل و پریشانی نہیں ہے۔

یہ بہانے بازیاں فضول ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے، حالانکہ کھانے کے لئے بیٹھیں گے تو باتوں باتوں میں گھنٹہ آدھ گھنٹہ دستر خوان پر نکل جاتا ہے، اگر اسی وقت کو اس کام کیلئے بھی استعمال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کاروبار میں مشغولی کی وجہ سے ہمیں فرصت ہی کہاں ملتی ہے، کھانے کا بھی وقت برابر نہیں ملتا؛ تو کیا کریں؟ نہیں بھائی! ایسا نہیں ہے۔ ”تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں“ جیسا معاملہ ہے، اگر ہم چاہیں تو سب ہو سکتا ہے۔ اتوار کو بچوں کو لے کر اُبھراٹ (ساحل سمندر پر ایک جگہ کا نام ہے) چلے جاتے ہیں، اور لوگوں کا بیان ہے کہ سورت والے وہاں بہت آتے ہیں اور اب تو بہت زیادہ لوگ جاتے ہیں اس لئے کہ وہاں واٹر پارک شروع ہوا ہے۔ عورتوں اور بچوں کو وہاں لے جاتے ہیں اور بے حیائی کی حد ہو جاتی ہے، جب بچوں کو گھمانے لے جانے کے لئے ہمارے پاس وقت ہے اور اس کو ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں؛ تو ان کی نماز سننے کا کیا ہمارے پاس وقت نہیں ہے؟ اس لئے اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حَقُّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةُ بِهٖ

پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۵/ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ ۳/اپریل ۱۹۹۹ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ أما بعد

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ۔ (النسآء:۳۶)

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے باب قائم کیا ہے کہ پڑوسی کے کیا حقوق ہیں اور پڑوسی کے سلسلہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا تاکیدیں اور ہدایتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ ان کے ساتھ کس طرح معاملہ و سلوک کرنا چاہیے۔

انسانی فطرت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطری طور پر ایسا بنایا ہے کہ وہ اکیلا زندگی نہیں گذار سکتا بلکہ زندگی گذارنے کے لئے فطری اور طبعی طور پر انسان کا نیچر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ لوگوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے ساتھ مل کر رہے۔"انسان"لفظِ اُنس سے بنا ہے اور اُنس کا مطلب ہے مانوس ہونا، انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطری طور پر ایسا بنایا ہے کہ وہ تنہا زندگی نہیں گذار سکتا بلکہ زندگی گذارنے کے لئے اس کو اپنے ہی ہم جنسوں کی ضرورت پڑتی ہے، یہ تو وحشی جانوروں کا مزاج اور طبیعت ہے کہ وہ الگ الگ رہتے ہیں۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

بلکہ لوگوں کے ساتھ مل جل کران کے درمیان رہنے کی حدیثِ پاک میں فضیلت آئی ہے، مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ وہ مؤمن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور ایذاؤں کو برداشت کرتا ہے وہ اس مؤمن سے بہتر ہے جو تنہا رہتا ہے اور لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور ایذاؤں کو برداشت نہیں کرتا۔ جب لوگوں کے ساتھ مل کر رہیں گے تو ان کی طرف سے تکلیفیں تو پہنچنے ہی والی ہیں، اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور ایذاؤں کو برداشت کرنا یہ اعلیٰ درجہ ہے، اسی لئے شریعت نے رہبانیت کی اجازت نہیں دی یعنی لوگوں سے الگ تھلگ رہنا جیسا کہ نبی کریم (ﷺ) کی تشریف آوری سے پہلے بنی اسرائیل کا ایک خاص مزاج تھا کہ وہ لوگ تنہائی اختیار کرلیا کرتے تھے، اسلام نے اس طریقہ کو پسند نہیں کیا بلکہ معاشرہ اور سماج میں رہ کر زندگی گذارنے کو تنہا رہنے کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

معاشرت

تومَیں یہ عرض کررہاتھاکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ مل جل کررہے ،مثلاًگھرمیں ہے توماں باپ کے ساتھ،بیوی بچوں کے ساتھ، بھائی بہنوں کے ساتھ ،گھرکے دوسرے افرادکے ساتھ ہوگا، پھرپڑوسی اورمحلہ اوربستی والے ہیں اپنے کاروبارکے لئے دوکان پرجائے گاتووہاں گاہکوں کے ساتھ واسطہ پڑے گااور کارخانہ جائے گاتوبازارمیں جوہم پیشہ لوگ ہیں ان کے ساتھ واسطہ پڑے گا،ٹرین یابس یا اورکسی ذریعہ سے سفرکرتاہے تواوربھی بہت سارے لوگ ساتھ ہوتے ہیں جن سے اس کو واسطہ پڑتا ہے،تواس طرح مختلف اوقات میں زندگی کے مختلف مرحلوں اورمواقع پرمختلف لوگوں کے ساتھ جوواسطہ پڑتاہے اس وقت ان کے ساتھ وہ کس طرح سے پیش آتاہے،اسی کو شریعت میں معاشرت سے تعبیرکیا جاتاہے، معاشرت یہی ہے کہ ہم جس جگہ بھی ہوں وہاں اپنے آس پاس کے لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آناچاہیے،شریعت میں اس کی باقاعدہ تفصیل بتلائی گئی ہے کہ کس کے ساتھ کیسے معاملہ کرناچاہیے، اوریہاں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جو آیت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اختصارکے ساتھ اس کی طرف متوجہ کیااورنبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ارشادات کے ذریعہ سے اس کی تفصیل بتائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دین کے کل پانچ شعبے ہیں

آج کل ہم لوگوں نے دین کے اندر سے معاشرت کو نکال کر باہر پھینک دیا ہے، ہم یوں سمجھتے ہیں کہ عبادات کا اہتمام کرلینا ہی دین ہے، حالانکہ دین کے کل پانچ شعبے ہیں ایک تو اعتقادیات کا شعبہ ہے یعنی آدمی کا عقیدہ درست ہو۔ عبادات کا شعبہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کا تعلق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کا قرب و نزدیکی اور خوشنودی حاصل کرنا، اس کی محبت اپنے دل میں پیدا کرنے کے لئے اور اس کو راضی کرنے کے لئے کام کرنا۔ اس کے علاوہ معاملات، معاشرت اور اخلاق؛ یہ تین شعبے ہیں۔ تو معاشرت بھی دین کا بڑا اہم شعبہ ہے، اور نبی کریم (ﷺ) نے معاشرت والے شعبہ سے تعلق رکھنے والی بہت ساری باتیں ارشاد فرمائی ہیں اور ان کی تعلیم دی ہے، بلکہ یوں سمجھئے کہ عبادات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہونے کی وجہ سے آپ کے دین کے متعلق لوگ کوئی رائے قائم نہیں کرسکتے، یعنی آپ نماز پڑھ رہے ہیں تو وہ مسجد میں ادا کی جاتی ہے، آپ روزہ رکھ رہے ہیں تو آپ کا دل جانتا ہے، زکوٰۃ ادا کریں گے تو کسی مسکین کو مال پہنچادیں گے، لیکن لوگوں کے ساتھ آپ کا سلوک کیسا ہے، وہ لوگوں کے ساتھ میل جول سے پتہ چلے گا اور اسی کو دیکھ کر دوسرے لوگوں پر اسلامی اخلاق کا اثر پڑتا ہے اور اسلامی تعلیمات اجاگر ہوتی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسلام کا اہم شعبہ

آج کل ہمارے اندر سے معاشرت کے آداب اور معاملات کی درستگی نکل گئی؛ اسی لئے اسلام کا جو اثر غیروں پر ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا ہے۔ ہمارے اسلاف تجارت کی غرض ہی سے نکلے تھے لیکن ان کے معاملات اور معاشرت ہی سے غیر قومیں متاثر ہوئیں، چین میں اسلام تاجروں کے ذریعہ سے پہنچا، وہاں مسلمان تجارت کے لئے گئے تھے لیکن انہوں نے تجارت اسلامی اصول کے مطابق کی تو اس کو دیکھ کر وہاں کے لوگ اسلام لے آئے۔

بہر حال! معاشرت؛ اسلام کا بڑا اہم شعبہ ہے اور اس کا اہتمام کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے، اس میں کوتاہی کے نتیجہ میں بندوں کے حقوق آدمی پر باقی رہ جاتے ہیں اور یہ معاملہ بڑا خطرناک ہے، بندوں کے حقوق اگر باقی رہ جائیں گے تو جب تک بندے معاف نہیں کریں گے، وہاں تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی معافی نہیں ملے گی۔ تو یہاں اسی معاشرت سے تعلق رکھنے والا ایک جزو "پڑوسی کے حقوق" کو بتایا جاتا ہے کہ پڑوسی کے حقوق کیا ہیں؟ اور پڑوسی کے سلسلہ میں نبی کریم (ﷺ) کی طرف سے دی گئی تاکیدیں کیا کیا ہیں؛ انہیں کو بیان کریں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آیت کا ترجمہ و تفسیر

سب سے پہلے تو قرآنِ پاک کی آیت پیش کی ہے:﴿وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا﴾ آگے جو ہدایتیں دی جارہی ہیں اس کی ابتداہی اس بات سے کی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواوراس کوایک مانو۔یہاں عبادت سے مراداللہ تعالیٰ کی توحید کا حکم ہے، اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہراؤ۔گویاآگے جو ہدایتیں دی جارہی ہیں وہ شرک سے براءت اور توحید کا تقاضہ ہیں۔جو آدمی اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرے گا؛وہی دوسرے انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کا بھی اہتمام کرے گا،اورجوسب سے بڑامحسن ہے اور جس نے زندگی عطا فرمائی اورساری نعمتوں سے نوازا،اس کے حقوق کی ادائیگی میں جو آدمی کوتاہی کرے گا،اس کی توحید کااقرارنہیں کرے گا،دوسروں کواس کے ساتھ شریک کرے گا؛توبھلاوہ دوسرے انسانوں اورجانوروں کے حقوق کیااداکرے گا؟اس لئے توحید کی تعلیم سے ابتدا کی۔

پھر آگے فرمایا:﴿وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا﴾ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو۔چونکہ اللہ تعالیٰ کے بعدظاہری اعتبارسے انسان پراگرکسی کاسب سے بڑا احسان ہے تو وہ اس کے ماں باپ کاہے کہ دنیامیں اس کے وجودمیں آنے کاظاہری ذریعہ یہی بنے ہیں،اورپھر اس کے بڑے اورجوان ہونے تک ماں باپ ہی نے اس کی تعلیم وتربیت اورپرورش کیلئے بڑی محنتیں اورمشقتیں برداشت کیں،اس لئے ان دونوں کے ساتھ حسن سلوک کامعاملہ کرو۔

﴿وَبِذِی الۡقُرۡبٰى﴾اوررشتہ داروں کے ساتھ احسان کاسلوک کرو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

﴿وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ﴾اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی بھلائی کرو۔

قریب اور دور کے پڑوسی

﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾اور جو نزدیک کا پڑوسی ہے اور جو دور کا پڑوسی ہے:ان دونوں کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کرو۔یہاں اس آیت کو اسی ٹکڑے کی وجہ سے لائے ہیں ،اگرچہ اس آیت میں اور بھی بہت ساری ہدایتیں دی ہیں لیکن آگے اس پر مستقل عنوانات آنے والے ہیں،یہاں پڑوسی والا عنوان قائم کیا ہے اس سے تعلق رکھنے والے یہ جملے ہیں۔

﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى﴾ "قریب کے پڑوسی" سے کیا مراد ہے ؟تو اس کی تعیین اور تشریح کے سلسلہ میں حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم أجمعین سے دو قول منقول ہیں۔بعضوں نے کہا کہ "قریب کا پڑوسی"یعنی جس کا مکان ہمارے مکان سے قریب ہو، اور ﴿وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾ "دور کا پڑوسی "یعنی جس کا مکان دور ہو۔اور بعضوں نے کہا کہ "قریب کا پڑوسی" کا مطلب یہ ہے کہ جو پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ رشتہ دار بھی ہے، اور "دور کا پڑوسی" کا مطلب یہ ہے کہ صرف پڑوسی ہے ،رشتہ دار نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تین قسم کے پڑوسی

چنانچہ حدیثِ پاک میں نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں، ایک تو وہ جو صرف پڑوسی ہے، یعنی اس کا صرف پڑوس کا حق ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مثلاً کوئی غیر مسلم پڑوس میں رہتا ہے، تو اس کا صرف پڑوسی ہونے کے ناطہ سے حق ہے۔ دوسرا مسلمان پڑوسی ہے، یہاں دو حق ہیں ایک تو اس کے پڑوسی ہونے کا حق ہے اور دوسرا اس کے مسلمان ہونے کا حق ہے، اسلامی بھائی چارگی کا تقاضہ بھی کچھ اور ہے اور تیسرا پڑوسی وہ ہے جو مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی، اس صورت میں تین باتیں آگئیں ایک تو پڑوس کا حق ہے، دوسرے اسلام کا حق ہے، تیسرے رشتہ داری کا حق ہے، اس کے تین حق عائد ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان۔ ۹۵۶۰)

قرآن کی باریک بینی

﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾ دیکھو! اسلام نے پاس میں بیٹھنے والے ہم نشین کی کتنی زیادہ رعایت کی ہے کہ جو آپ کے پاس بیٹھتا ہے اس کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کرو۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ہمارا ہم نشین کون ہے؟ مثلاً آپ ٹرین یا بس یا ہوائی جہاز میں سفر کر رہے ہیں اور آپ کے ساتھ کوئی دوسرے بھی بیٹھے ہوئے ہیں یا مثلاً آپ اسکول و مدرسہ میں جاتے ہیں تو آپ کے ساتھ جو بیٹھتے ہیں، یا آپ تجارت کے لئے بازار اور مارکیٹ میں جاتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آپ کے ساتھ جو بیٹھ رہے ہیں؛ یہ سب ﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾ میں آگئے،آپ کے ہم نشین یعنی ساتھ میں بیٹھنے والے کے ساتھ بھی بھلائی اوراحسان کاسلوک کرنے کااللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں حکم دیا ہے، ہم توان چیزوں کی طرف توجہ کرتے ہی نہیں ہیں،حالانکہ قرآن نے کتنی جزرسی سے کام لیاہے یعنی کتنی باریک باریک باتوں کی طرف متوجہ کیاہے کہ ماں باپ سے شروع کرکے رشتہ دار،یتیم،مسکین،پڑوسی اوراس کی بھی دونوں قسمیں ،اوراس کے بعد آگے تھوڑی دیر کے لئے جس کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی نوبت آگئی:اس کا بھی حق قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے بتلایاہے،اورہمیں ان سب کے ساتھ بھلائی کاسلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

﴿وَابْنِ السَّبِيلِ﴾اورمسافرکے ساتھ بھی احسان کاسلوک کرو۔مسافر کے ساتھ رہنا تونہیں ہے لیکن کوئی آدمی آپ کی بستی میں آیااورضرورت مندہے ،توسفرکی وجہ سے اس کا بھی حق ہے،اس لئے کہ اجنبی ماحول ہونے کی وجہ سے ہوسکتاہے کہ وہ کسی دقت وپریشانی میں مبتلاہوتوہمیں تاکیدکی گئی کہ اس کے ساتھ خصوصی معاملہ کیجئے تاکہ اس کی پریشانی دورہو۔

﴿وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾اورجن کے تمہارے ہاتھ مالک ہیں یعنی غلام ، باندیاں اور جانور:یہ سب اس میں شامل ہوگئے۔اُس زمانہ میں آقالوگ غلام اورباندی کے مالک ہوا کرتے تھے، اوراسی طرح سے جانوروں کے بھی مالک ہوتے ہیں:ان کے ساتھ بھی بھلائی اوراحسان کرنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ہے، جن جن کے حقوق آدمی کے اوپر آسکتے ہیں تقریباً سب کو اس آیت میں جمع کر دیا گیا ہے۔

آگے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) اس باب سے تعلق رکھنے والی روایتوں کو پیش کرتے ہیں:-

پڑوسی کو وارث بناڈالیں گے

حدیث ۳۰۳

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَائِشَةَ (رضی اللہ عنہما) قالا: قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم): مَازَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہما) دونوں سے یہ روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ عنقریب وہ اس کو وارث بناڈالیں گے۔

افادات:- یعنی باربار آتے رہے اور بتلاتے رہے اور ان کی طرف سے اتنی زیادہ تاکید ہوتی رہی کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں کل کو یہ حکم آجائے گا کہ پڑوسی بھی تمہارے مال میں وارث ہے، اگرچہ یہ حکم ہوا نہیں ہے لیکن اس سے پڑوسی کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آج کل ہم نے اپنے معاشرہ میں سب سے زیادہ کوتاہی اسی معاملہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں کررکھی ہے، پڑوسیوں کے حقوق کو توہم کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں،اس کی طرف توکوئی توجہ ہی نہیں دیتے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اورفرشتوں کے سردارہیں اور ظاہر ہے کہ وہ جوکچھ بھی کہنے کے لئے آئیں گے وہ اپنی طرف سے تونہیں کہیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کاپیغام ہی لے کرآئیں گے،تووہ اللہ تعالیٰ کاپیغام لے کر آرہے ہیں اور حضوراکرم(ﷺ) کو باربار تاکید کی جارہی ہے، اس سے اندازہ لگایاجاسکتاہے کہ پڑوسی کا حق کتنازیادہ ہے۔

شوربہ میں پانی زیادہ ڈالو

حدیث ۳۰۴

عن أبي ذر (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول الله(ﷺ): يَاأَبَاذَرٍّ! إِذَاطَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا, وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ (رواہ مسلم)

وفي رواية له عن أبي ذر (رضی اللہ عنہ) قال: إِنَّ خَلِيْلِي (ﷺ) أَوْصَانِي: إِذَاطَبَخْتَ مَرَقاً فَأَكْثِرْ مَاءَهُ، ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِكَ، فَأَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوذرغفاری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم(ﷺ) نے ارشادفرمایا: اے ابوذر! جب تم شوربے والاسالن پکاؤتواس میں پانی زیادہ ڈالو، اوراپنے پڑوسیوں کاخیال رکھو۔

دوسری روایت میں ہے: حضرت ابوذر(رضی اللہ عنہ) فرماتےہیں کہ میرے خلیل (ﷺ) نے مجھ کو تاکید فرمائی کہ جب تم شوربے والاسالن پکاؤ تواس میں پانی زیادہ کردو اور پھراپنے پڑوس کے گھروں کو دیکھو، اوران کو پہنچاؤ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات :-شوربے والے سالن کو عربی میں ”مَرَقَۃ“ کہتے ہیں۔اس میں پانی ذرا زیادہ ڈال دو،اوراپنے پڑوسیوں کاخیال رکھویعنی شوربہ زیادہ کردوگے تو ظاہر ہے کہ سالن زیادہ ہوجائے گا اورآپ پڑوسیوں تک پہنچاسکیں گے،اگرکم ہوگاتو آپ یہ سوچیں گے کہ یہ ہمارے لئے کافی نہیں ہوگا،اگرتھوڑاپانی اس میں ڈال دیاتواس سے مزہ میں کوئی فرق پڑنے والانہیں ہے اپنی ضرورت کے لئے بھی کافی ہوجائے گااور پڑوسیوں تک بھی پہنچ جائے گا۔

ہنڈیاکی بھاپ بھی چغلی کھاتی ہے

پڑوسیوں کے جوحقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ گھرمیں جوکھانا یا کوئی چیز بنائی جائے تواس کوپڑوسیوں تک پہنچاؤ،اس کی حدیثِ پاک میں تاکید آئی ہے،اور اس کی وجہ حضوراکرم(ﷺ) نے یہ بتائی ہے کہ اپنی ہنڈیاکی بھاپ سے پڑوسی کوتکلیف مت پہنچانا۔یعنی جب کھاناپکنے کے قریب آتاہے تواس سے خوشبوپھیلتی ہے،اوروہ پکانے والے کے مکان تک محدودنہیں رہتی بلکہ ذراآگے بڑھ کرپڑوسی کی ناک میں بھی جاتی ہے،اورچغلی کھاتی ہے کہ وہاں مچھلی،گوشت یاکباب پک رہاہے،پڑوس میں جاکریہ بات خوشبونے بتائی،اور مَیں کہاکرتاہوں کہ آج کل کُوکرنے آکرتوسیٹی بھی بجانی شروع کردی۔ حضور(ﷺ) نے صرف بھاپ کافرمایاتھااوراب توسیٹی اتنی زورسے بجتی ہے کہ پورے محلہ میں سنائی دیتی ہے،اس لئے اب تووہاں تک کاخیال کرناچاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہر حال! جب آپ کے یہاں کچھ پکے گا، اور وہاں آواز اور خوشبو پہنچے گی اور خاص کر اگر وہ اس حیثیت کے نہیں ہیں کہ وہ بھی ایسی چیز بنائیں اور ان کے بھی بچے ہیں تو ان کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوگی، اس لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اپنی ہنڈیا کی بھاپ سے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ مطلب یہ ہے جو پکایا ہے اس میں سے کچھ ان کے یہاں بھی بھیج دیں گے تو اب ان کو تکلیف نہیں ہوگی۔ اور اگر کچھ نہیں بھیجا اور آپ نے ہی کھا کر صاف کر ڈالا تو ان کو تکلیف ہوگی۔ اسی لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی تاکید فرمائی ہے کہ اگر کوئی چیز خرید کر لاؤ تو چھپا کر لاؤ، اگر کھلی ہوئی لاؤ گے تو پڑوسی کے بچے بھی دیکھ لیں گے، اب آپ کو چاہیے کہ ان کو بھی دیں، اس لئے کہ جب بچوں نے دیکھا تو ان کے دل میں بھی حرص وطمع پیدا ہوگی، اور وہ اس کی ضد کریں گے، اور جب یہ چیز ان کو نہیں ملے گی تو ان کو تو تکلیف ہوگی ہی، ساتھ میں ان کے ماں باپ کو بھی تکلیف ہوگی، اس لئے کہ وہ جب اپنے بچوں کے مطالبہ کو پورا نہیں کر سکیں گے تو ان کو یہ حسرت ہوگی کہ ہمارے پاس اتنی وسعت و طاقت نہیں ہے کہ ہم اپنے بچوں کی اس خواہش کو پورا کر سکیں اور یہ چیز ان کے لئے تکلیف کا باعث ہوگی اور اس تکلیف کا ذریعہ ہم بنیں گے، اس لئے شریعت نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ پڑوسی کو بھی دو۔

میاں صاحب کا عجیب طرزِ عمل

اور ہمارے اکابر تو اس کا اتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے کہ اللہ اکبر! ہم تو اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کر سکتے، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جو میاں صاحب کے نام سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مشہور ہیں، راندیر تشریف لائے ہوئے تھے اور یہیں ان کا انتقال ہوا تو یہیں مدفون ہوئے، راندیر ہی کے قبرستان میں آپ کی قبر ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں سے تھے اور آج کل ہمارے مدارس میں جو سنن ابوداود پڑھائی جاتی ہے، اکثر اس کی سند انہی کے واسطہ سے حضرت شیخ الہند (رحمۃ اللہ علیہ) تک پہنچتی ہے۔ ان کا پورا ہی خاندان بزرگی کے اندر دیوبند میں مشہور تھا، ان کے بھی بڑے عجیب وغریب حالات تھے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بھی استاذ تھے اور ان کے ساتھ بڑی محبت اور بے تکلفی تھی اور کچھ تجارتی معاملہ بھی تھا۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے صاحبزادہ نے ان کے متعلق یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عصر کے بعد مَیں والد صاحب (مفتی محمد شفیع صاحبؒ) کے ساتھ ان کے یہاں ملاقات کے لئے گیا، جب ہم بیٹھے تو حضرت نے پوچھا کہ مفتی جی! آم چوسوگے؟ والد صاحب نے کہا کہ حضرت! آم اور وہ بھی آپ کے دستِ مبارک سے ملیں، تو پھر کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔ خیر! حضرت ایک ٹوکرے میں رکھ کر چوسنے والے آم لے آئے، اور دوسرا خالی ٹوکرا بھی ساتھ میں لائے تاکہ اس میں چھلکے اور گٹھلیاں ڈالی جائیں، جب ہم کھا کر فارغ ہوئے تو جس ٹوکرے کے اندر چھلکے اور گٹھلیاں تھیں وہ ٹوکرا والد صاحب نے باہر پھینکنے کے لئے اٹھایا، تو حضرت میاں صاحب فرمانے لگے کہ مفتی جی! چھلکے پھینکنے بھی آتے ہیں؟ والد صاحب نے کہا کہ حضرت! چھلکے پھینکنا بھی کون سا ایسا فن ہے جس کو سیکھنے کی ضرورت ہو؟ تو فرمایا کہ نہیں! یہ بھی سیکھنے کی چیز ہے، لاؤ! مَیں بتاؤں۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے گٹھلیاں الگ کر دیں اور چھلکے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الگ کردئے، اس کے بعد باہر گئے اور محلہ کے دو تین کونوں پر تھوڑے تھوڑے چھلکے الگ الگ جگہ پر ڈالے، اور ایک جگہ پر گٹھلیاں ڈالیں۔ پھر گھر واپس آکر کہا کہ دیکھو! ہمارا یہ محلہ غریبوں کا ہے، جب وہ لوگ ایک جگہ پر اتنی سب گٹھلیاں اور چھلکے پڑے ہوئے دیکھیں گے تو ان کو یہ خیال ہوگا کہ کسی نے اتنے سب آم کھائے ہیں اور ان کے پاس غریب ہونے کی وجہ سے اتنی مالی استطاعت نہیں ہے کہ خرید کر کھاسکیں، تو اتنی گٹھلیوں اور چھلکوں کو دیکھ کر ان کو اپنی حالتِ نایافت پر غم اور افسوس ہوگا کہ ہائے! ہمارے پاس پیسے نہ ہوئے کہ ہم بھی خریدتے، اور ان کی اس تکلیف کا ذریعہ مَیں بنوں گا۔ مفتی صاحب کے صاحبزادے لکھتے ہیں کہ حالانکہ حضرت میاں صاحب کے یہاں جتنے آم آتے تھے اس میں حضرت کا یہ معمول تھا کہ آدھے سے زیادہ تو پڑوسیوں کے بچوں کو بلا بلا کر کھلاتے رہتے تھے، اور دوسرے مہمانوں کو کھلاتے تھے، خود تو ایک دو آم ہی کھانے کی نوبت آتی تھی، اس کے باوجود حضرت یہ فرمارہے ہیں۔

اور پھر یوں فرمایا کہ یہ چھلکے الگ الگ جگہوں پر اس لئے ڈالے کہ ہمارے محلہ والوں کی بکریاں انہیں جگہوں پر جمع ہوتی ہیں تو وہ چھلکے ان کے کام آجائیں گے، اور جہاں گٹھلیاں ڈالی ہیں وہاں محلہ کے غریب بچے کھیلتے ہیں، وہ اس کو توڑ کر اندر سے جو گودا نکلتا ہے اس کو سینک کر کھالیا کرتے ہیں۔ تو دیکھئے! حضرتؒ نے اس کا اتنا زیادہ اہتمام کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمارے اکابر دوسروں کا کتنا زیادہ خیال رکھتے تھے

دوسرا ایک واقعہ خود حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) بیان فرماتے ہیں کہ حضرت کا مکان کچا تھا، اس کی چھت بھی کھپریل کی تھی، اور دیواریں مٹی کی تھیں اور آپ جانتے ہیں کہ بارش کا زمانہ آنے سے پہلے کھپریل کی چھت کو بھی ٹھیک ٹھاک کرنا پڑتا ہے اور مٹی کی دیواروں پر بھی کوئی آڑ رکھنی پڑتی ہے تاکہ بارش کا پانی سیدھا مٹی پر نہ لگے، ورنہ دیوار کو نقصان پہنچتا ہے۔ تو حضرت میاں صاحب کو ہر سال وہ سب ٹھیک ٹھاک کرنا پڑتا تھا، اور اس کی وجہ سے گھر کا سامان وغیرہ باہر نکالنا پڑتا تھا اور ہر سال بڑا خرچہ بھی ہوتا تھا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے کہا کہ حضرت! ہر سال آپ یہ زحمت اٹھاتے ہیں اور اتنا سب خرچہ بھی برداشت کرتے ہیں، اگر دس پندرہ سال کا خرچہ شمار کیا جائے تو آپ پکا مکان بنا سکتے ہیں۔ اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ ہاں بھائی! ہمارے بوڑھے دماغ میں تو یہ بات کبھی آئی ہی نہیں جو آپ کے دماغ کے اندر آئی۔ اور اس کے بعد یوں فرمایا کہ دیکھو! ہمارا پورا محلہ غریبوں کا ہے اور سب کے مکانات کچے ہیں، اگر مَیں اپنا مکان پکا بنا لوں گا تو میرا پکا مکان دیکھ کر ان لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ ہائے! ہم تو اپنے مکان کو پکا نہیں بنا سکتے، اور اس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوگی۔ تو کیا یہ اچھا لگے گا کہ اپنا مکان پکا بنا کر بیٹھ جاؤں اور ان کے لئے تکلیف کا باعث بنوں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ جب سارے محلے والوں کے مکانات پکے بن گئے؛ اس کے بعد حضرت نے اپنا مکان پکا بنایا، وہاں تک تکلیف برداشت کرتے رہے، حالانکہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت کی استطاعت تھی اور بناسکتے تھے لیکن پڑوسیوں کا اتنا زیادہ اہتمام کیا،یہ بڑی اہم چیز ہے۔

خیر!یہاں حضوراکرم(ﷺ) نے تاکید فرمائی کہ اگر آپ شوربے والا سالن پکاتے ہو تو پانی تھوڑازیادہ ڈال دو،اور پڑوسی تک بھی پہنچانے کا اہتمام کرو۔

اللہ کی قسم !وہ آدمی مؤمن نہیں

حدیث ۳۰۵

عن أبي هريرة(رضي الله عنه) قال قال رسول الله(ﷺ): وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ،وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ،وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ۔ قِيْلَ:مَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ:اَلَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (متفق عليه)

وفی رواية لمسلم: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (اَلْبَوَائِقُ): اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُوْرُ۔

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم !وہ مؤمن نہیں،اللہ کی قسم !وہ مؤمن نہیں،اللہ کی قسم!وہ مؤمن نہیں۔پوچھا گیا کہ یارسول اللہ!کون؟ حضور(ﷺ) نے فرمایا: وہ آدمی جس کا پڑوسی اس کی ایذارسانیوں اوراس کے شر سے مامون اور محفوظ نہ ہو۔

دوسری روایت میں فرمایا کہ ایسا آدمی جنت میں نہیں جائے گا جس کے پڑوسی اس کے شرور سے مطمئن نہ ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات :-مطلب یہ ہے کہ جس کے پڑوسی کو اس کی طرف سے خطرہ ہے یعنی وہ تو تکلیف نہیں پہنچاتا اور ابھی تک اس نے کچھ کیا بھی نہیں ہے، لیکن اس کا مزاج ایسا اکھڑ قسم کا ہے کہ پڑوسی کو ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ معلوم نہیں! یہ کب کیا کر ڈالے، جیسے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کچھ کرتے تو نہیں ہیں لیکن ان کے حالات اور عادات کی وجہ سے ان کا پڑوسی ڈرا سہا ہوا رہتا ہے، اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہوتا؛ ایسے آدمی کے متعلق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین مرتبہ قسم کھائی ﴿وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ﴾ اللہ کی قسم! وہ آدمی مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! وہ آدمی مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! وہ آدمی مؤمن نہیں۔

ایمان کے جانچنے کا اصل معیار

آج ہم اپنا جائزہ لیں اور اپنے متعلق سوچیں کہ ہم اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا معاملہ رکھتے ہیں، ان کو ہماری طرف سے تکلیف اور ایذا پہنچتی ہے، اس کے باوجود ہماری بزرگی پر، ہمارے نمازی ہونے پر، ہمارے حاجی ہونے پر، ہمارے مولوی اور مفتی ہونے پر، اور ہمارے مبلغ اور داعی ہونے پر کوئی آنچ نہیں آتی، ہمارے ایمان کے لالے پڑ رہے ہیں لیکن ہماری بزرگی قائم ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم عالم ہیں، مبلغ ہیں، دیندار ہیں؛ اِن حالات کے باوجود ہماری دینداری برابر قائم رہتی ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تو فرماتے ہیں کہ ایسا آدمی مؤمن ہی نہیں۔ اس لئے ایمان کے جانچنے کا اصل معیار یہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک آدمی نے نبی کریم(ﷺ) سے پوچھا کہ یارسول اللہ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ مَیں اچھا ہوں یا برا؟ حضور(ﷺ) نے فرمایا کہ اگر تیرے پڑوسی یہ کہتے ہیں کہ تو اچھا ہے تو سمجھ لے کہ تو اچھا ہے۔ اور اگر تیرے پڑوسی تجھے برا کہتے ہیں تو تُو برا ہے (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۲۲۳)

حضور(ﷺ) نے اچھائی اور برائی کا معیار ہمیں بتلادیا۔ بہر حال! یہ بہت اہم چیز ہے، اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، آج کل ہمارے معاشرہ میں اس کی طرف سے بڑی کوتاہی برتی جاتی ہے، بھائی! اگر پڑوسی کی طرف سے تکلیف کی کوئی بات پہنچے تو اس کو برداشت کرو اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرو۔

ایک نرالی تعلیم

حدیث ۳۰۶

وعنہ(رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ(ﷺ): يَانِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَاتَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے کسی چیز کے بھیجنے کو حقیر نہ سمجھے چاہے وہ بکری کی کُھری ہی کیوں نہ ہو۔

افادات:- چونکہ لینے دینے کا معاملہ خاص کر پڑوسیوں کے ساتھ عورتیں ہی کیا کرتی ہیں، اور عورتوں کا مزاج یہ ہے کہ کوئی اچھی چیز ہو تب ہی بھیجی جائے؛ ورنہ نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کبھی کوئی مہمان بغیر اطلاع کے آتا ہے، ہمارے یہاں تو ایسا واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے کہ اچانک کوئی مہمان آگیا اور مَیں نے کہا کہ گھر کھانے چلو، اور گھر پر پہلے سے کہا نہیں تھا، اب گھر والے کہتے ہیں کہ آپ نے پہلے سے کہلوایا نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ اس میں شرم کیا کرنی، جو کھانا ہم کھا رہے ہیں؛ وہی اس کو کھلائیں گے، اور اگر وہ آئندہ وقت تک رہیں گے تو ایک وقت ان کا اکرام بھی کرلیں گے، ابھی اس وقت یہی موجود ہے تو یہی کھلادیں گے۔

تو عورتوں کا ایک مزاج ہے کہ اچھا پکے گا تو بھیجیں گی ورنہ یہ سوچ کر نہیں بھیجیں گی کہ ایسا کیا بھیجنا۔ اور زیادہ مقدار میں ہو تب ہی بھیجیں گی، تھوڑا سا ہو تو نہیں۔ حالانکہ یہ سوچ صحیح نہیں ہے۔ پڑوسی کے ساتھ آپ جو حسنِ سلوک کریں اس میں یہ نہ دیکھئے کہ مثلاً بریانی پکے گی تب ہی بھیجیں گے۔ نہیں بھائی! کڑی کھچڑی بھی بھیجو۔ اور زیادہ مقدار میں ہو تب ہی بھیجیں گے ایسا مت سوچئے، بلکہ قلیل مقدار میں ہو تب بھی بھیجو۔ اسی کو حضور (ﷺ) فرماتے ہیں کہ بکری کی کُھری ہی کیوں نہ ہو۔

شرّاح لکھتے ہیں کہ یہ تاکید دونوں کو ہوسکتی ہے یعنی بھیجنے والی کو بھی اور جس کو بھیجا جا رہا ہے اس کو بھی۔ بھیجنے والی کو یہ کہا جارہا ہے کہ یہ مت سوچو کہ یہ کیا بھیجنا، آپ کے پاس جو موجود ہے وہ آپ بھیج دو۔ اور جس کو بھیجا جارہا ہے اس کو بھی تاکید کی جارہی ہے کہ کیا بھیجا ہے؛ یہ مت دیکھو، بلکہ یہ دیکھو کہ کیوں بھیجا ہے۔ اس لئے کہ عورتوں کا یہ بھی مزاج ہے کہ پڑوسی کے یہاں سے اگر کچھ آیا تو دیکھتی ہیں اور پھر تبصرہ اس طرح کرتی ہیں کہ اس کو اتنا ذرا سا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بھیجتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی۔ حضور(ﷺ) فرماتے ہیں کہ تمہارے پڑوسی نے جو چیز بھی بھیجی ہو، چاہے معمولی چیز اور بکری کی کُھری ہی کیوں نہ ہو، اس کو حقیر اور معمولی نہ سمجھو۔ یہ نہیں دیکھنا ہے کہ کیا بھیجا، بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ کیوں بھیجا، اس کے پیچھے کون سا جذبہ کار فرما ہے۔ اس کے دل میں آپ کا اکرام اور محبت ہے، اس لئے بھیجا ہے، اگر ایسی بات نہ ہوتی تو نہ بھیجتی اس لئے عام طور پر چیز نہیں دیکھی جاتی، بلکہ اس کے پیچھے جو جذبہ ہوتا ہے وہ دیکھا جاتا ہے۔

پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کا تقاضہ

حدیث ۳۰۷

وَعَنْهُ أَنَّ رسول الله(ﷺ) قَالَ: لَايَمْنَعَ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْهُرَيْرَةَ(رضي الله عنه): مَالِيْ أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ! وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ۔ (متفق عليه)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: نبی کریم(ﷺ) نے ارشاد فرمایا: کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو لکڑی اپنی دیوار میں لگانے سے نہ روکے۔ پھر حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرمانے لگے: کیا بات ہے کہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ حضور(ﷺ) کے اس ارشاد سے رخ پھیر رہے ہو؟ اللہ کی قسم! تمہارے درمیان میں مَیں اس کو ڈال کر رہوں گا۔

افادات:۔ ”لکڑی اپنی دیوار میں لگانے سے نہ روکے“ کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنا مکان بنالیا، پڑوسی کا پلاٹ ابھی تک خالی ہے، اب وہ بنارہا ہے، اور آپ نے چونکہ پہلے سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مکان بنالیاہے، اس لئے آپ کی دیوار کھڑی ہے، اب ایک شکل تو یہ ہے کہ پڑوسی اپنی چھت کی لکڑیاں رکھنے کے واسطے اپنی دیوارالگ سے بنائے۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ آپ سے اجازت طلب کرے کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی دیوار میں اپنی لکڑیاں ڈال لوں تاکہ مجھے مستقل دیوار بنانی نہ پڑے۔ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تاکید فرمائی کہ پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر وہ آپ سے اجازت مانگ رہاہے تو آپ اس کو منع مت کرو اگرچہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے، بلکہ استحبابی ہے، لیکن آپ اکا انداز دیکھئے کہ فرمایا﴿لا یمنع﴾ منع نہ کرے، گویا حکم دیاجارہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ روایت مجمع کے سامنے بیان کی تو دیکھا کہ لوگوں نے سرجھکالیا، گویاسب مراقبہ میں چلے گئے، جس سے حضرت حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) یہ سمجھے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد شاید ان لوگوں کوناگوارگذراہے۔ جیسے کبھی ایساہوتا ہے کہ آدمی کی طبیعت پر کوئی بات گراں گذرتی ہے اوراس پر لوگ کہتے ہیں کہ ہاں! یہ حدیث ضرور ہے اورہم مانتے بھی ہیں لیکن مولوی صاحب نے اس وقت مجمع کے سامنے کیوں نقل کی۔ تو حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا کہ سب لوگوں نے سرجھکالیا، گویا حضور کے اس ارشاد کو جس شوق وولولہ اورجس طلب کے ساتھ لیناچاہیے، اوراس کی طرف جوتوجہ ہونی چاہیے؛ وہ نہیں ہے توان کو طیش اورغصہ آگیااور فرمانے لگے کہ کیابات ہے کہ مَیں دیکھ رہاہوں کہ تم لوگ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس ارشاد سے رخ پھیر رہے ہو؟ اورجیسا دھیان دیناچاہیے وہ نہیں دے رہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو؟اللہ کی قسم!تم چاہو یانہ چاہو، تمہارے درمیان میں مَیں اس کو ڈال کر رہوں گا یعنی مَیں تو بتاؤں گا چاہے تم کو پسند ہو یا نہ ہو۔

پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچانا ایمان کا تقاضہ ہے

حدیث ۳۰۸

وَعَنْهُ أَنَّ رسول اللہ(ﷺ) قَالَ:مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلايُؤْذِ جَارَهٗ۔ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ۔وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْلِيَسْكُتْ۔(متفق علیه)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے :نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

افادات:-"اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے"یعنی کوئی ایسا انداز اور کوئی ایسی روش کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس کی وجہ سے پڑوسی کو تکلیف ہو۔مختلف طریقوں سے تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے،ان میں سے کسی بھی طریقہ سے تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے۔

پہلے بھی یہ روایت آچکی ہے۔حضور(ﷺ) نے پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے، اس مناسبت سے یہاں پیش کی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب رہبر ہی رہزن بن جائے

بلکہ برائی کامعاملہ اگرپڑوسی کے ساتھ کیاجاتاہے تووہ دوسروں کے ساتھ کئے جانے والے معاملہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ زیادہ خطرناک ہے۔ایک مرتبہ نبی کریم(ﷺ) نے صحابہ سے پوچھاکہ تم زناکو کیاسمجھتے ہو؟توانہوں نے جواب دیاکہ اے اللہ کے رسول!حرام کام ہے اللہ تعالیٰ اوراس کے پاک رسول انے اس سے منع کیا ہے۔ حضور(ﷺ) نے فرمایا کہ کوئی آدمی اگراپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زناکرے تویہ دوسری دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے،یہی حال چوری کا بھی ہے(الادب المفرد،۱۰۳)چونکہ ایک پڑوسی اپنے پڑوسی سے پڑوسی ہونے کے ناطہ سے یہ توقع اور امید رکھتاہے کہ آڑے وقت وہ اِس کے کام آئے گا،اوراس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی آدمی اس کی عزت و آبرو پرہاتھ ڈال رہاہوگاتو وہ اِس کی حفاظت کرے گا۔توپڑوسی ہونے کی حیثیت سے چاہیے تویہ تھا کہ دوسروں کی طرف سے اگرکوئی ایسی شکل ہوتی تووہ حفاظت کرتا،اوراس کیلئے پشت پناہی کا ذریعہ بنتا،اس کے بجائے خودوہی ایسا کررہاہے،تویہ کتنی خطرناک بات ہوگئی،اسی لئے بڑے گناہوں میں اس کوشمارکیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پڑوسی کوراحت پہنچانے کی کوشش کرو

حدیث ۳۰۹

عن أبي شُرَيحٍ الخُزَاعِيِّ (رضی اللہ عنہ) أنَّ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ. وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْلِيَسْكُتْ.

ترجمہ:۔حضرت ابوشریح خزاعی فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتاہووہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے،اورجواللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتاہووہ اپنے مہمان کااکرام کرے،اورجواللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہووہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

افادات:۔یہ روایت اوپر جیسی ہی ہے بس جملہ کاذراسافرق ہے۔حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں تو یہ تھا کہ تم میں سے جو آدمی اللہ تعالیٰ پراورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہووہ اپنے پڑوسی کوتکلیف نہ پہنچائے۔اوریہاں اسی بات کودوسرے الفاظ سے تعبیرکیاکہ تم میں سے جو آدمی اللہ تعالیٰ پراورآخرت کے دن پر ایمان رکھتاہووہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے یعنی اتناہی نہیں کہ تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اس سے ایک قدم آگے کی تعلیم دی گئی کہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اوراس کوراحت پہنچانے کی کوشش کرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کون سے پڑوسی کا حق زیادہ ہے؟

حدیث ۳۱۰

وَعَنْ عَائِشَةَ (رضی اللہ عنہا) قَالَتْ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ؟ قَالَ: إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَاباً

(رواه البخاری)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ مَیں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا اے اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں مَیں ان میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس کے مکان کا دروازہ تمہارے دروازہ کے قریب ہو۔

افادات:۔"ان میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟"کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز اتنی مقدار میں ہے کہ دونوں کے پاس بھیجی نہیں جاسکتی،کسی ایک ہی کے یہاں بھیجی جاسکتی ہے،تب ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ورنہ اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہوتو پھر وہاں یہ نہیں دیکھا جائے گا،بلکہ وہاں تو سب کو ہی پہنچانے کی کوشش کی جائے گی،اور یہاں ایسا تھا کہ دونوں کو نہیں دی جاسکتی تھی،اس لئے حضرت عائشہ(رضی اللہ عنہا)نے سوال کیا کہ دونوں میں سے کس کو دوں؟تو حضور(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جس کے مکان کا دروازہ تمہارے دروازہ کے قریب ہو؛اس کو دو۔ اوراس کی وجہ بھی علماء نے لکھی ہے کہ دروازہ کے قریب ہونے کی وجہ سے وہ آپ کے حالات سے دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ باخبر ہوگا،آپ کے یہاں کیا آتا ہے اور کیا جاتا ہے وہ سب اس کی نظروں سے گذرتا ہے،اورساتھ ہی ساتھ اگر خدانخواستہ آپ کے یہاں کبھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کوئی چور، ڈاکو یا دشمن آگیا اور آپ کو مدد کی ضرورت پڑی تو دوسروں کے مقابلہ میں وہی سب سے پہلے پہنچے گا، اس لئے اس کا حق بھی زیادہ ہے۔

بہترین پڑوسی

حدیث ۳۱۱

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم): خَيْرُالْأَصْحَابِ عِنْدَاللهِ تَعَالٰی خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ۔ وَخَيْرُالْجِيْرَانِ عِنْدَاللهِ تَعَالٰی خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ۔ (رواه الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بہترین ساتھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور بہترین پڑوسی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنے والا ہو۔

افادات:- گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری خیر وخوبی اور بھلائی واچھائی اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھائی کے اوپر موقوف ہے۔

تو پڑوسی کے لئے کیسے پسند کروں؟

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے احیاء العلوم میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ تھے، ان کے یہاں چوہے بہت بڑھ گئے اور اس کی وجہ سے وہ پریشان تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اپنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مجلس میں شکایت کی کہ چوہے بہت ہوگئے ہیں اوراس کی وجہ سے بہت پریشانی لاحق ہوتی ہے۔کسی نے کہاکہ حضرت!ایک بلی پال لو،توچوہوں کاعلاج خودبخودہوجائے گا۔خیر!یہ بات ہوگئی،چندروزگذرنے کے بعدپھرانہوں نے وہی بات کہی۔کسی نے کہاکہ حضرت!آپ کو تو مشورہ دیاگیاتھاکہ بلی پال لیجئے،چوہوں کاعلاج ہوجائے گا،آپ بلی کیوں نہیں پال لیتے؟ انہوں نے کہاکہ بھائی !بلی پالنے کی ہمت اس لئے نہیں ہوتی کہ اگرمَیں بلی لے آیاتواس کو دیکھ کرچوہے پڑوسی کے گھرمیں بھاگ جائیں گے، اور جب مَیں ان چوہوں کواپنے لئے پسند نہیں کرتا؛توپڑوسی کے لئے کیسے پسند کروں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگریہی مزاج ہمارابن جائے توکسی کاکسی کے ساتھ کوئی جھگڑا ہی نہیں رہے گااورہماری معاشرت اورسماج جنت کانمونہ بن جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کواس کی توفیق عطافرمائے

دعاء

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَاۤ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَد۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى بِعَدَدِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

اے اللہ!توھمارے گناھوں کومعاف فرما،ھماری خطاؤں سے درگذرفرما۔ اے اللہ!پڑوسیوں کے سلسلہ میں نبی کریم (ﷺ) نے جوھدایتیں عطافرمائی ھیں،ان پر سوفیصد عمل کرنے کی ھمیں توفیق عطا فرما اے اللہ!پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی میں ھم سے اب تك جو کوتاھیاں ھوئی ھیں ان کومعاف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرما کر آئندہ ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما اے اللہ!تو ہم سے راضی ہوجا،اپنی مرضیات پر ہمیں زیادہ سے زیادہ چلا کر نامرضیات سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔اے اللہ!اس مجلس میں جتنے بھی بیمار ہیں اور جن کے متعلقین بیمار ہیں ان کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما۔ جو مقروض ہیں ان کے قرضوں کی ادائیگی کی شکلیں پیدا فرما۔جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانیوں کو دور فرما۔حاجت مندوں کی حاجتیں پوری فرما۔اے اللہ!جنھوں نے اپنے جن جن مقاصد کے لئے اور جن مصیبتوں کے دور ہونے کے لئے اور جن بیماریوں سے شفا کے لئے ہم سے دعاؤں کی درخواستیں کی ہیں یا جو ہم سے دعاؤں کی توقع اور امید رکھتے ہیں یا جن کے ہم پر حقوق ہیں ؛اے اللہ!ان تمام کی جائز مرادوں کو پورا فرما پریشانیوں کو دور فرما،حاجتوں کو پورا فرما۔اے اللہ!ان کی بیماریوں کو صحت و شفا سے بدل دے۔نبی کریم (ﷺ) نے جتنی خیر وبھلائی تجھ سے مانگی وہ سب ہم کو عطا فرما اور حضور (ﷺ) نے جن شرور اور برائیوں سے پناہ چاہی ان سے ہماری حفاظت فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com